مولانا محمد حسن سنبھلی کے تفضیلی عقائد سے رجوع
کا سبب بننے والا تاریخی مناظرہ

المعروف بہ

الصمصام الحیدری

امام اہل سنّت، مجدد دین وملت، مولانا الشاہ
امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

فتح خیبر

از: حضرت مولانا محمد شاہ قادری فیاضی بریلوی
تلمیذ اعلیٰ حضرت

دار التحقیق فاؤنڈیشن پاکستان

مولانا محمد حسن سنبھلی کے تفضیلی عقائد سے رجوع کا سبب بننے والا تاریخی مناظرہ

المعروف بہ

صمصام الحیدری

امام اہل سنت، مجدد دین وملت، مولانا الشاہ

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

مع

فتح خیبر

از: حضرت مولانا محمد شاہ قادری فیاضی
بریلوی تلمیذ اعلیٰ حضرت

دار التحقیق فاؤنڈیشن، راولپنڈی، پاکستان

نام کتاب	: صمصام الحیدری مع فتح خیبر
مصنفین	: محدث ہند الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی
ترتیب و تخریج	: علامہ فہیم رضوی عطاری
ترتیب	: فیصل خان رضوی صاحب
اہتمام	: حضرت جناب جی مدظلہ العالی
کمپوزنگ	: ابو محمد سجاد احمد عطاری مدنی صاحب
سالِ اشاعت	: ۲۰۲۲ء/ ۱۴۴۴ھ
صفحات	:
ناشر	: دارُ التحقیق فاونڈیشن، مری روڈ، راولپنڈی

ملنے کے پتے

- ☆ : احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی 051-5551167
- ☆ : مکتبہ غوثیہ، اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی 0321-5122632
- ☆ : ورلڈ ویو پبلشرز، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، لاہور 0333-3585426
- ☆ : والضحیٰ پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ، لاہور 0315-4959263
- ☆ : دارالسلام، بھاٹی گیٹ، لاہور 0321-9425765
- ☆ : اہل سنہ پبلی کیشنز، دینہ، ضلع جہلم 0321-7641096
- ☆ : مکتبہ نعیمیہ، دار لعلوم نعیمیہ، کراچی 0300-2080345
- ☆ حمید بک کارپوریشن، دربار مارکیٹ، لاہور 0303-6321609

تمام مسائل غور و فِکر کے بعد نیک نیتی سے لکھے گئے ہیں، اگر کوئی غلطی نظر آئے تو براہِ کرم —— ادارہ کو مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

عرض ناشر

اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ہر محاذ پر مسلک اہل سنت وجماعت کا نہ صرف دفاع کیا بلکہ مخالفین پر وہ حجت اور دلائل قائم کیے کہ انصاف پسند کو ماننے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوتا۔ انہی علمی مسائل میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کے بارے میں اجماعی و متفقہ عقیدہ اہل سنت پر ہندوستان کے چند تفضیلیوں نے اعتراضات کر کے اس کو عوام الناس میں مختلف فیہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے اعلی حضرت فاضل بریلوی میدان عمل میں آئے اور فرق تفضیلیہ کے رد میں متعدد کتب ورسائل لکھے اور پھر ان سے مناظرہ کر کے نہ صرف شکست دی بلکہ مخالف کو حق بات ماننے پر بھی مجبور کر دیا۔ حیات اعلی حضرت علیہ الرحمہ میں علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی فرقہ تفضیلیہ کے رد میں کتب کی فہرست لکھی۔ اس فہرست میں مطلع القمرین اور الزلال الانقی و دیگر کتب کے علاوہ تفضیلیہ سے مناظرہ کے بارے میں رسالہ فتح خیبر اور صمصام الحیدری کا ذکر تھا۔ مطلع القمرین اور الزلال الانقی پر تو کام منظر عام پر آچکا تھا، اس لیے فتح خیبر اور صمصام الحیدری کے مسودہ کے بارے میں پاک وہند کے متعدد علماء کرام سے رابطہ کیا مگر ان تصانیف کا کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ ایک مرتبہ ادارہ تحقیقات رضا، کراچی کا مرتب کردہ اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی کتب پر مشتمل سی ڈی کو دیکھا، تو اسی مجموعہ میں صمصام الحیدری کا مسودہ مل گیا، مگر ہر صفحہ کنارہ سے بریدہ ہونے کی وجہ سے عبارت مکمل نہ تھی اور مسودہ بھی مکمل نہ تھا جس کی وجہ سے عبارت کا تسلسل سمجھ میں نہیں آتا۔ اسی دوران علامہ اسید الحق قادری، بدایونی صاحب سے رابطہ ہوا تو ان سے فتح خیبر کے بارے میں ذکر کیا تو انہوں نے چند دنوں بعد فتح خیبر کا عکس

بھی بھیج دیا۔ اب ان مسودہ کو ترتیب دے کر منظر عام لانے پر کوشش کی مگر صمصام الحیدری کا مسودہ جس صاحب علم کو دکھایا ان کو اس مسودہ کی ترتیب کچھ سمجھ نہ آئی اور پھر مکمل عبارت نہ ہونے کی وجہ سے اس پر کسی نے کام کرنے کی ہمت نہ کی۔ ایک فاضل محقق نے کتاب کے اس مسودہ کو علامہ احمد مصباحی صاحب تک پہنچایا مگر شاید وہ اس نامکمل تحریر سے متفق نہ تھے بلکہ اس تحریر کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے طرف انتساب کو بھی مشکوک بتایا۔ کیونکہ مناظرہ کا مسودہ ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے جس کا ذکر متعدد مورخین اور سیرت نگاروں نے کیا ہے، اس لیے مناظرہ ہذا کو شائع کرنے کا ارادہ ہوا، اگر اس مسودہ میں کوئی غلطی یا کوتاہی ہوئی تو وہ ہم جیسے لوگوں کی وجہ سے ہے۔ مزید یہ کہ کسی بھی علمی نکتہ پر اختلاف ہونے پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فتاوی رضویہ کو فوقیت اور ترجیح ہوگی۔

پاس دوران علامہ فہیم رضوی عطاری صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہیں صمصام الحیدری پر کام کرنے کے بارے میں گذارش کی، تو علامہ فہیم رضوی عطاری صاحب نے گذارش قبول کی اور شاید ان کے پاس بھی اس کتاب کا کوئی نسخہ موجود تھا۔ علامہ فہیم رضوی صاحب نے کچھ عرصہ بعد کہا کہ کمپوزنگ اور تخریج مکمل ہوگئی ہے اور نظر ثانی ہو رہی ہے۔ اس مسودہ کا ایک پرنٹ کسی علامہ صاحب کے پاس دستیاب ہوا۔ اسی پرنٹ والے مسودہ سے دوبارہ کمپوزنگ کروائی گئی۔ اس مسودہ کی ایک کتابی ترتیب واضح ہوئی۔ صمصام الحیدری جو کہ تفضیلیہ سے ایک تحریری مناظرہ تھا، اس مناظرہ کی روداد بنام فتح خیبر اسی دور میں شائع ہوئی تھی، اس مناظرہ کی روداد کو بھی اس تحریری مناظرہ کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے تاکہ اس موضوع پر جو بھی علمی و تحقیقی مواد ہے وہ کتابی صورت میں آسکے۔ صمصام الحیدری کے بریدہ صفحات اور مسودہ نامکمل ہونے کے باوجود ایک تاریخی اہمیت کے ساتھ علمی شناخت بھی رکھتی ہے۔ میسر مسودہ کے صرف ۲۵

صفحات ہی دستیاب ہوئے جبکہ مسودہ کے آخری صفحہ ۹۲ پر اشتہار ہے، اس کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ صمصام الحیدری کے مسودہ کے تقریباً ۹۱ صفحات تھے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ مسودہ کے تقریباً ۶۶ صفحات دستیاب نہیں ہیں۔ جس اہل علم یا محقق کو اس کے صفحات میسر ہوں وہ رابطہ کرے تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کو شامل کیا جاسکے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے تفضیلیہ کے جن اشکال کے جوابات دیے وہ آج بھی مخالفین پر حجت ہیں اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جو سوالات قائم کیے وہ آج بھی فرقہ تفضیلیہ کو لاجواب کرتے ہیں ۔انہی سوالات کو پڑھ کر تفضیلیہ کے مناظر مولانا حسن سنبھلی صاحب نے اپنے موقف سے رجوع کیا۔

صمصام الحیدری کے بعض مقامات پر عوام الناس کے سمجھنے کے لیے بریکٹ ﴿﴾ [] میں چند عنوانات یا ذیلی عنوانات قائم کیے ہیں تاکہ بحث کا مقام واضح ہوسکے۔ مزید بریکٹ ﴿﴾ [] میں مسودہ کے جس صفحہ سے عبارت شروع ہوتی ہے اس کو بھی نقل کیا گیا ہے تاکہ تحقیق اور تقابل کرنے میں آسانی رہے۔ مسئلہ افضلیت میں مخالفین کے طرف سے ایک نکتہ قطعی اور ظنی کا ضرور زیر بحث لایا جاتا ہے، اس نکتہ پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی کتاب الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی ص۳۷۶ تا ص۳۸۶ سے ایک طویل اقتباس بھی نقل کیا گیا ہے جس میں کمال تحقیق مذکورہ نکتہ پر کی گئی ہے۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو لوگوں کے لیے ہدایت بنائے اور عقائد اہل سنت وجماعت کے دفاع کی ہمت دے۔ (آمین)

ڈائریکٹر

دارالتحقیق پبلشرز، فاونڈیشن

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شرف انتساب

میری یہ علمی کاوش اپنے والدین کریمین کے نام جنھوں نے میری پرورش کی خاطر عرصہ ٔدراز تک دنوں کی جگر کاوی اور راتوں کی اختر شماری کر کے مجھے پروان چڑھایا، میری تربیت کی اور جن کی دعاے سحر گاہی نے مجھے اس قابل بنایا۔

طالب دعا
فیصل خان رضوی
جولائی ۲۰۲۲ء

فہرست موضوعات

(۱) عرض ناشر ۳
(۲) فہرست موضوعات ۷
(۳) چند اہم نکات ۱۵
(۴) مسئلہ افضیلت پر چند علمی نکات ۱۵
(۵) تفضیلیہ کے چند فضول اعتراضات ۱۵
(۶) ظنی اور قطعی کی بحث ۱۵
(۷) قطعی بالمعنی الاخص (علم الیقین) کا منکر ۱۶
(۸) قطعی بالمعنی الاعم (علم طمانیت) کا منکر ۱۶
(۹) مسئلہ افضلیت کا تعلق قطعی کے کس قبیل سے ہے؟ ۱۸
(۱۰) تفضیلیہ پر شرعی حکم ۱۸
(۱۱) مسئلہ تفضیل میں نصوص کا تعارض ہونے کا احتمال اور اشکال ۲۸
(۱۲) تعارض صوری یا تعارض حقیقی؟ ۲۹
(۱۳) کیا ظنی اور قطعی میں تطبیق ممکن ہے؟ ۳۱
(۱۴) کیا مسئلہ تفضیل کا تعلق اعتقادیات سے؟ ۳۱
(۱۵) افضلیت کا تعلق اصول دین سے نہیں تو ماننا لازم نہیں ۳۲
(۱۶) ایسے تمام لوگوں کے لیے ایک ہی جواب ہے کہ ۳۲
(۱۷) قطعی و ظنی پر مزید وضاحت ۴۰

(۱۸) قطعی کی اقسام ۴۱
(۱۹) ظنی کی اقسام ۴۴
(۲۰) فائدہ نمبر۴ ۴۵
(۲۱) تنبیہ ۴۷
(۲۲) جدید اعتراض یا----؟ ۵۰
(۲۳) جواب ۵۰
(۲۴) فضلیت اور افضلیت میں فرق ۵۱
(۲۵) علامہ مناوی کی تحقیق ۵۱
(۲۶) مناظرہ کا پس منظر ۵۸
(۲۷) رسالہ فتح خیبر ۷۰
(۲۸) ملتمسات ضروریہ ۸۰
(۲۹) آمدم برسر مطلب ۸۵
صمصام الحیدری ۸۷
(۳۰) خطبہ ۸۸
(۳۱) جنبش اوّل صمصام حیدری ۹۲
(۳۲) ایکٹ اوّل قانون افتراء مجریہ کونسل جلیل سرکار تفضیل ۹۲
(۳۳) پہلا افتراء ۹۴
(۳۴) دوسرا افتراء ۹۵
(۳۵) تیسرا افتراء ۹۵
(۳۶) چوتھا افتراء ۹۵
(۳۷) پانچواں افتراء ۹۶

(۳۸) چھٹا افتراء ۹۶
(۳۹) ساتواں افتراء ۹۷
(۴۰) دسواں اور گیارہواں افتراء ۹۷
(۴۱) بارواں افتراء ۹۸
(۴۲) اقول ۹۸
(۴۳) تیرواں افتراء ۱۰۰
(۴۴) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بحیثیت خلیفہ ۱۰۰
(۴۵) چودھواں افتراء ۱۰۰
(۴۶) اقول ۱۰۱
(۴۷) حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا اسلام، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت ۱۰۲
(۴۸) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا لحاظ ۱۰۴
(۴۹) صحابہ کے مشاجرات میں دخل اندازی حرام ۱۰۵
(۵۰) تنبیہ ۱۰۵
(۵۱) پندرہوں افتراء ۱۰۶
(۵۲) اقول ۱۰۷
(۵۳) منکر افضلیت شیخین پر حدِ مفتری کی سزا ۱۰۷
(۵۴) سولواں افتراء ۱۱۳
(۵۵) غیبت کے متعلق احکامات شریعہ ۱۱۳
(۵۶) اقول اس کلام کو غیبت بتانا اور زیر آیہ کریمہ داخل ٹھہرانا شریعت مطہرہ پر محض افتراء۔ ۱۱۳
(۵۷) سترہواں تا اکیسواں افتراء ۱۱۶

(۵۸) حافظ ابن عبدالبر کے منقولہ اقوال کا جواب ____ ۱۱۷
(۵۹) بائیسواں افتراء ____ ۱۱۷
(۶۰) تئیسواں افتراء ____ ۱۱۸
(۶۱) چوبیسواں افتراء ____ ۱۲۱
(۶۲) پچیسواں افتراء ____ ۱۲۳
(۶۳) اقول ____ ۱۲۳
(۶۴) چھبیسواں افتراء ____ ۱۳۴
(۶۵) اقول ____ ۱۳۵
(۶۶) ستائیسواں افتراء ____ ۱۳۶
(۶۷) اقول ____ ۱۳۷
(۶۸) جنگ صفین و جمل سے خلافت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پر فرق پڑا؟ ۱۳۹
(۶۹) اٹھائیسواں افتراء ____ ۱۳۹
(۷۰) اقول ____ ۱۳۹
(۷۱) اُنتیسواں افتراء ____ ۱۴۳
(۷۲) اقول ____ ۱۴۳
(۷۳) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق تفصیلی اقوال محدثین ____ ۱۴۵
(۷۴) بتیسواں افتراء ____ ۱۴۵
(۷۵) اقول ____ ۱۴۵
(۷۶) تینتیسواں افتراء ____ ۱۶۴
(۷۷) اقول ____ ۱۶۴
(۷۸) چونتیسواں تا چھتیسواں افتراء ____ ۱۶۵

(۷۹) اقول ______ ۱۷۲
(۸۰) اڑتیسواں افتراء ______ ۱۷۷
(۸۱) اقول ______ ۱۷۷
(۸۲) انتالیسواں افتراء ______ ۱۷۷
(۸۳) اقول ______ ۱۷۷
(۸۴) چالیسواں افتراء ______ ۱۷۹
(۸۵) اکتالیسواں افتراء ______ ۱۷۹
(۸۶) اقول ______ ۱۷۹
(۸۷) بیالیسواں افتراء ______ ۱۸۰
(۸۸) تینتالیسواں افتراء ______ ۱۸۱
(۸۹) افضلیت شیخین کی مخالف روایات پر حکم شرعی ______ ۱۸۱
(۹۰) چوالیسواں افتراء ______ ۱۸۱
(۹۱) جزوی فضائل اجماع کے مخالف نہیں! ______ ۱۸۵
(۹۲) پینتالیسواں افتراء ______ ۱۸۵
(۹۳) چھیالیسواں افتراء ______ ۱۸۶
(۹۴) سینتالیسواں افتراء ______ ۱۸۶
(۹۵) اقول ______ ۱۸۶
(۹۶) اڑتالیسواں افتراء ______ ۱۸۶
(۹۷) اقول ______ ۱۸۶
(۹۸) یزید پلید -علیہ ما علیہ- کے متعلق افکار اعلیٰ حضرت ______ ۱۸۷
(۹۹) اُنچاسواں افتراء ______ ۱۸۷

(۱۰۰) اقول ۔۔۔ ۱۸۷
(۱۰۱) پچاسواں تا باونواں افتراء ۔۔۔ ۱۸۹
(۱۰۲) اقول ۔۔۔ ۱۹۰
(۱۰۳) ترپنواں افتراء ۔۔۔ ۱۹۰
(۱۰۴) اقول ۔۔۔ ۱۹۰
(۱۰۵) چون پچپن افتراء ۔۔۔ ۱۹۰
(۱۰۶) اقول ۔۔۔ ۱۹۱
(۱۰۷) چھپنواں افتراء ۔۔۔ ۱۹۲
(۱۰۸) اقول ۔۔۔ ۱۹۲
(۱۰۹) ستاونواں افتراء ۔۔۔ ۱۹۲
(۱۱۰) اقول ۔۔۔ ۱۹۳
(۱۱۱) اٹھاونواں ، انسٹھواں افتراء ۔۔۔ ۱۹۳
(۱۱۲) اقول ۔۔۔ ۱۹۳
(۱۱۳) ثانیاً ۔۔۔ ۱۹۳
(۱۱۴) مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے افضلیت شیخین تواتر سے منقول ۱۹۴
(۱۱۵) ساٹھواں افتراء ۔۔۔ ۱۹۶
(۱۱۶) اقول ۔۔۔ ۱۹۶
(۱۱۷) اکساٹھواں افتراء ۔۔۔ ۱۹۸
(۱۱۸) اقول ۔۔۔ ۱۹۸
(۱۱۹) ایکٹ دوم قانون تناقص ۔۔۔ ۱۹۸
(۱۲۰) پہلا تناقص ۔۔۔ ۱۹۸

(۱۲۱) اہلسنت و جماعت کی حقانیت جانچنے کا طریقہ ___ ۱۹۸
(۱۲۲) اہلسنت صراط مستقیم پر ہیں ___ ۱۹۹
(۱۲۳) دوسرا تناقض ___ ۲۰۰
(۱۲۴) تیسرا تناقض ___ ۲۰۱
(۱۲۵) چوتھا تناقض ___ ۲۰۲
(۱۲۶) چھٹا تناقض ___ ۲۰۳
(۱۲۷) ساتواں تناقض ___ ۲۰۳
(۱۲۸) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام سے اوپر صرف مقام نبوت ___ ۲۰۳
(۱۲۹) آٹھواں تناقض ___ ۲۰۵
(۱۳۰) نواں تناقض ___ ۲۰۷
(۱۳۱) دسواں تناقض ___ ۲۰۷
(۱۳۲) افضلیت شیخین رضی اللہ عنہما پر اجماع اُمت ہے ___ ۲۰۸
(۱۳۳) گیارہواں تناقض ___ ۲۰۸
(۱۳۴) بارواں تناقض ___ ۲۱۰
(۱۳۵) تیرہواں تناقض ___ ۲۱۰
(۱۳۶) چودھواں تناقض ___ ۲۱۰
(۱۳۷) پندرہواں تناقض ___ ۲۱۱
(۱۳۸) سولہواں تناقض ___ ۲۱۱
(۱۳۹) ستراواں تناقض ___ ۲۱۱
(۱۴۰) اٹھارہوں تناقض ___ ۲۱۲
(۱۴۱) انیسواں تناقض ___ ۲۱۲

(۱۴۲) بیسواں تناقض ۲۱۳
(۱۴۳) اکیسواں تناقض ۲۱۳
(۱۴۴) تئیسواں تناقض ۲۱۴
(۱۴۵) چوبیسواں تناقض ۲۱۵
(۱۴۶) پچیسواں تناقض ۲۱۶
(۱۴۷) چھبیسواں تناقض: ۲۱۶

﴿چند اہم نکات﴾

مسئلہ افضیلت پر مناظرہ کی تفصیل سے قبل مناسب ہے کہ چند علمی نکات کو واضح کیا جائے تاکہ قارئین کے لیے بحث کو سمجھنا آسان اور حقیقت کا ادراک ہو سکے۔
اکثر تفضیلیہ عوام الناس کو تشکیک میں مبتلا کرنے کے لیے چند فضول اعتراضات کرتے رہتے ہیں جس کے جواب علماء کرام نے تفصیل سے دیے ہیں۔ اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ایسے اشکالات کے علمی و تحقیقی جوابات اپنی کتاب "الزلال النقی من بحر سبقۃ الاتقی" میں ص ۳۷۶ تا ص ۳۸۶ تک تفصیل سے دیے ہیں۔

﴿ظنی اور قطعی کی بحث﴾

اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ [1]

اس مقام کی تحقیق۔ اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ ملک العلام نے میرے دل میں القا فرمایا۔ یہ ہے کہ علم قطعی دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اول: یہ ہے کہ احتمال بالکل ہی منقطع ہو جائے، اور اس کا نام ونشان نہ رہے، یہ اخص اعلی ہے جیسا کہ اس محکم اور مفسر میں ہوتا ہے جو متواتر ہیں، [اصول دین اور عقائد اسلام میں یہی علم قطعی مطلوب ہوتا ہے۔ یہاں خبر مشہور بھی کافی نہیں]

دوم: یہ کہ اس جگہ ایسا احتمال نہ ہو جو کسی دلیل سے پیدا ہو، اگرچہ نفس احتمال باقی ہو، جیسے معنی مجازی مراد لینا یا کسی عام میں تخصیص کر دینا، اور ان کے علاوہ تاویل کی دوسری قسمیں جو ظاہر، نص اور احادیث مشہورہ میں ہوتی ہیں۔

---

(۱) الزُّلالُ الأنقٰی مِنْ بَحْرِ سَبقَةِ الأَتْقٰی ص ۳۷۶ تا ص ۳۸۶

﴿قطعی بالمعنی الاخص (علم الیقین) کا منکر﴾

پہلے معنی کا نام علم الیقین ہے، اس کا مخالف و منکر کافر ہے، مگر اس میں ایک اختلاف ہے، فقہائے کرام علی الاطلاق اس کے منکر کو کافر کہتے ہیں۔ اور علمائے متکلمین اس میں ضروریات دین کی قید لگاتے ہیں۔ (۲)

﴿قطعی بالمعنی الاعم (علم طمانیت) کا منکر﴾

دوسرے معنی کا نام علم طمانیت ہے، اس کا مخالف و منکر بدعتی اور گمراہ ہے، اس کو کافر کہنے کی گنجائش نہیں،

- جیسے قیامت کے دن اعمال کو تولنے کا مسئلہ، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: {وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ}
- اور قیامت کے دن تولنا برحق ہے۔ اس آیت میں احتمال ہے کہ اعمال تولنے کا مطلب "پرکھنا" ہو یعنی اعمال کو پرکھا جائے گا، مگر یہ ایسا احتمال ہے جس کی طرف پھیرنے والی کوئی چیز نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل ہے۔ جب پرکھنے کے معنی لیے جائیں گے تو یہ تمھارے اس قول کی طرح ہوگا کہ میں نے اس کو میزان عقل میں تولا، اور یہ معنی اہل عرب کی طرح عجم میں بھی رائج ہیں، تم کہتے ہو: "سخن سنج" یعنی کلام کو پرکھنے والا۔
- اسی طرح مومنین کے لئے دیدار الٰہی کا مسئلہ ہے (رزقنا المولیٰ بفضلہ العمیم) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

---

(۱) اس کی ایک مثال یہ دی گئی کہ لڑکی کی موجودگی میں پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا، یہ قرآن کے نص قطعی غیر محتمل تاویل سے ثابت ہے، مگر ضروری دینی کی حد کو نہ پہنچا، اگر کوئی اس کا منکر ہو تو فقہا انکار قطعی کی وجہ سے اس کی تکفیر کریں گے اور متکلمین اس کی تکفیر نہ کریں گے، اس لیے کہ یہ ایسے قطعی کا انکار ہے جو ضروری دینی کی حد کو نہ پہنچا۔ (مترجم)

قطعی بالمعنی الاخص (علم الیقین) کا منکر

پہلے معنی کا نام علم الیقین ہے، اس کا مخالف و منکر کافر ہے، مگر اس میں ایک اختلاف ہے، فقہائے کرام علی الاطلاق اس کے منکر کو کافر کہتے ہیں۔ اور علمائے متکلمین اس میں ضروریات دین کی قید لگاتے ہیں۔[۲]

قطعی بالمعنی الاعم (علم طمانیت) کا منکر

دوسرے معنی کا نام علم طمانیت ہے، اس کا مخالف و منکر بدعتی اور گمراہ ہے، اس کو کافر کہنے کی گنجائش نہیں،

- جیسے قیامت کے دن اعمال کو تولنے کا مسئلہ، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: {وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ٍ الْحَقُّ}
- اور قیامت کے دن تولنا برحق ہے۔ اس آیت میں احتمال ہے کہ اعمال تولنے کا مطلب "پرکھنا" ہو یعنی اعمال کو پرکھا جائے گا، مگر یہ ایسا احتمال ہے جس کی طرف پھیرنے والی کوئی چیز نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل ہے۔ جب پرکھنے کے معنی لیے جائیں گے تو یہ تمہارے اس قول کی طرح ہوگا کہ میں نے اس کو میزان عقل میں تولا، اور یہ معنی اہل عرب کی طرح عجم میں بھی رائج ہیں، تم کہتے ہو: "سخن سنج" یعنی کلام کو پرکھنے والا۔
- اسی طرح مومنین کے لئے دیدار الٰہی کا مسئلہ ہے (رزقنا المولیٰ بفضله العميم)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

---

(۱) اس کی ایک مثال یہ دی گئی کہ لڑکی کی موجودگی میں پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا، یہ قرآن کے نص قطعی غیر محتمل تاویل سے ثابت ہے، مگر ضروری دینی کی حد کو نہ پہنچا، اگر کوئی اس کا منکر ہو تو فقہا انکار قطعی کی وجہ سے اس کی تکفیر کریں گے اور متکلمین اس کی تکفیر نہ کریں گے، اس لیے کہ یہ ایسے قطعی کا انکار ہے جو ضروری دینی کی حد کو نہ پہنچا۔ (مترجم)

﴿وُجُوۡهٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾﴾ (۳)

کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ۔ اس آیت میں معنیٰ امید ورجا کا احتمال ہے، [یعنی اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے کا مطلب یہ کہ اس سے آس لگائے ہوں گے]اہل عرب وعجم کے محاورات اس طرح کے معنی پر بھی متفق ہیں، تم کہتے ہو "آں دست نگر من است" وہ میرے ہاتھ پر نظر رکھنے والا ہے۔ یعنی وہ میری عطا کا امیدوار اور میری بخشش کا محتاج ہے۔

- اسی طرح تمام آسمانوں کی بلندی تک معراج کا مسئلہ،
- اور حضور سید عالم مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے شفاعت کبریٰ کا مسئلہ۔

✵ یہ تمام عقائد ومسائل ایسے نصوص سے ثابت ہیں جو قطعی بمعنی ثانی ہیں، اسی لیے تو ہم معتزلہ اور اہل تاویل قدیم روافض (۴) کی تکفیر نہیں کرتے۔

اسی طرح ظن کے بھی دو معنی ہیں :اس لیے کہ عام کا مقابل (ضد) خاص اور خاص کا مقابل عام ہوتا۔ کما لا یخفیٰ (۵)

---

(۳) پ۲۹، القیامۃ:۲۳،۲۲

(۴) یہ قید اس لیے ہے کہ موجودہ روافض اکثر مرتد ہیں، کیوں کہ ضروریات دین کے منکر ہیں۔اسی پر میرا فتویٰ ہے اور یہی میرا مذہب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(۵) ظنی اسے کہتے ہیں جس میں کوئی احتمال ہو۔اگر احتمال کسی دلیل کی بنیاد پر ہے تو یہ ظنی بالاخص ہے۔اور بلا دلیل ہے تو ظنی بالاعم۔اسی کو اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ عام کا مقابل خاص اور خاص کا مقابل عام ہوتا ہے۔

مزید وضاحت یوں ہے: کہ قطعی اور ظنی کے درمیان اگر ہر ایک کی قسموں کا لحاظ رکھا جائے تو نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے۔ یعنی ظنی اسے کہتے ہیں جس میں احتمال ہو، اگر احتمال

مسئلہ افضلیت کا تعلق قطعی کے کس قبیل سے ہے؟

جب تم یہ جان چکے، تو ہمارے اس زیر بحث مسئلہ تفضیل میں اگر قطعی بالمعنی الاخص مراد لیا جائے تو یہ مشکل ترین راستہ ہے، اس لیے کہ اس مسئلہ کا ثبوت یا تو نص سے ہے یا ظاہر سے، اور یہ دونوں تاویل کو قبول کرتے ہیں، خواہ ضعیف و بعید تاویل ہو۔ یا۔ ابعد و اضعف (۶)، جیسے ہماری بحث میں "اتقی" کے سلسلہ میں احتمال ہے کہ مجازاً وہ شخص مراد ہو جو تقوی و پرہیز گاری میں بڑی حد کو پہنچا ہوا ہے اگر چہ وہ سب سے زیادہ متقی نہیں۔ اسی طرح احادیث میں لفظ "افضل" جو وارد ہوا اس میں احتمال ہے کہ یہاں "من" مقدر ہو، جیسے قائل کا قول: "فلان أعقل الناس" یعنی فلاں عام لوگوں سے زیادہ عقل مند ہے۔ اور وہ احادیث جو اس سلسلہ میں مفسر و محکم وارد ہوئیں وہ اخبار احاد ہیں، ان میں ہم تک منقول ہو کر آنے کے سلسلہ میں احتمال ہے۔

تفضیلیہ پر شرعی حکم

لیکن زیر بحث مسئلہ میں ہمیں قطعی بالمعنیٰ الاخص سے کیا غرض، اس لیے کہ ہم فرقہ تفضیلیہ کو کافر تو نہیں کہتے، معاذاللہ! کہ ہم انہیں کافر کہیں۔

لیکن بدعت و بد مذہبی کا ثبوت قطعی بمعنی ثانی کی مخالفت سے ہو جاتا ہے اور وہ بلاشبہ حاصل ہے، اس کے انکار کی گنجائش نہیں، ہاں جو غافل ہو یا زبردستی غافل بنے وہ انکار کر بیٹھے تو یہ اس کی اپنی کمی اور کوتاہی ہے۔

بالدلیل ہے تو یہ ظنی بالمعنی الاخص ہے، اور بلا دلیل ہے تو ظنی بالمعنی الاعم ہے۔ چناں چہ قطعی بالمعنی الاعم اور ظنی بالمعنی الاعم مادۂ اجتماع ہے۔ کہ احتمال ہے تو ظنی ہوا۔ اور بلا دلیل ہے تو قطعی رہا۔ رہے قطعی بالمعنی الاخص اور ظنی بالمعنی الاخص تو ان دونوں میں افتراق و جدائی ہے۔ کیوں کہ قطعی اخص میں سرے سے احتمال ہی نہیں۔ اور ظنی اخص میں احتمال بالدلیل ہے۔ (مترجم)

(۶) نشر بر خلاف لف ہے (لف و نشر غیر مرتب ہے) کیوں کہ "ظاہر" میں احتمال، بعید ہوتا ہے اور "نص" میں ابعد، جیسا کہ تلویح وغیرہ میں ہے۔ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اس سلسلہ میں واضح اور کثرت سے نصوص آئے اور احادیث تواتر معنوی کی حد کو پہنچ گئیں۔ لہذا اگر رکیک احتمالات بلادلیل رونما ہوں بھی تو قطعی بمعنی ثانی میں خلل انداز نہ ہوں گے، جیساکہ علمائے اصول نے اس کی تصریح فرمائی۔

پھر ہمارے لیے نور علی نور اور ہدایت بالائے ہدایت یہ ہے کہ ہمارا موقف صحابہ کرام اور تابعین عظام کے اجماع سے مؤید ہے، جیسا کہ جمہور ائمہ اعلام نے اس کو نقل فرمایا۔ ناقلین میں سے صحابہ میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرہ۔ تابعین میں میمون بن مہران۔ اور تبع تابعین میں امام شافعی اور ان کے علاوہ دیگر حضرات اس کثرت سے ہیں جن کا شمار نہیں۔

❁ البتہ یہاں ابن عبد البر نے بطور حکایت ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو بکر و علی کی تفضیل میں سلف کا اختلاف تھا جو نہ درایۃً معقول اور نہ روایۃً مقبول، جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "مطلع القمرین فی اِبانۃ سبقۃ العمرین" میں اس کو تحقیق سے بیان کیا۔(۷)

---

(۷) **اشتباہ:** یہاں حضرات سنفضیہ کو ہلدی کی گرہ ایک عبارت ابو عمر بن عبد البر "صاحب استیعاب" کی سنی سنائی۔ یا کسی اردو فارسی کے رسالہ میں دیکھ کر ہاتھ لگ گئی ہے۔

اس پر وہ قیامت کے ناز ہیں کہ جامہ میں پھولے نہیں سماتے، انہوں نے کہیں لکھ دیا ہے کہ صحابہ میں دو چار حضرات تفضیل حضرت مولا کے بھی قائل تھے، اے میرے پروردگار! اب صبر کی مجال کہاں، ایک غل پڑ گیا کہ حضرت بھلا اجماع کیسا، یہ مسئلہ خود صدر اول میں مختلف فیہ رہا ہے، اب ہمیں اختیار ہے چاہیں مانیں، چاہیں نہ مانیں۔

انتباہ: ان للہ وانا الیہ راجعون، آدمی مطلب کی بات کو گو نہایت خفی و دور، اور راہِ حق سے مہجور ہو، کس قدر جلد مرحبا کہہ کر لیتا ہے۔ اور خلاف مقصود کو اگرچہ کس قدر جلی و صریح درد شن دلائل ساطعہ کے جڑاؤ، گہنوں سے سرتاپا مزین ہو، ہرگز مسندِ قبول پر جگہ نہیں دیتا۔

عزیزو! اتنا تو خیال کر لیا ہوتا کہ ابو عمر بن عبد البر سے پہلے ہزار ہا ائمہ دین و علمائے محدثین گزرے، وہ ناقدین جن کی عمر عزیز تجسس اخبار و تفحص آثار میں گزری، منزلوں منزلوں جمع علوم متفرقہ کے لئے مسافرت کی، اسی تنقیح و تفتیش میں رات کے سونے، دن کے کھانے سے

حظ نہ اٹھایا، اس تلاش وکنکاش میں اپنا چین آرام یک لخت ترک فرمایا، یہاں تک کہ ان کی کمر ہمت دین متین کی پشت پناہ ٹھہری، اور انہی کی بانٹی ہوئی دولت بقدر حصہ ابن عبد البر کو پہونچی، اگر یہ روایت در حقیقت صحیح و معتبر ہوتی تو سخت تعجب کہ وہ اکابر دین اس سے محض غافل رہ جائیں، اور برابر بے ذکر خلاف اجماع صحابہ وتابعین کی تصریحیں فرمائیں، اور ساڑھے تین سو برس کے بعد ابن عبد البر اس پر آگاہی پائیں۔(۱)

مگر شیخ محقق کا ارشاد نہ سنا کہ

"جمهور ائمه در یں باب اجماع نقل کنند"

جمہور آئمہ دین نے اس باب میں اجماع نقل کیا ہے۔

(تکمیل الایمان، صفحہ ۱۰۷ (اُردو) مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور)

جیسا کہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ:

"علماء بیان کرتے ہیں کہ ابن عبد البر کا یہ قول معتبر نہیں ہے کیونکہ یہ شاذ روایت ہے جو جمہور کے قول کے مخالف ہونے کے باعث معتبر نہیں ہے اور جمہور آئمہ کا اجماع اس باب میں نقل کیا جا چکا ہے۔"

آخر متاخرین کو علوم روایات سے جو کچھ پہنچتا ہے، متقدمین ہی کے واسطے سے ملتا ہے، یا بیچ میں چند صدی کارہ کر آتا ہے۔ اب دو حال سے خالی نہیں، یا تو یہ روایت ان اکابر کو جو ابن عبد البر کے بھی ائمہ ومشائخ ہیں پہنچی، اور عیاذاً باللہ ان سب نے اس کے چھپانے پر اتفاق کر لیا، جب تو سخت مصیبت ہے، ایسا دعوی کرنے والا اپنے دین سے ہاتھ دھو بیٹھے، آخر تمام شرع شریف، قرآن وحدیث جو کچھ پہنچا انہی حضرات کے واسطے سے پہنچا، جب یہاں انہوں نے ایک روایت کی کتمان پر اتفاق کر لیا تو امان اٹھ گئی، کیا معلوم ایسے ہی اور بہت آیات واحادیث چھپا ڈالی ہوں، وہی رافضیوں والا مذہب آگیا کہ اصحاب رسول ﷺ نے قرآن مجید میں بہت تبدیل و تنقیص کر دی ،اعوذ باللہ من وساوس الشیطان اللعین۔

یا یہ ہوا کہ انہوں نے اس پر اطلاع پائی اور اپنی بصیرت ناقدہ و قریحت واقدہ سے اس کی بے اعتباری ونا سزاواری دریافت کر لی، لہٰذا اس کی جانب التفات نہ کیا، اور اسے خلل انداز اجماع

نہ سمجھا، تو اب ایک ابن عبد البر کے کہنے سے ان اکابر ائمہ کا نا معتبر سمجھنا کیوں کر مدفوع ہو سکتا ہے۔ بڑی وجہ اس خدشہ داہیہ کے دفع کی تو یہ ہے۔

وجہ دوم: اگر اس روایت کی صحت تسلیم بھی کر لی جائے تو ممکن کہ شاید ان اکابر نے جنہوں نے اس پر التفاف نہ فرمایا، اس خلاف کا وقوع بعد انعقاد واجماع سمجھا ہو، اور بے شک جو خلاف بعد تحقق اجماع واقع ہو دافع اجماع اور قابل قبول نہیں، ہکذا قالوا۔

اقول: وربی یغفرلی، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ممکن کہ اس خلاف کا تحقق قبل از انعقاد اجماع ہو، بعدہ ان صحابہ پر بھی دلائل افضلیت شیخین لائح ہو گئے اور اسی کی طرف رجوع فرمائے۔ اب اجماع کامل منعقد ہو گیا اور بے شک اہل خلاف جب رجوع کر کے شریک جمہور ہو جائیں تو خلاف سابق محض مضمحل ہو جاتا ہے۔

اور اس کے لئے نفس مسئلہ میں نظیر بھی موجود، حضرت ابو جحیفہ وہب الخیر رضی اللہ عنہ پہلے جناب مرتضوی کو افضل جانتے تھے، یہاں تک کہ حضرت مولی نے انہیں تفہیم اور حق صریح کی تلقین فرمائی، اس روز سے وہ بھی تفضیل شیخین کی طرف لوٹ آئے (مسند احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، جلد ۱، صفحہ ۸۸۲، رقم ۱۰۰۲، السنۃ لعبد اللہ بن احمد بن حنبل، باب سئل عمن قال خیر هذه الامة بعد نبیها ابو بکر و عمر، صفحہ ۵۳۸ رقم الحدیث ۱۳۷۶) **كماسيأتي في الفصل الخامس من هذا الباب إن شاء الله تعالى۔**

وجہ سوم: مانا کہ ابتدا سے اختلاف مگر ایسا خلاف، شاذ، نادر، مرجوح، ضعیف، انعقاد اجماع میں خلل انداز نہیں۔ (اگر اقوال شاذہ اجماع میں خلل انداز ہو تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ مسئلہ، متعہ نساء، سماع اموات، دیدارِ الٰہی و معراج جسمانی پر بھی صحابہ کرام کا اجماع نہ ہوا ہو لہٰذا اقوال شاذہ و مردودہ کو اجماع کا مزاحم ماننا نادانی اور ناانصافی کا مقتضی ہے۔)

اقول: وربی غفار الذنوب، کس قدر جوشِ بد دیانتی ہے، بالفرض اگر اس خلاف کا تحقق اول سے آخر تک تسلیم کر لیا جائے تو اس طرف سوادِ اعظم کے ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں، کیا ارباب قلوب سلیمہ صرف اجماع کامل قطعی کی مخالفت سے بچتے ہیں اور سوادِ اعظم کے خلاف کو کوئی آفت نہیں سمجھتے۔ ذرا صبر کیجیے، ہم تنبیہ الختام میں جو حدیثیں ذکر کریں گے ان کا انتظار

رکھیے۔ پھر یہ خوشی کس بات کی ہے، اگر کوئی صوت تمہارے لئے جواز مخالفت کی مل جاتی تو البتہ فرح وسرور کی جگہ تھی۔

للہ انصاف! اگر یہ مقدمہ مان لیا جائے کہ اجماعی مسئلہ میں کوئی حکایت خلاف، اگرچہ روایت ودرایت اس کے مساعد نہ ہوں ہاتھ آجائے، اس میں ہر کسی کو قبول وعدم قبول کا اختیار رہتا ہے، گو اس طرف ان معدودین کے سوا کافہ اکابر ملت وصنادید امت ہوں، تو یقین جان لو کہ اسی وقت دو ثلث شریعت درہم وبرہم ہوئی جاتی ہے کہ وہ مسائل تو اقل قلیل ہیں جن میں کوئی قول شاذ خلاف پر نہ مل سکے۔ بہت مسائل مسلمہ مقبولہ جنہیں ہم اہل حق اپنا دین وایمان سمجھے ہوئے ہیں ان کے خلاف میں بھی ایسے اقوال مرجوحہ، مجروحہ، مہجورہ، مطروحہ بتلاش مل سکتے ہیں، کتابوں میں غث وسمین اور رطب ویابس کیا کچھ نہیں ہوتا، مگر خدا اسلامت طبع دیتا ہے، تو صحیح وسقیم میں امتیاز میسر ہوتا ہے، ورنہ انسان ضلالِ بدعت، یا وبال حیرت میں سرگرداں رہ جاتا ہے۔ اگر شریر طبیعتوں، فاسد طینتوں کا خوف نہ ہوتا تو فقیر اپنی تصدیق دعویٰ کو چند مسائل اس قسم کے معرض تحریر میں لاتا، مگر کیا کیجیے کہ بعض طبائع اصل جبلت میں حساسہ جساسہ بنائے گئے ہیں کہ شب وروز تتبع اباطیل وتفحص قال وقیل میں رہتے ہیں۔ کما قال ربنا تبارک وتعالیٰ: یہ طبیعتیں جہاں اپنی شرارت سے ادنیٰ موقع رخنہ اندازی کا پاتی ہیں ہدم بنیان اسلام کے لئے کمربستہ ہو جاتی ہیں، أعاذنا الله من شرهن آمین (اللہ ہمیں ان کے شر سے بچائے رکھے! آمین)

مگر گلے نمونہ از چمن، حدیث "من كنت مولاه فعلي مولاه" (مسند البزار، مسند زید بن ارقم، جلد ۳، صفحہ ۶۷، رقم الحدیث ۴۲۹۸، السنن للترمذی، مناقب علی بن اَبی طالب، جلد ۲، صفحہ ۱۷۵، رقم ۳۶۴۶، سنن النسائی الکبری، ذکر منزلۃ علی بن اَبی طالب، جلد ۳، صفحہ ۱۰۸، رقم ۸۳۹۹، مسند احمد بن حنبل، حدیث البرا ابن عازب، جلد ۵، صفحہ ۴۳۶، رقم ۱۷۷۴۹) کی صحت مختلف فیہ ہے، جمہور ائمہ اسے صحیح جانتے، اور ابوداؤد صاحب سنن وابوحاتم رازی وغیرہم اجلہ اکابر محدثین جن کی نقادی وامامت وبصری وجلالت آفتاب نیم روز سے اظہر، اس میں جرح وطعن رکھتے ہیں۔ (جیسا کہ اس حدیث مبارکہ کی ایک سند میں "عبد الغفار بن القاسم" ہے، امام حجر ابن عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "رافضی لیس بثقہ" علی بن المدینی فرماتے ہیں۔ "کان یضع الحدیث" اور امام بخاری فرماتے ہیں۔ "لیس بالقوی عندھم" امام ابوداؤد فرماتے ہیں: "انا اشھد

ان ابا مریم کذاب" امام ابو حاتم الرازی فرماتے ہیں: "متروک الحدیث" اسی طرح امام نسائی فرماتے ہیں۔ "متروک الحدیث" امام دار قطنی فرماتے ہیں "متروک" اس کے علاوہ امام ساجی، امام عقیلی، امام ابن الجارود اور امام ابن شاہین نے "عبد الغفار بن قاسم ابو مریم الانصاری" کو اپنی اپنی کتاب الضعفاء میں لکھا ہے۔)

آیا اگر کوئی شخص اس خلاف کے اعتبار سے حدیث کو صحیح نہ جانے، اور عیاذاً باللہ حضرت مولا کا مولی المسلمین ہونا نہ مانے تو تم اسے معذور رکھو گے؟ اور اس کے اس انکار کو مکروہ نہ جانو گے؟۔

حاشا! ہرگز ایسا نہ ہو گا، بلکہ اسے اس کے شنیع منکر کے مقتضی سے بدر جہا زائد تشنیع وملامت کا مستحق سمجھو گے حالانکہ یہ خلاف اس خلاف سے بمراتب محکم و ثابت تر ہے جس کا دامن پکڑ کر تم نے تفضیل شیخین سے انکار اپنے حق میں روا ٹھہرا لیا، بلکہ تمہارے سامنے تو اگر کوئی عارف بصیر حدیث: " لحمه من لحمي و دمه من دمي "(اس کا گوشت میرا گوشت اس کا خون میرا خون۔ (الضعفاء الكبير للعقيلي، من اسمه داهر بن يحيى الرازي، جلد ۱، صفحه ۴۲۶، رقم ۵۶۶، ذخیرہ الفاظ لابن طاهر المقدسی، جلد ۲، صفحه ۷۷۷، رقم ۱۴۸۷) کی اسناد مظلم و شنیع کی خرابیاں ظاہر کرے گا، اس کے دشمن ہو جاؤ گے، اگرچہ در حقیقت وہ روایت ایسی ہی ہے جسے کوئی ماہر فن صالح قبول واعتبار نہیں کہہ سکتا، کما سنذکرہ في الخاتمة إن شاء الله

پھر اس تحکم وزبردستی کا کیا علاج کہ جو تمہارے زعم میں تمہارے موافق ہو، اگرچہ مجروح ہو مقبول، اور جو تمہارے اوہام باطلہ کے قلع قمع پر ناطق ہو، اگرچہ منصور ہو مخذول، فالی اللہ الشکوٰی والیہ الرجعٰی

وجہ چہارم: وہ چند صحابی جن سے ابن عبد البر نے تفضیل حضرت مرتضوی نقل کی، اس سے یہی معنی بالتعیین مفہوم نہیں ہوتے کہ وہ حضرت مولی کو شیخین پر فضل کلی مانتے ہوں، ممکن کہ تقدم اسلام وغیرہ فضائل خاصہ جزئیہ میں تفضیل دیتے ہوں، اور یہ معنی ہمارے منافی مقصود نہیں کہ ہم خود مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے لئے خصائص کثیرہ کا ثبوت تسلیم کرتے ہیں۔ کلام ہمارا افضلیت بمعنی کثرت ثواب وزیادت قرب ووجاہت میں ہے، جب تک ان روایات میں جناب مولی کی نسبت اس معنی کی تصریح نہ ہو ہم پر وارد اور مزاج اجماع کی مفسد نہیں ہو سکتیں۔

اقول: وباللہ التوفیق، بلکہ ظن غالب یہی ہے، اور فقیر اس پر چند شاہد عدل رکھتا ہے:

شاہد اول: حفظ حرمت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کہ اس قدر تو یقینا معلوم کہ ان چھ سات کے سوا تمام صحابہ تفضیل شیخین پر اتفاق کئے ہوئے تھے، اور احادیث اس بارے میں اس قدر بکثرت وارد جن کا اجلۂ اصحاب پر پوشیدہ رہنا عقل گوارا نہیں کرتی، مخالفت سوادِ اعظم وخلاف احادیث سید اکرم ﷺ کیسی سخت شناعت ہے، اور اس کا صحابہ کی طرف بزور زبان نسبت کرنا کس درجہ گستاخی ووقاحت۔

شاہد ثانی: خود وہ روایت جس میں ابو عمر نے ان صحابہ سے تفضیل حضرت مولا نقل کی اس میں یہ الفاظ موجود کہ وہ حضرات فرماتے تھے: **إن علیاً أول من أسلم**، بے شک علی سب سے پہلے اسلام لائے کمافي الصواعق۔ تو واضح ہوا کہ **وہ تاویل جو علمانے پیدا کی تھی اس کا مؤید صریح خود نفس کلام میں موجود**۔[اسی طرح کا کلام محدث ابن عبد البر نے خود ہی نقل کیا ہوا ہے۔

عَنْ سلمان، وَأَبِي ذر، والمقداد، وخباب، وجابر، وَأَبِي سَعِيد الْخُدْرِيّ، وزيد بْن الأرقم- أن علي بْن أَبِي طالب رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أول من أسلم، وفضله هؤلاء على غيره..الاستيعاب ۳/ ۱۰۹۰، اس عبارت میں وجہ فضیلت واضح اور علت "اول اسلام لانا" موجود ہے۔ **فیصل رضوی**]

شاہد ثالث: ہم ان شاء اللہ تعالیٰ باب ثانی کی فصل میں ثابت کریں گے کہ خلافت صدیق پر بنائے تفضیل تھی۔ فاروق اعظم وغیرہ صحابہ نے ان کی فضیلت مطلقہ ثابت کی، اور اسی پر نزاع منقطع ہو کر بیعت واقع ہو گئی، اور پھر ظاہر کہ ان بیعت کرنے والوں میں وہ صحابہ بھی تھے جن سے ابن عبد البر نے یہ روایت شاذہ نقل کی، اگر انہیں تفضیل صدیق میں خلاف ہوتا تو یقینا ظاہر فرماتے کہ وہ اساطین دین اظہار حق میں ہر گز مداہنت نہ رکھتے، اور لومت لائم کو مطلق خیال میں نہ لاتے۔ تم نے بھی سنا ہوگا "الساكت عن الحق شيطان أخرس" (کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام البزدوی، باب الاجماع، جلد ۳، صفحہ ۳۴۳) حق بات کے اظہار سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے۔ حاشا کہ یہ شناعت فظیعہ ان کے دامن پاک کو لاحق ہو، پس بالضرور اگر انہوں نے مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو افضل کہا تو اور ہی باتوں میں کہا، جو فضیلت متنازع فیہا سے مطلق علاقہ نہیں رکھتیں۔ (خلفاء اربعہ کی خلافت اور ان کو خلیفہ بنانا افضلیت مطلقہ کی وجہ سے تھی، اس پر تفصیلی دلائل راقم کی کتاب میں ملاحظہ کیجئے۔ **فیصل خان رضوی**)

شاہد رابع: ہمارے مظنون پر ایک اعلیٰ شاہد واقوی مؤید خود ابو عمر ابن عبد البر کا کلام ہے، کہ انہوں نے جس طرح اس مسئلہ میں یہ روایت غریبہ لکھ دی، یوں ہی مسئلہ تفضیل صحابہ میں بھی جانب خلاف جھکے، اور جمہور سے کہ حضرات صحابہ کرام کو تمام لاحقین سے افضل مانتے آئے الگ راہ چلے، فرماتے ہیں: متاخرین میں بعض صالحین ایسے ہیں کہ اہل بدر و حدیبیہ کے سوا اور افراد صحابہ سے افضل ہیں، اور اس مدعا پر بعض ایسی دلیلیں پیش کیں جن میں افضلیت بمعنی متنازع فیہا کی بو نہیں۔ علماء نے ان دلائل کے جواب میں فرمایا: ان سے جو کچھ ثابت ہوا ہمارے مدعا سے مخالفت نہیں رکھتا، ان ہی میں سے ہے حدیث:

۔د ۔ت ۔ يأتي أيام للعامل فيهن الحديث (سنن ترمذی، باب ومن سورة المائدہ، جلد ۳، صفحہ ۳۲۱، رقم ۲۹۸۴، مستدرک للحاکم، کتاب الرقاق، جلد ۴، صفحہ ۳۵۸، رقم ۷۹۱۲) کہ معہ اپنے جواب کے تبصرہ ثامنہ میں گزری، اور ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے تمام تمسکات کا رد بلیغ رسالہ ''اسد الغابہ'' میں لکھیں گے جو ہنوز زیر تالیف ہے، اور خدا چاہے تو اس کی تبییض اس رسالہ کے تتمیم پر موقوف۔

اب دو باتیں ہیں:

یا تو ابو عمر کا کلام معرکہ فضل کلی سے معزول، اور فضائل جزئیہ پر محمول مانا جائے، جب تو خرق اجماع و مخالفت سوادِ اعظم سے بھی بچ جائیں گے، اور معاندین کو بھی ان کے کلام سے محل احتجاج نہ رہے گا، اور اس پر ایک گواہ یہ بھی کہ خود ابو عمر کے کلام سے مفہوم کہ تفضیل شیخین پر اجماع مستقر کما فی الصواعق۔ یا راہ تاویل مسدود کر کے خواہ مخواہ فضل کلی پر ڈھالیے تو بالیقین فضل کلی کے جو معنی محققین کے نزدیک قرار پائے ہیں ابو عمران سے غافل تھے، کہ ان کے دلائل کا اس پر انطباق نہیں رکھتے، کمامر۔ اور جب وہ خود فضل کلی و جزئی میں فرق نہ رکھتے تھے تو ان کا یہ کہہ دینا کہ وہ صحابہ معدودین تفضیل حضرت مولیٰ کے قائل تھے، محض مہمل اور پایہ استناد سے ساقط رہ گیا۔ ممکن کہ ان اصحاب نے مولی علی کیلئے فضل جزئی مانا ہو، اور ابو عمر بوجہ عدم تفرقہ کے اس سے تفضیل متنازع فیہ سمجھ لیے۔

اور ایک فائدہ ایمانیہ ہمیشہ نصب العین رکھنا چاہیے کہ اگر دامن انصاف پکڑ کر اس پر عمل کیا جائے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ بہت کام آئے گا، اور اکثر تسویلات ابلیس لعین سے بچائے گا۔ وہ یہ کہ

علماء سب بشر تھے اور سہو و خطا سے غیر معصوم، ہر شخص کے کلام میں اگرچہ کیسے ہی درجہ علو شان و رفعت مکان میں ہو دو ایک لغزشیں ضرور ہوتی ہیں۔ وہاں معیار کامل و محک حق و باطل کلمات اکابر سلف و جماہیر ائمہ ذی فضل و شرف ہیں، جو کچھ اس کے خلاف ہو مسند قبول پر ہرگز جگہ نہ دی جائے کہ سلامت اتباعِ سلف اکرم و سوادِ اعظم میں ہے، نہ یہ کہ کسی عالم سے جو لفظ بہ سبقت قلم نکل گیا اسے حرز جان کیجیے، اور کلمات جماہیر سلف و خلف طاق نسیان پر رکھ لیجیے۔ یہاں بھی ابو عمر کا تخطیہ کافہ سابقین ولا حقین کی تغلیط سے آسان تر، اور ان سب سے زیادہ دشوار بعض صحابہ کا مخالفت حدیث و سوادِ اعظم قدیم و حدیث کی طرف نسبت کرنا۔ اللہ توفیق ادب و استقامت بخشے، آمین۔

شاہد خامس: واہ عجب لطف ہے:

ما با یران می رویم و یار توران می رود

(یعنی ہم ایران جا رہے ہیں جبکہ یار توران کی طرف جا رہا ہے۔)

جن چھ صحابہ سے ابو عمر نے تفضیل سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نقل کی ان میں سے دو سیدنا ابو سعید خدری و جابر بن عبد اللہ انصاری ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حالانکہ خود یہ حضرات حضور سرورِ عالم ﷺ سے تفضیلِ صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتے ہیں، آیا معقول کہ یہ سرورانِ امت خود زبان حق ترجمان حضور سید الانس والجان علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام الأتمان الأکملان سے تفضیل صدیق و فاروق سنیں، اور نشر علم کے لئے ان احادیث کو تابعین کے سامنے روایت کریں، اور آپ اس کے خلاف تفضیل سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے قائل ہوں۔

جابر و خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں صاحبوں نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث: "أبوبکر وعمر سیدا کھول أھل الجنة من الأولین والآخرین إلا النبیین والمرسلین" روایت کی، یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر و عمر سردار ہیں تمام مشائخ اہل بہشت کے اگلوں پچھلوں سے سوا انبیاء و مرسلین کے۔ (مسند البزار، مسند علی بن أبی طالب، جلد ۱، صفحہ ۱۰۴، رقم ۴۹۰)

اور تنہا جابر نے حدیث: ۔طب۔ " ماطلعت الشمس علی أحد منکم أفضل من أبی بکر" نقل فرمائی کہ حضور سراپانور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: آفتاب نہ چمکا تم میں سے کسی پر جو ابو بکر سے افضل ہو۔ (حلیۃ الاولیاء من اسمہ رویم بن احمد، جلد ۱۰، صفحہ ۳۰۲)

اور نیز جابر نے روایت کیا:

۔خط۔ حضور نے فرمایا: اس وقت وہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعد میرے اس سے بہتر کوئی نہ پیدا کیا، اور اس کی شفاعت روزِ قیامت مثل میری شفاعت کے ہوگی۔ جابر فرماتے ہیں: کچھ دیر گزری تھی کہ صدیق حاضر ہوئے، حضور نے قیام فرمایا اور انہیں گلے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور دیر تک انس حاصل کیا۔

(تاریخ بغداد للخطیب، من اسمہ محمد بن العباس بن الحسین، جلد ۳، ص ۱۲۳، رقم ۱۱۴۱)

اسی طرح ان کے سوا اور روایات ان حضرات سے ان شاء اللہ تعالیٰ فصول آتیہ میں آئیں گی۔ اب تو بالیقین واضح ہو گیا کہ اگر ان صحابہ نے حضرت مولا کو تفضیل دی تو لاجرم فضائل جزئیہ پر نظر کی، ورنہ صریح منکر و باطل اور حلیہ صحت سے عاطل، اور جب ان دو کے بارے میں یہ گل کھلا، تو باقی چار سے حکایت پر کیا اطمینان رہا۔

ع سالے کہ نکوست از بہارش پیدا ست

(وہ برس جس میں کوئی رنج نہ ہو تو اُس میں بہار آجاتی ہے۔)

بالجملہ ابو عمر کی یہ حکایت غریبہ روایۃً معلول اور درایۃً غیر مقبول، اور اس کی تسلیم میں حفظ حرمت صحابہ سے عدول۔ اور بر تقدیر ثبوت ظن غالب ملتحق بسر حد یقین کہ ان صحابہ کا کلام فضل جزئی پر محمول۔ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ جیسے معنی غیر ثابت کا ثبوت یمکن و یحتمل کی توسیعوں سے غیر متصور، یوں ہی امر متحقق و ثابت کا رفع بھی کأنّ و لعلّ کی طول امل پر تجویز عقل سے باہر، جب کہ جماہیر ائمہ سلف تفضیل شیخین پر تصریح اجماع کرتے آئے، تو ایسی روایت سے نقض اجماع (جس میں صدہا احتمال پیدا، اور افادۂ مقصود میں تعین و کفایت سے محض جدا، بلکہ اطراف وجوانب کا ملاحظہ خلاف مراد کو صریح ترجیح دے رہا ہے) کیوں کر معقول ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر ہمت کر کے ہمارے تمام اعتراضات مذکورہ اٹھا دیجیے، اور روایت کی صحت، اور شذوذ و نکارت و قدح علت سے سلامت، اور ان حضرات کا مولی علی کو بمعنی فضل کلی تفضیل دینا، اور انعقاد اجماع سے پیش تر اس

ساتھ ہی قرآن کریم اور احادیث مصطفی علیہ التحیۃ والثنا نے دلائل کثیرہ کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی، جو ان دونوں یعنی قرآن و حدیث سے بطور استنباط ماخوذ ہیں ، اور اس فقیر ناتواں کو اس کی توفیق ملی ، چنانچہ میں نے اپنی عظیم کتاب یعنی "منتھٰی التفصیل لمبحث التفضیل" میں اس کے لیے باب ثانی وضع کیا۔ بالفرض ان دلائل کثیرہ میں سے فقط ایک ہی دلیل ہوتی تو وہی ہمارے موقف کے لیے شافی وکافی ہوتی، اور ہر شک وشبہ کی دافع اور نافی قرار پاتی۔ پھر اب کیا حال ہوگا جب کہ دلائل کثیر و جلیل ہیں کہ انہوں نے مسئلہ تفضیل کو مضبوط کیا۔ شکوک وشبہات کی گرہوں کو کھول دیا۔ فرقہ تفضیلیہ پر رعد وبرق بن کر گرجے اور چمکے۔ اور اہل سنت کے قلوب کو منور و مجلی کرتے چلے گئے۔ تمہارے رب کی قسم !اب نہ شک کا کوئی محل رہا اور نہ شبہ کو کوئی دخل، والحمد للہ الأعلی الأجل۔

﴿مسئلہ تفضیل میں نصوص کا تعارض ہونے کا احتمال اور اشکال﴾

ہاں اس شخص کا قول جس نے یوں کہا کہ ہم نے تو مسئلہ تفضیل میں نصوص کو متعارض پایا، تو یہ اس شخص نے اپنے حال کی خبر دی۔ پھر اس کا یہ قول ان پر کیسے حجت ہوجائے گا جنہوں نے نظر وفکر سے کام لیا، پھر جانچا اور پرکھا، پھر نصوص کے معانی کو اچھی طرح جانا اور ان کے مطالب کا علمی لحاظ سے احاطہ کیا۔

خلاف کا ظاہر ہونا، اور اخیر تک مستمر و مستقر رہنا، بدلائل ساطعہ ثابت کردو، تو البتہ اس ساری عرق ریزیوں کا اس قدر پھل تمہیں ملے گا کہ یہ اجماع درجہ اول کا نہ ٹھہرے گا، مگر ہیہات ہیہات کہاں تم اور کہاں یہ اثبات۔ پھر ایسے خیالی شعبدوں پر ناز کرنا عاقل کا کام نہیں، سوار پکڑے ڈوبنے سے بچنا معلوم، اللہ انصاف عطا فرمائے آمین، هكذا ينبغي تحقيق المقام بتوفيق الملك العزيز العلام۔

تعارض صوری یا تعارض حقیقی؟

علاوہ ازیں اگر تعارض سے اس کی مراد تعارض صوری ہے کہ کبھی تعارض کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے جیسے علمائے اصول فرماتے ہیں کہ تعارض کے وقت محکم کو مفسر پر، مفسر کو نص پر، اور نص کو ظاہر پر مقدم کیا جائے گا، باوجود ے کہ کسی ضعیف کا قوی کے ساتھ تعارض ہو ہی نہیں سکتا، تو اس تعارض صوری کا قول نہ ہمارے لیے مضر اور نہ اس کے لیے مفید۔ اور اگر تعارض حقیقی مراد ہے یعنی دو یکساں دلیلوں کا آپس میں متزاحم ہونا تو یہ قول محو کر دینے کے لائق ہے کہ یہ غفلت کی وجہ سے پیدا ہوا، اس کے قائل پر یا جو اس کے طریقہ پر چلے لازم ہے کہ اپنے دعوی کو روشن دلیل سے ثابت کرے۔ اور یہ ان سے کیوں کر ہو سکے گا۔

میں اس بات کو نہیں سمجھ سکا کہ اس کے خود ساختہ تعارض کا انجام اس وقت کیا ہو گا جب یہ ان احادیث کا مطالعہ کرے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) " لَا تُخَيِّرُوا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ " انبیائے کرام میں کسی کو کسی پر فضیلت مت دو۔[۸]

(۲) " ولا تفضلونی علی یونس بن متی " اور مجھے یونس بن متی پر فضیلت مت دو۔[۹]

---

(۸) مسند امام أحمد ۳/۱ و ۳۳، ابن أبي شيبة ۵۰۹/۱۱، صحيح البخاري (٤٦٣٨) كتاب التفسير: باب {ولما جاء موسى لميقاتنا وكلمه ربه}، صحيح البخارى رقم الحديث (٦٩١٦) صحيح البخارى رقم الحديث (٦٩١٧) في الديات: باب إذا لطم المسلم يهودياً عند الغضب، صحيح مسلم (۲۳۷٤) (١٦٣): باب من فضائل موسى عليه السلام، "شرح معاني الآثار" ٣١٥/٤، "شرح مشكل الآثار" ٤٥٢/١ مسند أبو يعلى (١٣٦٨)، "الأسماء والصفات" ص ٣٩٥ ـ ابن أبي شيبة ٥٢٦/١١، صحيح البخاري (٢٤١٢) في الخصومات: باب ما يذكر في الإشخاص والخصومة بين المسلمين واليهود، سنن أبو داود (٤٦٦٨) باب في التخيير بين الأنبياء عليهم السلام، معجم الأوسط" (٢٦٢)

(۳) "أفضل الأنبياء آدم" انبیائے کرام کے درمیان حضرت آدم سب سے زیادہ فضیلت والے ہیں۔[(۱۰)]

(۴) "وذاك أي خير البرية ابراهيم" اور حضرت ابراہیم مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔[(۱۱)]

ان احادیث کے پیش نظر کیا وہ شخص یہ کہے گا کہ مصطفی جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

(۹)۔مسند امام أحمد ۲/۴۰۵، و ابن أبي شيبة ۱۱/۵۴۰، و الطيالسي (۲۵۳۱)، صحيح البخاري (۴۶۳۱) تفسير سورة الأنعام: باب قوله: {ويونس ولوطاً وكلاً فضلنا على العالمين}، صحيح مسلم (۲۳۷۶) الفضائل: باب في ذكر يونس عليه السلام، وأبو داود (۴۶۶۹) السنة: باب: التخيير بين الأنبياء عليهم الصلاة والسلام، كتاب "الإيمان" ابن ابی منده (۷۲۰)، "شرح معاني الآثار" ۴/۳۱۶، "شرح مشكل الآثار" ۱/۴۴۶-۴۴۷. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ: أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى»

صحيح البخاري (۴۶۰۴) تفسير سورة النساء: باب قوله: {إنا أوحينا إليك كما أوحينا إلى نوح}، صحيح البخارى (۴۸۰۵) تفسير سورة يونس: باب قوله: {وإن يونس لمن المرسلين} عن فليح بن سليمان، حدثنا هلال بن علي، عن عطاء بن يسار، عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم -: "من قال: أنا خير من يونس بن متى، فقد كذب"۔

(۱۰)۔المعجم الكبير، رقم الحديث ۱۱۳۶۱، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلِ الْمَلَائِكَةِ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَأَفْضَلُ النَّبِيِّينَ آدَمُ

(۱۱) صحيح مسلم (۲۳۶۹) (۱۵۰)، سنن النسائي (۱۱۶۲۸) سنن الترمذي (۳۶۴۶، "مسند أحمد" (۱۲۸۲۶). سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ قَالَ فَقَالَ ذَاكَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

وسلم کی تمام جہان پر فضیلت کے سلسلہ میں روایات میں تعارض ہے؟ یا پھر اپنے نفس کا محاسبہ کرے گا اور سمجھ لے گا کہ تعارض ایک الگ چیز ہے، اور محض نفی واثبات کا وجود دوسری چیز۔

کیا ظنی اور قطعی میں تطبیق ممکن ہے؟

اس بے نظیر تحقیق انیق سے جو خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں عنایت فرمائی، ہم ائمہ کرام کے اقوال میں تطبیق بھی کر سکتے ہیں:

اس طرح کہ جنھوں نے اس مسئلہ تفضیل کو قطعی کہا اور ظنی ہونے کی نفی کی ان کی مراد قطعی بالمعنی الاعم ہے (جس سے علم طمانیت حاصل ہوتا ہے) اور ظنی بالمعنی الاخص ہے۔ (یعنی ظنی کی نفی سے یہ مراد ہے کہ اس کے مقابل کوئی ایسا احتمال نہیں جو کسی دلیل سے مؤید ہو) یہ بات قطعاً حق ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔

اور جنھوں نے اس کے برعکس کہا تو ان کی مراد بھی برعکس ہے (یعنی ظنی کہا اور مراد ظنی بالمعنی الاعم ہے، اور قطعی کی نفی کی تو مراد قطعی بالمعنی الاخص ہے، اور ظنیت کے اثبات کا یہ مطلب ہے کہ یہاں احتمال موجود ہے اگرچہ وہ کسی دلیل سے مؤید نہیں اور قطعیت کی نفی کا یہ مطلب ہے کہ ایسا قطعی نہیں جو ہر قسم کے احتمال کو اگرچہ احتمال بے دلیل ہی ہو، قطع کردے) اور یہ بات قطعاً سچ ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں۔

کیا مسئلہ تفضیل کا تعلق اعتقادیات سے ہے؟

اب یہاں کسی کے دل میں یہ کھٹک ہو سکتی ہے کہ مسئلہ تفضیل تو اعتقادیات سے ہے پھر تم نے قطعی بالمعنی الاعم پر کیسے اکتفا کر لیا؟۔

قلت: میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض تو ان حضرات پر زیادہ شدت سے وارد ہوگا جو ظنی کے قائل ہیں اور ظنی بالمعنی الاخص مراد لیتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ اصول اسلام سے نہیں کہ اس کے منکر کو کافر کہا جائے، جیسے خلفائے راشدین کی خلافت کا مسئلہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

افضلیت کا تعلق اصول دین سے نہیں تو ماننا لازم نہیں

اس مثال سے تو ان اہل باطل میں سے ان کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا جو یہ کہتے ہیں کہ جب یہ مسئلہ اصول دین سے نہیں تو پھر اس کا ماننا ہم پر لازم بھی نہیں۔

- ایسے لوگوں سے کہو کہ پھر تو تم خلفائے اربعہ کی خلافت کا بھی انکار کر بیٹھو کہ یہ بھی تو اصول دین سے نہیں۔ جیسا کہ میر سید شریف جرجانی نے شرح مواقف میں اور ان کے علاوہ دوسرے علمائے متکلمین نے اس مسئلہ کی صراحت کی۔
- اسی طرح وہ شخص جس نے جہالت وحماقت کے مناصب میں سرداری کا عہدہ اپنے لیے اختیار کیا اور بولا: جب یہ مسئلہ قطعی نہیں تو اسے تسلیم نہ کرنے کی ہمارے لیے گنجائش ہے۔

ایسے تمام لوگوں کے لیے ایک ہی جواب ہے کہ:

تم سارے واجبات چھوڑ دو پھر دیکھو کہ تم ہیں شریعت کی کیسی وعید سنائی جاتی ہے اور تمہارے گنہ گار ہونے کی کیسی تہدید آتی ہے۔

جب تم ہیں یہ معلوم ہو گیا کہ ہماری یہ تحقیق ایسی ہے جو خلاف کو دور کرتی اور علمائے کرام کے اقوال میں تطبیق پیدا کرتی ہے تو تم لازمی طور پر اس کو اختیار کر لو، خواہ اقوال متفق ہوں یا مختلف، اس لیے کہ ایک جامع بات ان باتوں سے بہتر ہے جن میں باہم ٹکراؤ ہے۔ اب اگر تم ہیں متاخرین میں کسی کی کوئی عبارت اس روشن تحقیق کے خلاف ملے تو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رکھنا کہ ائمہ دین کی ایک جماعت کو خاطی ٹھہرانے سے بہتر ہے کہ اس شخص کی بات غلط مان لی جائے، ائمہ دین میں خاص طور پر وہ حضرات بھی ہیں جنہوں نے اس مسئلہ کو قطعی کہا اور یہ دین اسلام کے عظیم ستون اور شریعت مطہرہ کے ارکان کو مضبوط و مستحکم کرنے والے ہیں۔

- ان حضرات میں سر فہرست ان سب میں اول و اولیٰ، سب کے سردار و مولیٰ،

مسئلہ تفضیل کو سب سے زیادہ تفصیل سے بیان فرمانے والے، اور مخالفین کو سب سے زیادہ عبرت ناک سزا دینے والے، اللہ تعالیٰ کے شیر سیدنا علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں، اس لیے کہ ان سے یہ روایت متواتر ہے کہ آپ نے اپنی خلافت اور کرسی قیادت کے زمانے میں شیخین کریمین سیدنا ابو بکر صدیق و عمر فاروق کو اپنے اوپر اور تمام امت پر فضیلت دی، اور ان دونوں قوتوں کے ذریعہ لوگوں کے شانوں اور پشتوں کے درمیان ضرب لگائی یہاں تک کہ شکوک وشبہات کی اندھیریاں چھٹ گئیں۔

چنانچہ امام دار قطنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جس کسی کو بھی میں ایسا پاؤں گا کہ وہ مجھے صدیق اکبر اور فاروق اعظم پر فضیلت دیتا ہے تو میں اس پر افترا کرنے والے کی حد جاری کروں گا۔ (۱۲)

---

(۱۲) "لا أجد احدا فضلني على أبي بكر و عمر الا جلدته حد المفتري"
یعنی میں جسے پاؤں گا مجھے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہتا ہے اسے الزام تراشی کی سزا کے طور پر اسی (۸۰) کوڑے ماروں گا۔" (سند صحیح)

(المؤتلف و المختلف للدار قطنی، باب الحاء، جلد ۳، صفحہ ۹۲)

(السنة لابن أبي عاصم رقم الحديث ۱۰۱۸)

❁ اس مقام پر اعلی حضرت عظیم البرکت کے بردار علامہ مفتی حسن رضا خان بریلوی صاحب اپنی کتاب تزک مرتضوی ص ۱۰۰ پر لکھتے ہیں۔

اِرشادِ علوی: ابو عمر بن عبد البر "اِستیعاب" میں حکم بن حجل سے اور دار قطنی اپنی "سنن" میں راوی سیّدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں:

لَا اَجِدُ اَحَدًا فَضَّلَنِیْ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ اِلَّا جَلَدْتُہٗ حَدَّ الْمُفْتَرِیْ۔

فائدہ: اِمام ذہبی نے اِس حدیث کی تصحیح فرمائی اور اِسی کے قریب امام ابو القاسم طلحہ نے کتاب "السنۃ" میں جناب علقمہ سے روایت کیا۔

تنبیہ: اب تو پتہ نہ لگا رہا اُس وہم کاذِب کا کہ جناب اسد اللہی حضرات شیخین کو بہ طور اِنکسار اپنے اُوپر تفضیل دیتے تھے۔ اچھا انکسار ہے کہ مخلوقِ خدا پر سچی بات میں مفتری ٹھہرا کر اَسّی (۸۰)

فن تنقید کے سلطان حضرت ابو عبداللہ ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (۱۳)

کوڑوں کا حکم ہوا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ تفضیل شیخین حضرت مولیٰ کے نزدیک قطعی تھی جب تو اُس کے انکار پر حد جاری فرمائی، ورنہ حدود تو ادنیٰ شبہ سے دفع ہو جاتی ہیں۔ خود مولیٰ علی حضور اقدس ﷺ سے راوِی اِدْرَءُوا الحُدُوْدَ اور بیہیں سے مرفوع ہوا وہ قول جو در بارہ عدم تضعیف معمر سے منقول ہوا۔ ظاہر ہے کہ کجا معمر و کجا اسد حیدر۔ ۱۲ حسن

(۱۳) **نکتہ**: اس مقام پر یاد رہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا شیخین کریمین کو افضل کہنا بطور عاجزی یا انکساری نہیں تھا کیونکہ کسی کو الزام تراشی کی سزا دینے کے اعلان نے اس شبہ کو ختم کر دیا ہے کہ یہ قول بطور عاجزی یا انکساری تھا۔ حد المفتری کی سزا دینا مقام عاجزی یا انکساری نہیں بلکہ حقیقت اور اس عقیدہ کے مخالف کو انتباہ کرنا ہے۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے شیخین کریمین کی افضلیت کا قول بیان کرنے والے ۴۰ سے زیادہ اصحاب یا شاگرد علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں، جو اس قول کو تواتر کا رتبہ دیتے ہیں۔ مختلف مقامات پر اقوال کو علی الاعلان بیان کر کے افضلیت شیخین کریمین کا عقیدہ رکھنے کی نصیحت کی۔ عاجزی و انکساری پر محمول کرنے والا قول ہی قرائن کی روشنی میں لغو اور باطل ہے۔ (فیصل خان رضوی)

○ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ کے برادر علامہ حسن رضا بریلوی صاحب اس کا جواب اپنی کتاب تزک مرتضوی ص ۹ پر دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

حدیثِ مرتضوی: دار قطنی حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ سرورِ عالم ﷺ کے صحابی اور امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے مقرب تھے اور جناب امیر اُنھیں وہب الخیر فرمایا کرتے۔ روایت کرتے ہیں:

انه كان يرى انّ عليًا افضل الامة فسمع اقواما يخالفونه فحزن حزنا شديدا . . . له على بعد ان اخذ مده و ادخله بيته ما احزنك يا ابا جحيفة! فذكر له الخبر۔ فقال له: الا اخبرك بخير الامة خيرها ابو بكر ثمّ عمر۔ قال ابو جحيفه: فاعطيت الله تعالى عهدا ان لا اكتم هذا الحديث بعد ان شافهني به على مابقيت۔

یعنی اُن کے اِعتقاد میں تھا کہ جناب امیر افضل اُمت ہیں، پھر لوگوں کو اپنے خلاف کہتے سنا، تو اُنھیں سخت رنج ہوا۔ جنابِ مرتضوی ان کا ہاتھ پکڑ کر دولت خانہ اسد اللّٰہی میں لے گئے اور غم کی وجہ

قلت: اس وعید شدید کو دیکھو، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مسئلہ تفضیل ظنی تھا اور صحابہ و تابعین کے خیالات باہم مختلف اور متعارض تھے پھر بھی معاذ اللہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حد جاری کرنے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جرأت کی؟ نہیں ایسا نہیں، بلکہ وہ تو خود حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس حدیث کے راوی ہیں کہ حدود کو دفع کرو اور ٹالو۔ امام دارقطنی اور امام بیہقی نے اس حدیث کو حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

دوسری حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مسلمانوں سے حدود کو دفع کرو جہاں تک تم سے ہو سکے، پھر اگر تم مسلمان کے لیے نکلنے کی کوئی گنجائش دیکھو تو اس کی راہ چھوڑ دو، اس لیے کہ امام کا معافی میں خطا کر جانا اس سے بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں غلطی کر بیٹھے۔ (۱۴)

پوچھی۔ اُنھوں نے کیفیت عرض کی۔ فرمایا: کیا تمہیں خبر نہ دوں کہ بہترین اُمت کون ہے؟ ابو بکر ہیں، پھر عمر۔ ابو جحیفہ فرماتے ہیں: مَیں نے خدا سے عہد کیا کہ جب تک زندہ رہوں گا، اِس حدیث کو نہ چھپاؤں گا بعد اِس کے کہ خود جناب امیر نے میرے روبرو ایسا اِرشاد فرمایا۔

فائدہ: یہاں سے خوب دفع ہو گیا وہم اُن نادانوں کا جو اِس قسم کے کلماتِ مرتضویہ کو تواضع پر محمول کرتے ہیں کہ اگر تفضیل مرتضوی حق تھی تو اپنے ایک سچے دوست کے سچے عقیدہ کو بدل دینا اور اِس اہتمام کے ساتھ الگ لے جا کر ۔معاذ اللہ۔ غلط بات تعلیم فرمانا کون سی تواضع ہے۔ **۱۲ عبدہ حسن عفا اللہ تعالیٰ عنہ**

(۱۴) نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے:

"ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان له مخرج فخلو سبیله فان الامام اَن یخطی فی العفو خیز من اَن یخطی فی العقوبة"

یعنی جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دور کرو اگر اس کے لی کوئی راستہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو امام کا غلطی سے معاف کر دینا غلطی سے سزا دینے سے بہتر ہے۔

(السنن الکبری، للبیهقی، رقم الحدیث ۱۶۸۳۴)

اس حدیث کو ابن ابی شیبہ، امام ترمذی، حاکم اور بیہقی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا یہ طریقہ تھا کہ عام مجمعوں، بھری محفلوں اور جامع مسجدوں میں اس بات کا اعلان فرماتے، سامعین میں صحابہ وتابعین ہوتے، مگر ان میں سے کسی کے بارے میں منقول نہیں کہ انھوں نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کو رد کیا ہو، حالانکہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والے تھے، اور اس بات سے بہت دور تھے کہ حق بات کا اظہار کرنے میں خاموش رہتے یا کسی خطا کو باقی رکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے توان کا یہ وصف بیان فرمایا کہ:

وہ بہترین امت ہیں جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی کہ بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں، اور ان حضرات کے ائمہ کرام (خلفائے راشدین) ان سے زیادہ متقی اور ہدایت وصواب کے ان سے زیادہ خواہش مند تھے، وہ حضرات تو اہل علم کو اس پر برانگیختہ کرتے کہ ہم سے کوئی خطا ہو تو حق کو واضح کریں اور ہم میں کوئی کجی ہو تو اسے ٹھیک کریں، علمائے کرام کو اگر ان سے کوئی لغزش ہوتی تو حق کے اظہار پر ابھارتے، اور اگر حق سے انحراف کرتے تو ان کی کجی کو دور کرتے۔ اور یہ حضرت عمر فاروق اعظم ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں نہایت سخت تھے۔ (۱۵)

(السنن للترمذی، رقم الحدیث، ۱۳۴۴)

(۱۵) محمد بن مسلمہ وہ جلیل القدر صحابی تھے جنھیں حضرت عمر گورنروں سے متعلق شکایات کی تفتیش اور بر سر عام ان کی جانچ کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ ایک بار ان سے فاروق اعظم نے پوچھ لیا: تم مجھے کیسا پاتے ہو؟ انھوں نے کہا: خدا کی قسم آپ کو ویسا ہی پاتا ہوں جیسا میں چاہتا ہوں اور جیسا ہر وہ شخص چاہتا ہے جو آپ کی بھلائی چاہتا ہے۔ میں آپ کو مال جمع کرنے پر قادر، خود مال سے کنارہ کش اور مال کی تقسیم میں عادل پاتا ہوں۔ اور اگر راہ عدل سے آپ نے کجی اختیار کی تو ہم آپ کو سیدھا کر دیں گے جیسے تیر کو آلہ سے سیدھا کیا جاتا ہے۔ حضرت فاروق نے فرمایا: خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ایسی قوم میں رکھا ہے کہ اگر میں کج ہو جاؤں تو وہ مجھے سیدھا کر دے۔

✿ انہی حضرات میں سے جنھوں نے تفضیل شیخین پر اجماع کی خبر دی حضرت میمون بن مہرا نہیں جو فقہائے تابعین میں شمار ہوتے ہیں، ان سے حضرت ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم کے بارے میں پوچھا گیا کہ یہ افضل ہیں یا حضرت علی؟ یہ جملہ سن کر ان کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوگئے اور ان کی رگیں پھڑ کنے لگیں یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ سے عصا بھی گر گیا اور فرمایا: میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں اس زمانہ تک زندہ رہوں گا جس میں لوگ ابو بکر وعمر پر کسی کو فضیلت دیں گے، او کما قال، ابو نعیم نے اسے حضرت فرات بن سائب سے روایت کیا۔[۱۶]

✿ انہی حضرات میں عالم مدینہ امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں، ان سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں افضل کون ہے ؟فرمایا: ابو بکر و عمر، پھر فرمایا: کیا اس میں شک ہے ؟۔[۱۷]

(کنز العمال، ۲۱۰/۱۴۔ بحوالہ سال نامہ اہل سنت کی آواز (اسلام میں نظام اخلاق نمبر، ص:۲۰۸) مضمون حضرت علامہ محمد احمد مصباحی)

(۱۶) أَخْبَرَنِي الْمَيْمُونِيُّ، قَالَ: ثنَا شَبَابَةُ، قَالَ: ثنَا الْفُرَاتُ، قَالَ: قُلْتُ لِمَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ: أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ عِنْدَكَ أَفْضَلُ أَوْ عَلِيٌّ؟ قَالَ: فَارْتَعَدَ حَتَّى سَقَطَتْ عَصَاهُ مِنْ يَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: «مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنِّي أَبْقَى إِلَى زَمَانٍ يَعْدِلُ بَيْنَهُمَا، إِنَّهُمَا كَانَا رَأْسَ الْإِسْلَامِ، وَرَأْسَ الْجَمَاعَةِ»۔
السنۃ للخلال، باب الانکار علی من قدم علیا علی عثمان، جلد ۳۷۹/۲ رقم الحدیث ۵۲۹ (اسنادہ ضعیف)، حلیۃ الاولیاء، من اسمہ میمون بن مہران، ۹۳/۴ تاریخ مدینۃ دمشق، ۴۲/۳۰

(۱۷) "امام حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تفضیل شیخین کے متعلق سوال کیا تو آپ نے جواب دیا:
"لیس فی أبی بکر و عمر شک "یعنی ان دونوں کی تفضیل میں کوئی شک نہیں۔
(شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ للالکائی، باب جماع، فضائل الصحابۃ، ۱۹۴/۲، رقم ۲۱۴۱)

○ اسی طرح امام احمد بن سالم السفارینی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ

۞ انہی حضرات میں امام اعظم اقدم واعلم واکرم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں، آپ سے اہل سنت وجماعت کی علامت ونشانی کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا: شیخین ابو بکر وعمر کو فضیلت دینا، ختنین عثمان وعلی سے محبت رکھنا، اور موزوں پر مسح کرنا۔

۞ انہی میں عالم قریش روئے زمین کو علم سے بھر دینے والے سیدنا امام محمد بن ادریس شافعی مطلبی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ نے تفضیل شیخین پر صحابہ کرام اور تابعین عظام کا اجماع نقل فرمایا اور کسی اختلاف کی حکایت نہ کی۔(۱۸)

۞ انہی میں امام اہل سنت وجماعت، صاحب حکمت یمانیہ سیدنا امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ہیں، جیسا کہ ثقہ علمائے کرام نے ان سے اجماع نقل

"ای الناس أفضل بعد نبیهم فقال ابو بکر ثم عمر ثم قال أو فی ذلک شک"

"نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے افضل کون ہے آپ نے فرمایا حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر پھر فرمایا کیا اس میں شک ہے۔" (لوامع الانوار البہیۃ، ۲/۳۶۵)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو امام زین الدین عراقی نے بھی نقل فرمایا۔ ملاحظہ ہو:

(شرح التبصرہ والتذکرہ، صفحہ ۲۱۵)

اسی طرح اس قول کو امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو:

(فتح المغیث، باب معرفة الصحابة، ۳/۱۲۷)

(۱۸) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ما اختلف أحد من الصحابة والتابعین فی تفضیل أبی بکر و عمر تقدیمهما علی جمیع الصحابة۔

صحابہ کرام اور تابعین میں کسی نے بھی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کے افضل ہونے اور باقی تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مقدم ہونے کے اعتبار سے اختلاف نہیں کیا۔

(الاعتقاد والهداية الی سبیل الرشاد للبیهقی باب استخلاف عثمان بن عفان، صفحہ ۳۹۶، رقم ۳۵۶)

فرمایا۔ [۱۹]

۞ انہی میں امام ہمام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں جنہوں نے "احیاء العلوم" کے باب "قواعد العقائد" بزرگوں کے عقائد بیان کیے ان میں مسئلہ تفضیل ذکر فرمایا: [کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد انسانوں میں سب سے افضل حضرت ابو بکر ہیں، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان، پھر حضرت علی، رضی اللہ تعالیٰ عنہم] ذکر عقائد کے بعد آخر میں فرمایا: "یہ سب عقائد وہ ہیں جن سے متعلق احادیث وارد ہیں اور جن پر آثار شاہد ہیں۔ تو جو شخص یقین کے ساتھ ان سب کا اعتقاد رکھے وہ اہل حق اور جماعت سنت سے ہوگا اور گمراہی کی جماعت اور بد مذہبی و بدعت کے گروہ سے جدا ہوگا"۔

۞ اور انہی میں ہیں جبل الحفظ علامۃ الوریٰ سیدنا ابن حجر عسقلانی، امام علام احمد بن محمد قسطلانی [۲۰]، مولانا الفاضل عبد الباقی زرقانی، ناظم قصیدہ بدء الامالی فاضل جلیل مولانا علی قاری وغیرہم۔ [۲۱] رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

---

(۱۹) امام ابراہیم بن موسیٰ بن ایوب (المتوفی: ۸۰۲ھ) لکھتے ہیں کہ:
"فعند الاشعری و مالک قطعی" یعنی مسئلہ تفضیل امام اشعری اور امام مالک کے ہاں قطعی ہے۔
(الشند الضیاح، النوع التاسع والثلاثون، جلد ۲، ص ۵۰۷)

(۲۰) احمد بن محمد خطیب قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:
الأفضل بعد الأنبياء عليهم الصلوة والسلام أبو بكر رضى الله تعالىٰ عنه وقد أطبق السلف على أنه أفضل الأمة حكى الشافعي وغيره إجماع الصحابة التابعين على ذالک۔
انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد افضل البشر ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور تحقیق سلف صالح نے ان کے افضل امت ہونے پر اتفاق کیا۔ شافعی وغیرہ اس امر پر اجماع صحابہ و تابعین نقل کرتے ہیں۔

(۲۱) "قصیدہ بدء الامالی" میں ہے:
وللصديق رجحان جلى على الأصحاب من غير احتمال۔
(قصیدۃ بدء الامالی بیت ۳۴، صفحہ ۹)

ہم سے روایت بیان کی مولیٰ ثقہ ثبت سلالۃ العارفین سید شریف فاطمی سیدنا ابوالحسین احمد نوری نے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ و مرشد سیدنا و مولانا آل رسول احمدی کو فرماتے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کو تفضیل شیخین کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا کہ یہ قطعی ہے یا قطعی کی طرح۔

اقول: یہاں حضرت شاہ صاحب کے قول میں لفظ "اَو" حرف تردید تردد اور شک کے لئے نہ مان کر دو قسمیں بیان کرنے کے لئے مان لیا جائے تو بھی بات درست ہوگی، وہ اس طرح کہ قطعی تو معنی ثانی کے اعتبار سے ہے، اور قطعی کی طرح معنی اول کے اعتبار سے۔

یہاں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جس نے یہ کہا کہ ہم نے اجماع کرنے والوں کو بھی دیکھا کہ وہ ظن پر ہیں قطعیت ان کو حاصل نہیں، تو اس کی بات بھی سچ ہے اگر ظن بمعنی اعم اور قطع بمعنی اخص مراد لے، اس صورت میں یہ چیز نہ ہمارے لیے مضر اور نہ اس کو مفید۔ اور اگر اس کے برعکس مراد لے تو غلط، اور اس پر ان دلائل سے حجت قائم ہے جن کا سامنا کرنے کی اس میں طاقت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اس موضوع پر یہ مختصر گفتگو تھی، اس میں ہم نے ان نکتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جن سے اندھیرے کافور ہو جاتے ہیں۔ اس موضوع کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب "منتهى التفصيل لمبحث التفضيل" میں ملک جلیل کی توفیق سے کی ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ انتہی

قطعی و ظنی پر مزید وضاحت

علامہ مفتی محمد مطیع الرحمن رضوی صاحب اپنی تحقیقی کتاب "افضل کون؟ بجواب زبدة

یعنی صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صریح افضلیت ہے تمام صحابہ پر بے شبہ و شک۔

"شرح" میں ہے:

رجحان جلی، أی فضل واضح ثابت بالدلائل السميعة وإجماع الأمة فمن أنكره يوشك أن في إيمانه خطرا۔ (شرح بدء الامالی، تحت بیت، ۳۴)

التحقیق ص ۴۵ تا ص ۵۵ " میں لکھتے ہیں ۔

قطعی کی اقسام

قطعی کی تین قسمیں ہیں :

(۱) عام قطعی جس میں تمام اہل قبلہ شریک ہوں، چاہے بدمذہب ہی سہی۔ اسی کو قطعی بالمعنی الاخص سے تعبیر کیا جاہے۔ اس میں ظن کا ادنی ساشائبہ بھی نہیں رہتا ہے۔ ضروریات دین میں یہی قطعی ہوتی ہے۔

(۲) خاص قطعی جس میں تمام اہل قبلہ نہیں، تمام اہل سنت شریک ہوں۔ اسی کو قطعی بالمعنی الاعم اور ظنی بالمعنی الاخص کہا جاتا ہے۔ ضروریات اہل سنت میں یہی ہوتی ہے۔

(۳) اخص قطعی جس میں تمام اہل سنت بھی نہیں، صرف وہ افراد شریک ہوں جن کو قرائن کی بنیاد پر جزم ہو جاتا ہے۔ یہ قطعی اصل کے اعتبار سے تو ظنی واجتہادی ہی ہوتی ہے مگر قرائن کی وجہ سے کسی کے نزدیک قطعی بھی کہلاتی ہے۔

- المعتمد المستند ص ۱۶۴ میں ہے:

ان القرائن السابقة واللاحقة ربما تعين علي تعيين المراد.

ترجمہ: بسا اوقات قرائن سابقہ ولاحقہ معنیٰ مراد کی تعیین میں مددگار ہوتی ہیں ۔

- فواتح الرحموت ج ۲ ص ۱۶۶ میں ہے:

ان القرينة قد تفيد القطع۔ ترجمہ: کبھی قرینہ بھی یقین کا افادہ کرتا ہے۔

- اسی کے ص ۲۱۲ پر ہے:

وانت لا يذهب عليك ان القرائن الخارجية ربما تفيد العلم عادة۔

ترجمہ: تم سے یہ بات مخفی نہیں کہ بسا اوقات قرائن خارجیہ سے بھی عادتاً یقین ہو جاتا ہے۔

- الجود الحلو میں ہے:

القطع علی ثلٰثۃ اوجہ:

قطع عام یشترک فیہ الخواص والعوام وھوالحاصل فی ضروریات الدین.

وخاص یختص بمن مارس العلم، وھوالحاصل فی سائر الفرائض الاعتقادیۃ المجمع علیھا.

الثالث قطع اخص یختلف فی حصولہ العلماء کما یختلف فی حصول الثانی العوام والعلماء، فربما یودی ذھن عالم الی قرائن ھجمت وحفت، فرفعت عندہ الظنی الی منصۃ الیقین ولاتظھرذٰلک لغیرہ، اوتظھر فتظھرلہ معارضات تردھا الی المرتبۃ الاولی من الظن واعتبرہ بمسئلۃ سمعھا صحابی من النبی ﷺ شفاھا، وبلغ غیرہ باخبارہ فھوقطعی عندہ، ظنی عندھم.

ترجمہ: قطعی کی تین قسمیں ہیں :

(۱) **عام قطعی** : جس میں خواص وعوام سبھی شریک ہوتے ہیں ۔ (اسی کو، قطعی بالمعنٰی الاخص کہاجاتا ہے) یہ معنی ضروریات دین میں پایاجاتا ہے۔

(۲) **خاص قطعی**: یہ ان لوگوں کے ساتھ خاص ہوتا ہے جوعلمی تبحر رکھتے ہیں ۔یہ ان تمام فرائض اعتقادیہ میں پایاجاتا ہے، جن پر (اہل سنت کے) تمام ائمہ کااتفاق ہوتا ہے۔(اسی کو قطعی بالمعنٰی الاعم کہتے ہیں)

(۳) **اخص قطعی** : جس کے حصول میں (اہل سنت کے) علما کا اختلاف ہوتا ہے جس طرح دوسری قسم کے حصول میں عوام اور علما کا اختلاف ہوتا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک عالم کا ذہن کثرت قرائن کی طرف متوجہ ہوتا ہے جواس کے نزدیک دلیل ظنی کو یقین کے مقام تک پہنچادیتے ہیں جب کہ یہ قرائن دوسرے عالم کو حاصل نہیں ہوتے۔یا۔اس

کے نزدیک یہ قرائن توظاہر ہوتے ہیں ، لیکن ان کے مخالف قرائن بھی سامنے ہوتے ہیں جن کی بنا پر وہ دلیل پھر اپنے اس ظنی مقام پر چلی جاتی ہے۔اس کی نظیر یہ ہے کہ کسی صحابی نے ایک مسئلہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے براہ راست سنااور وہی مسئلہ ان کے بیان کرنے سے کسی تابعی کو پہنچا، تووہ مسئلہ اس صحابی کے نزدیک توقطعی ہوااور دوسروں کے لیے ظنی رہا۔

- اسی کے منہیہ میں ہے:

فان سطوع انوارالحجج الالٰهية ربما يبلغ عنده مبلغا يقول: اذاجاء نهرالله بطل نهرمعقل وعن هٰذا ربما اول القطعيات الآتية على خلاف ماعن له كما وقع لسيدنا ابى ذر رضى الله تعالى عنه فى مسئلة الكنز، وقوله فى سيدنا عبد الرحمن بن عوف رضى الله عنه ماقال مع القطعيات الواردة فى حق بدر يين عموما والعشرة المبشرة خصوصارضى الله تعالى عنهم احسن الرضا، وعن هٰذا ترى ائمتنا وغيرهم قائلين فى كثيرمن الاجتهاديات المختلف فيهابين الائمة ان هٰذا مما لايسوغ الاجتهاد فيه حتى ينقض القضاء به كحل متروك التسمية عمدا وغيرذٰلك فهومع علم الخلاف جازم بالحكم ومع جزمه به منكرللاكفار بالخلاف والانكار، وهٰذا الذى اشرت اليه علم عزيزعليك ان تحتفظ به فانه يحل باذن الله تعالىٰ عقدا حارفى حلهاحائرون و بار بجهلها بائرون، والله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم.

ترجمہ: بعض اوقات دلائل ربانیہ کے انوار کی روشنی اس کے نزدیک اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ فرماتے ہیں :جب اللہ تعالیٰ کی نہر آتی ہے توعقل کی نہر باطل ہوجاتی ہے۔اسی لیے وہ بعض اوقات ان امور قطعیہ کی تاویل کردیتے ہیں جوان کے نزدیک ثابت شدہ امور کے

خلاف ہوتے ہیں جیسا کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کے لیے "کنز" کے مسئلہ میں واقع ہوا۔ اسی طرح انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہ کچھ فرمایا جو فرمایا۔ حالاں کہ بدری صحابہ کے بارے میں عموماً اور عشرۂ مبشرہ کے بارے میں خصوصاً قطعی بشارتیں وارد ہوچکی ہیں۔ اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ ہمارے ائمہ اور دوسرے حضرات بہت سے ان مسائل کے بارے میں جن میں ائمہ کا اختلاف ہوتا ہے، فرماتے ہیں کہ ان میں اجتہاد جائز نہیں ہے، یہاں تک کہ کسی قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ دے دیا تو وہ فیصلہ توڑ دیا جائے گا مثلاً اس جانور کا حلال ہونا جس پر ذبح کے وقت جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ تو یہ حضرات مخالفت کا علم ہونے کے باوجود حکم پر جزم رکھتے ہیں ،اور جزم کے باوجود منکر اور مخالف کی تکفیر نہیں کرتے ہیں۔ یہ بات، جس کی طرف میں نے اشارہ کیا، وہ علم عزیز ہے جس کا یاد رکھنا بہت ضروری ہے، کیوں کہ اس کی بدولت بہت سی ایسی گرہیں کھل جائیں گی جن کے کھولنے میں بہت سے علما حیران ہوگئے اور بہت سے لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

فائدہ نمبر ۳

﴿ظنی کی اقسام﴾

ظنّی، قطعی کی ضد ہے تو جس طرح قطعی کی تین قسمیں ہیں ،اسی طرح ظنی کی بھی تین قسمیں ہوں گی:

(۱) **عام ظنی:** جس کی ظنّیت کے بارے میں تمام اہل قبلہ متفق ہوتے ہیں۔ اس سے بالاتفاق کسی عقیدہ کا ثبوت نہیں ہوتا ہے۔

(۲) **خاص ظنی:** جس کی ظنّیت کے بارے میں اہل سنت وغیر اہل سنت کے درمیان اختلاف ہوتا ہے۔ اسی کو ظنی بالمعنیٰ الاخص اور قطعی بالمعنیٰ الاعم کہتے ہیں۔ اس سے جمہور

مسلمین کے عقیدے کا ثبوت ہوجاتا ہے۔ یعنی اس عقیدہ کے ضروریات اہل سنت سے ہونے میں فرق نہیں پڑتا ہے۔

(۳) **اخص ظنی:** جس کی ظنّیت کے بارے میں علمائے اہل سنت ہی کے درمیان اختلاف ہوتا ہے۔ جمہور اہل سنت اسے قطعی سے ملحق کرتے ہیں اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ نہیں وہ ظنی ہی ہے۔ اس سے جمہور اہل سنت کے عقیدے کے ثبوت میں فرق نہیں پڑتا ہے۔

فائدہ نمبر ۴:

قطعیت وظنیت کا مدار کبھی روایت وثبوت پر ہوتا ہے۔ اس لیے:

(۱) حسن وصحتِ روایت سے ظن عام پیدا ہوتا ہے۔

(۲) شہرتِ روایت سے خاص ظن جو قطع بالمعنی الاعم اور خاص قطع جو ظن بالمعنی الاخص ہے، پیدا ہوتا ہے۔

(۳) تواتر سے کسی بھی معنی میں ظن نہیں رہتا، قطع عام ہوجاتا ہے جس کو قطعی بالمعنی الاخص کہتے ہیں۔

✲ فواتح الرحموت ج: ۲، ص: ۱۳۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ میں ہے:

یوجب الخبر المشهور ظنا قو یا کانه الیقین الذی لامساغ للشبهة والاحتمال الناشئین عن دلیل فیه اصلا و یسمی هٰذا الظن علم الطمانینة وهوالذی قد یعبر عنه بالیقین فیما یقال الخاص مفید للیقین وهوالعلم الذی لایحتمل الخلاف احتمالا ناشئا عن دلیل بل لو کان احتمال کان غیر معتد به، صرح به صدر الشریعة.

اور کبھی ان کا مدار دلالت واثبات پر ہوتا ہے:

(۱) عام خص عنہ البعض سے ظن ہوتا ہے۔

✲ نورالانوار ص ۷۴ میں ہے:

فان لحقه خصوص معلوم اومجهول لایبقی قطعا لکنه لایسقط الاحتجاج ای: ان لحق هٰذا العام الذی کان قطعیامخصص معلوم المراداومجهول المراد فالمختار انه لاتبقی قطعیته ولکن یجب العمل به کماهو شان سائر الدلائل الظنیة من خبرالواحدوالقیا.

ترجمہ: عام جو قطعی ہوتا اس کو خصوص معلوم یامجہول لاحق ہوجائے توقول مختار یہ ہے کہ وہ قطعی نہیں رہتامگر اس سے احتجاج ساقط نہیں ہوجاتا بلکہ خبر واحد اور قیاس جیسے ظنی دلیلوں کی طرح اس کے مطابق عمل کرناواجب رہتاہے۔

(۲) ظاہر ونص سے ظن قوی ہوتا ہے جس کو ظنی بالمعنیٰ الاخص کہتے ہیں اور قطعی بالمعنیٰ الاعم بھی۔

✲ نورالانوار ص ۹۰ میں ہے:

ولما احتمل هٰذا الاحتمال النص کان الظاهرالذی هو دونه اولیٰ بان یحتمله و لکن مثل هٰذه الاحتمالات لاتضر بالقطعیة .

[جب نص میں احتمال رہتاہے توظاہر جواس کم درجہ کاہے اس میں بدرجہ اولیٰ رہے گا،مگراس طرح کے احتمالات قطعیت کی منافی نہیں]۔

(۳) اور مفسر سے قطع عام ہوجاتاہے جس کو قطعی بالمعنیٰ الاخص کہتے ہیں ۔

✲ نورالانوار ص ۹۰ میں ہے۔

اماالمفسر فما ازداد وضوحا علی النص علی وجه لایبقی معه احتمال التاویل والتخصیص.

[مفسر میں نص سے زیادہ وضاحت ہوتی ہے، چناں چہ اس میں تاویل وتخصیص کااحتمال باقی نہیں رہتاہے]۔

✵ فواتح الرحموت ج ۲ ص ۱۹ میں ہے:

حکم الکل وجوب العمل قطعا و یقینا لکن فی الاولین مع احتمال التاویل مرجوحا اشد المرجوحیة اودونها وفی الاخیرین مع عدم احتمال الانصراف اصلا ولومرجوحا وهو الیقین بالمعنی الاخص وهوالمراد فی الاعتقادیات، وما وقع من عبارات بعض المشائخ رحمهم الله تعالیٰ: ان النص و الظاهرظنیان فی الدلالة و المفسر والمحکم قطعیان فمرادهم الظن بالمعنی الاعم والقطع بالمعنی الاخص.

ترجمہ: ظاہر، نص، مفسر، محکم سبھی قطعی ویقینی ہوتے ہیں، لیکن ظاہر ونص میں تاویل مرجوح کا احتمال رہتا ہے۔ اور مفسر و محکم میں تاویل مرجوح کا بھی احتمال نہیں رہتا، اسی کو یقین بالمعنیٰ الاخص کہتے ہیں۔ (اصولی) اعتقادیات میں یقین سے یہی یقین مراد ہوتا ہے ۔بعض مشائخ کی عبارتوں میں جو یہ آیا ہے کہ ظاہر ونص ظنی الدلالۃ اور مفسر و محکم قطعی الدلالۃ ہیں ۔ تو وہاں مراد ظن بالمعنیٰ الاعم اور یقین بالمعنیٰ الاخص ہیں ۔

﴿تنبیہ﴾

✵ نورالانوار ص ۹۲ میں ہے:

و یظهر التفاوت عندالتعارض لیصیر الادنی متروکا بالاعلیٰ یعنی لایظهر التفاوت بین هٰذه الاربعة فی الظنیة والقطعیة لان کلها قطعیة وانمایظهر التفاوت عندالتعارض فیعمل بالاعلیٰ دون الادنیٰ فاذا تعارض بین الظاهر والنص یعمل بالنص واذا تعارض بین النص والمفسر یعمل بالمفسر .. لکن هٰذا التعارض انماهو التعارض الصوری لاالحقیقی لان التعارض الحقیقی هو التضاد بین الحجتین علی السواء

لامزید لاحدهما وههنا ليس كذالك.

ترجمہ: ان میں تعارض کے وقت فرق ظاہر ہوتا ہے چناں چہ اعلیٰ کی موجودگی میں ادنیٰ متروک ہوجاتا ہے۔یعنی ظاہرونص اور مفسر میں ظنیت وقطعیت کا فرق نہیں ہوتا ہے؛کیوں کہ سبھی قطعی ہیں ۔البتہ تعارض کے وقت ان میں فرق ظاہر ہوتا ہے کہ اعلیٰ پر عمل کیا جائے گا اور ادنیٰ کو چھوڑ دیا جائے گا یعنی ظاہر ونص میں تعارض ہو تو نص کے مطابق عمل ہوگا اور نص ومفسر میں تعارض ہو تو مفسر کے مطابق عمل ہوگا۔

یاد رہے کہ یہاں تعارض سے حقیقی تعارض نہیں ،بلکہ صوری تعارض مراد ہے،کیوں کہ حقیقی تعارض دو برابر کی دلیلوں میں تضاد کو کہتے ہیں جب کہ یہاں ایسا نہیں ہے۔

اسی لیے اقویٰ کے مقابلہ میں قوی،قوی کے مقابلہ میں ضعیف،اور ضعیف کے مقابلہ میں اضعف سے استدلال باطل ہے۔البتہ کسی بات کو اقویٰ دلیل سے ثابت کردینے کے بعد قوی دلیل یا قوی دلیل سے ثابت کردینے کے بعد ضعیف دلیل ،اور ضعیف دلیل کے بعد اضعف دلیل کو بھی تاکید وتقویت کے لیے پیش کیا جاسکتا ہے۔جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں کسی کسی مسئلہ پر قرآن کریم سے استدلال کے بعد حدیث پھر قیاس سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔

✲ فواتح الرحموت ج۲ص۲۳۹ میں ہے:

ان الفائدة ليست منحصرة فيه بل تعاضد الدليل بدليل من الفوائد.

ترجمہ:فائدہ اثبات ہی میں منحصر نہیں ہے،بلکہ دلیل سے دلیل کی موافقت بھی ایک فائدہ ہے۔انتھی

فقیہ النفس علامہ مفتی مطیع الرحمن صاحب اپنی کتاب افضل کون بجواب زبدۃ التحقیق ص ۱۶۳-ص ۱۶۴ میں مزید تفصیل وتحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

رہا امام باقلانی کا ظنی فرمانا! تو ہم فائدہ نمبر ۴ میں واضح کر چکے ہیں کہ ظنی بالمعنیٰ الاخص

✲ فواتح الرحموت ج۲ص۱۹میں ہے:

حکم الکل وجوب العمل قطعا ویقینا لکن فی الاولین مع احتمال التاویل مرجوحا اشد المرجوحیة اودونها وفی الاخیرین مع عدم احتمال الانصراف اصلا ولومرجوحا وهو الیقین بالمعنی الاخص وهوالمراد فی الاعتقادیات، وما وقع من عبارات بعض المشائخ رحمهم الله تعالیٰ: ان النص و الظاهرظنیان فی الدلالة و المفسر والمحکم قطعیان فمرادهم الظن بالمعنی الاعم والقطع بالمعنی الاخص.

ترجمہ: ظاہر، نص، مفسر، محکم سبھی قطعی ویقینی ہوتے ہیں، لیکن ظاہر ونص میں تاویل مرجوح کا احتمال رہتا ہے۔ اور مفسرو محکم میں تاویل مرجوح کا بھی احتمال نہیں رہتا، اسی کو یقین بالمعنیٰ الاخص کہتے ہیں۔ (اصولی) اعتقادیات میں یقین سے یہی یقین مراد ہوتا ہے ۔بعض مشائخ کی عبارتوں میں جو یہ آیا ہے کہ ظاہر ونص ظنی الدلالۃ اور مفسرو محکم قطعی الدلالۃ ہیں ۔ تووہاں مراد ظن بالمعنیٰ الاعم اور یقین بالمعنیٰ الاخص ہیں ۔

﴿تنبیہ﴾

✲ نورالانوار ص۹۲میں ہے:

و یظهرالتفاوت عندالتعارض لیصیرالادنی متروکا بالاعلیٰ یعنی لایظهرالتفاوت بین هٰذه الاربعة فی الظنیة والقطعیة لان کلها قطعیة وانمایظهرالتفاوت عندالتعارض فیعمل بالاعلیٰ دون الادنیٰ فاذا تعارض بین الظاهروالنص یعمل بالنص واذا تعارض بین النص والمفسر یعمل بالمفسر .. لکن هٰذا التعارض انماهوالتعارض الصوری لاالحقیقی لان التعارض الحقیقی هوالتضاد بین الحجتین علی السواء

لا مزید لاحدھما وھھنا لیس کذالك.

ترجمہ: ان میں تعارض کے وقت فرق ظاہر ہوتا ہے چناں چہ اعلیٰ کی موجودگی میں ادنیٰ متروک ہوجاتا ہے۔یعنی ظاہرونص اور مفسرمیں ظنیت وقطعیت کا فرق نہیں ہوتا ہے؛کیوں کہ سبھی قطعی ہیں ۔ البتہ تعارض کے وقت ان میں فرق ظاہر ہوتا ہے کہ اعلیٰ پرعمل کیا جائے گا اورادنیٰ کوچھوڑ دیا جائے گا یعنی ظاہرونص میں تعارض ہوتونص کے مطابق عمل ہوگا اور نص ومفسر میں تعارض ہوتو مفسر کے مطابق عمل ہوگا۔

یادرہے کہ یہاں تعارض سے حقیقی تعارض نہیں ،بلکہ صوری تعارض مراد ہے،کیوں کہ حقیقی تعارض دوبرابر کی دلیلوں میں تضاد کو کہتے ہیں جب کہ یہاں ایسا نہیں ہے۔

اسی لیے اقویٰ کے مقابلہ میں قوی، قوی کے مقابلہ میں ضعیف ،اور ضعیف کے مقابلہ میں اضعف سے استدلال باطل ہے۔البتہ کسی بات کواقویٰ دلیل سے ثابت کردینے کے بعد قوی دلیل یاقوی دلیل سے ثابت کردینے کے بعد ضعیف دلیل ،اور ضعیف دلیل کے بعد اضعف دلیل کوبھی تاکید وتقویت کے لیے پیش کیا جاسکتا ہے۔جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں کسی کسی مسئلہ پر قرآن کریم سے استدلال کے بعد حدیث پھر قیاس سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔

✵ فواتح الرحموت ج۲ص۲۳۹میں ہے:

ان الفائدة لیست منحصرة فیه بل تعاضد الدلیل بدلیل من الفوائد.

ترجمہ:فائدہ اثبات ہی میں منحصر نہیں ہے،بلکہ دلیل سے دلیل کی موافقت بھی ایک فائدہ ہے۔انتھی

فقیہ النفس علامہ مفتی مطیع الرحمن صاحب اپنی کتاب افضل کون بجواب زبدۃ التحقیق ص۱۶۳-ص۱۶۴میں مزید تفصیل وتحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

رہا امام باقلانی کا ظنی فرمانا! توہم فائدہ نمبر۴میں واضح کرچکے ہیں کہ ظنی بالمعنیٰ الاخص

قطعی بالمعنیٰ الاعم کی مغائر نہیں ، بلکہ دونوں متحد المصداق ہیں ۔اس لیے حضرت صدیق اکبر کی افضلیت مطلقہ کو قطعی بالمعنیٰ الاعم بھی کہا جاسکتا ہے اور ظنی بالمعنیٰ الاخص بھی۔

✲ فواتح الرحموت ج ۲ ص ۱۹ میں ہے:

وماوقع من عبارات بعض المشائخ رحمهم الله تعالى : ان النص والظاهر ظنيان فى الدلالة والمفسر و المحكم قطعيان فمرادهم الظن بالمعنى الاعم والقطع بالمعنى الاخص .

ترجمہ: بعض مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کی عبارتوں میں جو یہ ہے کہ : ظاہر اور نص ظنی الدلالت ہیں اور مفسر و محکم قطعی الدلالت ، تو ظنی سے ان کی مراد ظنی بالمعنیٰ الاعم ،اور قطعی سے، قطعی بالمعنیٰ الاخص ہے۔

علاوہ ازیں قطعی و ظنی دونوں کلی مشکک ہیں حضرت صدیق اکبر کی افضلیت مطلقہ کی قطعیت بالمعنیٰ الاعم، حضرت عمر فاروق کی افضلیت مطلقہ کی قطعیت سے قوی ہے اور حضرت عمر فاروق کی افضلیت مطلقہ کی ظنیت، حضرت صدیق اکبر کی افضلیت مطلقہ کی ظنیت بالمعنیٰ الاخص سے ضعیف ۔اس لیے بعض حضرات نے حضرت صدیق اکبر کی افضلیت کو قطعی سے تعبیر کیا ہے اور حضرت فاروق اعظم کی افضلیت کو ظنی سے ۔ جیسا کہ امام عبدالوہاب شعرانی نے الیواقیت والجواہر میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے حوالے سے اس کی صراحت فرمائی ہے، وہ ص: ۴۴۲ پر لکھتے ہیں :

كان الشيخ محى الدين رضى الله عنه يقول: تقديم ابى بكر فى الفضل على عمر قطعى و تقديم عمر على غيره ظنى.

ترجمہ: حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے تھے کہ فضیلت میں حضرت عمر پر حضرت ابوبکر صدیق کی تقدیم تو قطعی ہے، البتہ دوسرے تمام صحابہ پر حضرت عمر کی تقدیم ظنی ہے۔

اور اپنی اپنی مراد کے اعتبار سے دونوں ہی تعبیریں درست ہیں ۔انتھی

جدید اعتراض یا ۔۔۔۔۔؟

اکابرین کی ان تصریحات کو پڑھنے کے بعد دور جدید کے ایک غالی تفضیلی اتنا لاجواب ہوگیا کہ اپنی کتاب میں لکھنے پر مجبور ہوگیا کہ " اہل علم حضرات ایک بات بتائیے! وہ یہ کہ یہ بالمعنیٰ الاخص اور بالمعنیٰ الاعم کی موشگافیاں اور ضروریات اہل سنت کے اصطلاحیں وغیرہ تو سب بعد کی ایجاد ہیں تو کیا اس لفظی گورکھ دھندے سے قبل۔۔۔۔۔جو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی افضلیت کے قائل تھے ،کیا وہ بھی ضال و مضل اور گمراہ تھے ؟کیونکہ وہ سب تو بالمعنیٰ الاخص اور بالمعنیٰ الاعم سے پہلے کے لوگ تھے ،اشعریت اور ماتریدیت سے بھی پہلے کے لوگ تھے اور حنفیت، شافعیت ،مالکیت اور حنبلیت سے بھی پہلے کے لوگ تھے، سو کیا ان پر ضلالت، غوایت ،رافضیت ،ضال ، مضل ،اور خارج اہل سنت وغیرہ کسی قسم کا فتوی لاگو ہوگا؟

جواب:

گذارش ہے کہ اول تو موصوف نے جن صحابہ کرام سے افضلیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ان میں سے کوئی ایک روایت صحیح نہیں اور جو بظاہر سند صحیح معلوم ہوتی ہیں ،اس میں علت قادعہ موجود ہونے کے ساتھ افضلیت مطلقہ پر کوئی دلیل نہیں ۔ان تمام روایات کے بارے میں مخالفین کے ہی معتمد علم کلام کے ماہر علامہ آمدی اپنی کتاب ابکار الافکار فی اصول الدین ۵/۱۷۵میں واضح طور پر لکھتے ہیں کہ

علامہ آمدی نے وہ تمام روایات جو مخالفین، تفضیل حضرت علی کو ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں۔ان کا مختصراً جواب دینے کا بعد واضح طور پر لکھتے ہیں۔

وما ذكره من اتصافه بالصفات المذكورة، والمناقب المشهورة، فكل ذلك ممّا يوجب الفضيلة لا الأفضلية۔(أبكار الأفكار في أصول الدين ج۵، ص۱۷۴)

مفہوم: اگر ہم ان روایت کو مان بھی لیں، جس سے صفات مذکورہ اور مناقب مشہورہ ثابت ہوتی ہیں، یہ تمام روایات فضیلت کو ثابت کرتی ہیں نہ کہ افضلیت کو۔

دوم: موصوف کو شاید یہ معلوم نہیں کہ کسی بھی فن کی اصطلاحات، اس فن کے ماہرین ہی وضع کرتے ہیں ۔ان اصطلاحات سے نفس مسئلہ پر کوئی اثر یا فرق نہیں ۔ اس لیے ایسا اعتراض کر کے ان اصطلاحات [بالمعنیٰ الاخص اور بالمعنیٰ الاعم] سے انکار کرنا کسی عالم کی شان نہیں البتہ معترض کے لاجواب ہونے پر واضح ثبوت ضرور ہے۔

فضلیت اور افضلیت میں فرق

مسئلہ افضلیت کو ظنی کہہ کر عوام الناس کو مولا علی کی فضیلت والی روایات بتا کر مولا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کو افضل ثابت کرنے کی تفضیلیہ کوشش کرتے ہیں ۔کیونکہ عوام الناس کو یہ معلوم نہیں کہ فضیلت علیحدہ چیز ہے، جبکہ مسئلہ افضلیت ایک منفرد اور جدا چیز ہے۔ لہٰذا عوام الناس کو اس دھوکہ سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

علامہ آمدی کے حوالہ نے فضیلت اور افضلیت میں تفریق ثابت ہوتی ہے اس لیے فضلیت اور افضلیت میں مزید فرق واضح کرنا ضروری ہے۔

۱۔ افضل وہ ہے جسے عند اللہ عزت و کرامت اور قرب و منزلت و وجاہت کا وہ درجہ حاصل ہو جو مفضول کے درجہ سے افضل و اعلیٰ ہے۔

۲۔ نسب کا عالی ہونا، قرابت داری ہونا، اور دوسری خوبیاں کا محل اختلاف اور موضوع بحث سے مسئلہ افضلیت سے کوئی تعلق نہیں ۔ یہ فضیلت ہے نہ افضلیت۔

علامہ مناوی کی تحقیق

علامہ مناوی لکھتے ہیں:

و اطلاقه ذلك غير مرضى بل ينبغي ان يقال انها افضل من حيث البغة حتى شيخين"

❁ اس کے بعد علامہ مناوی لکھتے ہیں:

و اطلاقه ذلك غير مرضى بل ينغبي أن يقال انها أفضل من حيث البغة الشريفة والصديق افضل بل وبقية الخلفاء أربعة من حيث المعرفة وجموم العلوم ورفع منار الاسلام، ولبسط ماله من الاحكام على البسيله كمايدل على ذلك بل يصرح به كلام التضاذانى فى المقاصد حيث قال بعد ماقر ان افضل الائمة المصطفى ﷺ الاربعة ورتبهم على ترتيب الخلافة مانصه۔ (فیض القدیر ۱۰۷/۳ رقم:۲۸۶۸)

مفہوم: یعنی یہ افضلیت کا اطلاق غیر مرضی اور حقیقت کے خلاف ہے کیونکہ علماء کرام نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ r نبی کریم ﷺ کے بدن کا ٹکڑا ہونے کی حیثیت سے افضل ہیں اور صدیق اکبر ہی افضل ہیں۔

❁ اس عبارت سے واضح ہے کہ ایک تو جس نے یہ کہا کہ سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا شیخین سے بھی افضل ہیں اس کا رد کیا اور علامہ مناوی نے تشریح کردی ہے کہ اس روایت میں افضل ہونا صرف نبی کریم ﷺ کے جسم کے ٹکڑے ہونے کی حیثیت سے افضل ہے اور جسم کے ٹکڑے کی حیثیت سے افضل ہونا جزوی فضیلت ہے جو کہ افضلیت مطلقہ کے خلاف نہیں ہے۔

۳۔ صرف قبول اسلام اور ایمان لانے میں سبقت اور تقدم وجہ افضلیت نہیں ورنہ آپ ﷺ پر ایمان لانے والے اول شخص حضرت ورقہ بن نوفل ہیں۔ حالانکہ اہل سنت و جماعت اور تفضیلیہ میں سے کسی نے ان کو افضل الامت نہیں مانا۔

۴۔ تعظیم وجہ افضلیت نہیں بلکہ موجب فضیلت جزئیہ اور خاصہ ہے نہ کہ فضیلت مطلقہ۔ نبی کریم ﷺ کے بعد قران کی نص کے مطابق ازواج مطہرات ہیں۔ ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ صحبت کے علاوہ حق امومیت (ام المومنین) ہے۔ مگر ان کی یہ فضیلت جزئیہ اور خاصہ ہے۔

۵۔نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے انتساب باعث عزت اور شرافت ہے۔آپ ﷺ کے اہل بیت کی عظمت اور شرافت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔جس کا نکار کوئی صحیح العقیدہ سنی نہیں کر سکتا۔مگر قرآن وسنت سے ہی حقیقت بھی واضح ہے کہ حسب ونسب ہونا عند اللہ تعالیٰ افضلیت کا مدار نہیں بلکہ اس کا مدار دین وتقوی میں فائق ہونا ہے۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ ۔ (الحجرات،۱۳)

ترجمہ:اے لوگوں: بے شک ہم نے تم ہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمھیں بڑی قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو تم میں زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

✵ اس آیت مبارکہ میں قبائل کی صورت میں تقسیم کی حکمت اور وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ آپس میں پہچان ہے۔اللہ تعالیٰ کے بارگاہ میں زیادہ عزت وکرامت (کسی نسب اور قبیلہ کی بنیاد پر نہیں بلکہ) تقوی کی زیادتی کی بنیاد پر ہے۔

حدیث مبارکہ میں بھی اس بات کو واضح کیا گیا ہے۔

حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ النَّاسِ أَكْرَمُ؟ قَالَ: «أَكْرَمُهُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاهُمْ۔

(صحیح بخاری ۴۶۸۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا:لوگوں میں سے کون زیادہ بزرگی والا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان میں زیادہ بزرگی اور کرامت والا وہ ہے جو ان میں زیادہ تقوی والا ہے۔

یہ مضمون دیگر بہت ساری روایت سے ثابت ہوتا ہے۔حسب ونسب کو افضلیت کی دلیل بتانے والے قرآن وحدیث کی نصوص کو ملاحظہ کرلیں۔

اگر نسب اور جزء نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مدار افضلیت تسلیم کر لیا جائے تو پھر حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی چاروں صاحبزادیاں اور حسنین کریمین ان تمام حضرات کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے افضل ہونا لازم آتا ہے حالانکہ اس کا قائل تو تفضیلیہ بھی نہیں ہیں۔

❁ شاہ عبدالعزیز صاحب مزید لکھتے ہیں:

"سیادت فضل کے علاوہ ہے اس واسطے کہ کسی شخص کی سیادت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اس شخص میں کسی وجہ سے شرف ہے اصالتاً ہو یا تبعاً ہو امت کے مقابلہ میں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اولاد اس شرف کی وجہ سے جو ان میں ہے سعادت ہیں ہر فضل جزائے عمل پر موقوف نہیں اور ہر امارت موقوف فضل نہیں۔" (فتاوی عزیزی ص ۲۷۳)

❁ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اس مسئلہ کو واضح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جب فضیلت کے بارے میں گفتگو ہو تو ایسا سوال نامناسب نہیں کہ عام طور پر ایک طرح کی دو چیزیں ہوں۔ ان کے بارے میں استفسار کیا جائے کہ ان دو چیزوں میں کون سی چیز افضل ہے۔"

اس واسطے کہ ایک چیز کی فضیلت دوسری چیز پر صرف اسی صورت میں مستحق ہو سکتی ہے کہ ان دونوں چیزوں کی فضیلت کسی وجہ سے ہو اور وہ وجہ کسی ایک چیز میں زیادہ اور دوسری چیز میں کم ہو۔ اگر ان دونوں چیزوں کی فضیلت دو وجہوں سے ہو تو ایسی دونوں چیزوں میں ایک کو دوسرے سے افضل نہیں کہہ سکتے۔ اس واسطے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ ان دونوں چیزوں میں کون افضل نہیں کہہ سکتے۔ اس واسطے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ ان دونوں چیزوں میں کون افضل ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ان دونوں چیزوں میں سے کسی چیز میں وصف زیادہ ہے کہ اس وصف میں یہ دونوں مشترک ہیں۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ رمضان افضل ہے یا حضرت صالح u کی اونٹنی افضل ہے اور ایسا یہ بھی نہیں کہہ سکتے ہیں کہ کعبہ شریف افضل ہے یا نماز افضل ہے۔ البتہ استفسار کر سکتے ہیں کہ مکہ معظمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ افضل ہے۔ رمضان شریف افضل ہے یا ذی الحجۃ افضل ہے۔ نماز افضل ہے یا زکوٰۃ افضل ہے اور حضرت صالح u کی

ناقہ افضل ہے یا آنحضرت کی عصباء (ناقہ اونٹنی) افضل ہے۔

(فتاویٰ عزیزی ص ۱۷۳، ۳۰۷، ۳)

⑥۔ کسی ذات اقدس سے زیادہ سلاسل طریقت کا جاری ہونا ایک فضیلت ہے مگر افضلیت مطلقہ نہیں ہے۔ (یہ کتاب " دلیل العارفین "اس موضوع کے متعلق ہے۔)

۷۔ شجاعت، بہادری، قوت، قاضی ہونا، بھی مدار افضلیت نہیں۔ کیونکہ ان امور میں تو دیگر صحابہ کرام بھی شریک تھے، توسادات کرام اور صحابہ کرام کے درمیان یہ فرق کیسے مدار افضلیت ہوسکتا ہے۔

۸۔ نبی کریم ﷺ سے رشتہ داری و مصاہرت ایک عظیم شرف و فضیلت ہے مگر وجہ افضلیت نہیں کیونکہ یہ امور خارجیہ ہیں نہ کہ محاسن ذاتیہ۔ اس لیے کسی نے حضرت عثمان ذو النورین کو شیخین کریمین سے افضل قرار نہیں دیا۔ جس سے واضح ہوا کہ اگر اگر دامادرسول کریم ﷺ ہونا وجہ افضلیت ہوتا تو حضرت عثمان ذوالنورین شیخین کریمین سے افضل ہوتے۔

۹۔ حضرت خلفاء ثلاثہ کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے افضلیت کا مطلب افضلیت مطلقہ ہے نہ کہ من کل الوجوہ فضیلت، کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے خصائص کثیرہ ثابت ہیں، ان کا ماننا لازم وضروری ہے۔ لیکن ان خصائص کہ وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا افضلیت مطلقہ کا قول کرنا افراط وغلو ہے۔ جو کہ اہل سنت کا عقیدہ ہرگز نہیں۔

۱۰۔ وہ فضائل وکمالات جن کی وجہ سے کسی ذات پر افضل کا اطلاق بغیر کسی قید خاص اور حیثیت وجہت نہ ہو تو اس صورت میں وہ ذات افضل علی الاطلاق ہے۔ جسے افضلیت مطلقہ کہا جاتا ہے۔

❁ علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں کہ:

الإختصاص بفضيلة لايستلزم الأفضلية على الإطلاق.

"کسی خاص فضیلت سے مختص ہونا افضلیت علی الاطلاق کو مستلزم نہیں۔"

(عمدۃ القاری، جلد ا صفحہ ۳۶۴)

۱۱۔ کثرت ثواب اور عند اللہ عزت و کرامت دونوں کا حاصل ایک ہی ہے۔ جن علماء کرام نے کثرت ثواب کو مدار افضلیت قرار دیا ہے تو ثواب سے ان کی مراد، عند اللہ تعالی عزت و کرامت اور قرب وجاہت کا زیادہ ہونا ہے۔ لہذا علماء کرام کا معنی افضلیت کے بیان میں صرف بیان اور تعبیر کا فرق ہے جبکہ مطلب ایک ہی ہے۔

❁ علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں کہ:

أن المراد من الأفضلية الخيرية وأكثرية الثواب.

ترجمہ: افضلیت سے مراد خیریت اور کثرت ثواب ہے۔

(عمدۃ القاری، جلد ا صفحہ ۳۶۴)

❁ امام بدر الدین العینی الحنفی کثرت ثواب کے اسباب کے بارے میں لکھتے ہیں:

إن زيادة العلم لاتوحب الأفضلية لأن كثرة الثواب لها اسباب أخر من التقوىٰ والإخلاص وإعلاء كلمة الله وغيرها مع ان الأعلمية كتاب الله لاتستلزم الأعلمية مطلقا لاحتمال أن يكون وغيره أعلم بالسنة. (عمدۃ القاری للعینی، جلد ۸ صفحہ ۳۳۳)

ترجمہ: بے شک زیادتی علم افضلیت کو لازم نہیں کرتی اس لیے کہ کثرت ثواب کے لیے دوسرے اسباب ہیں تقویٰ، اخلاص، اعلاء کلمۃ اللہ وغیرھا۔ باوجود اس کے بے شک اعلمیت کتاب اللہ مطلقاً اعلمیت کو مستلزم نہیں۔ اس احتمال کی وجہ سے ممکن ہے اس کا غیر اعلم بالسنۃ ہو۔

۱۲۔ روحانی اور باطنی خلافت میں افضلیت کی تقسیم تصریحات جمہور اہل سنت کے خلاف ہے۔ تفصیل کے لیے کتاب "دلیل العارفین من کلمات العارفین" ملاحظہ کیجئے۔

۱۳۔ افضل علی الاطلاق کا تعین کے ۲ طریقے ہیں:

اول: نصوص شرعیہ میں سے اس بات کی وضاحت ہو کہ فلاں افضل و اعلی اور اکرم ہے۔ شارع کی تصریح کے بعد کسی کو انکار کا کوئی جواز نہیں رہتا۔

اس طریقہ میں تفضیلیہ کے پاس کوئی دلیل نہیں جبکہ اہل سنت نصوص شرعیہ پیش کرتے ہیں۔

دوم: استدلال و استنباط و تالیف مقدمات اور تتبع احوال و اعمال اکے ذریعے افضل کا تعین کرنا۔

❁ دوسرے طریقہ میں تفضیلیہ بعض صفات اور جزوی فضائل، شرف نسب، علو کرامت کو افضلیت مطلقہ اور فضل کلی کہتے ہیں جو کہ علماء اعلام کی تصریحات کے خلاف ہے۔ مگر علماء اہل سنت نے قرآن کی آیات، احادیث مرفوع و موقوف، اور استنباط علماء کرام سے اس طریقہ ثانی میں پیش کرتے ہیں۔ ان تمام استنباط اور استدلال (کثرت نفع فی الاسلام) میں جو بظاہر فرق معلوم ہوتا ہے مگر در حقیقت کچھ اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ جس کا تقوی زیادہ ہوگا ایسے شخص کی وجہ سے نفع الاسلام بھی زیادہ ہوگا یہ تمام معاملات وامور ایک دسرے کے ساتھ ساتھ منسلک ہیں۔

اللہ کریم ہمیں اکابرین اہل سنت کی خدمات عظیمہ سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا کرے۔ (آمین)

مناظرہ کا پس منظر

علامہ مفتی حنیف خان رضوی، بریلی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے دور شباب میں بریلی اور اس کے قریبی شہروں مثلاً بدایوں، سنبھل وغیرہ میں بھی بہت سے لوگ تفضیلی گروہ کے عقائد کی طرف مائل ہوگئے تھے، ان میں بہت سے ذی علم بھی تھے، شیخین کی افضلیت کے سلسلہ میں کہتے تھے کہ ان کو سیاست وخلافت اور حکومت وسلطنت جیسے ظاہری امور میں تو برتری حاصل تھی، مگر باطنی امور مثلاً قرب الٰہی وکرامت عند اللہ میں امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ -کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم- کو شیخین پر فوقیت حاصل تھی۔ بلکہ ان عقائد کے بارے میں عوام اہل سنّت وجماعت کو یہ فریب بھی دیتے تھے کہ افضلیت کے یہ معنی جو ہم بیان کرتے ہیں یہی عقیدہ اساطین ملت اور علمائے اہل سنت کا قدیم سے چلا آرہاہے۔ ارباب طریقت، اصحاب سیادت اور اہل بیت نبوت کے مشائخ بھی اسی طرف ہیں ۔ مگر ان کے اس دجل اور مکروفریب کا پردہ اس وقت چاک ہوگیا جب اہل بیت نبوت کے ایک شیخ اور گل سرسبد نے اپنی تحقیقات عالیہ سے امت مسلمہ کو سرفراز فرمایا۔

حضرت مولانا محمد شاہ قادری فیاضی بریلوی تلمیذ اعلیٰ حضرت رسالہ "فتح خیبر" میں لکھتے ہیں :

" حق سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت کہ اس نے حضرات (تفضیلیہ) کی اس خلط ملط کو بچانہ رکھا اور علمائے دین کی سعی مشکور سے دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دکھایا۔ حضور پر نور

غوث الاسلام والمسلمین حجۃ اللہ فی الارضین طراز دامن شریعت بہار گلشن حقیقت جامع فضائل معنوی وصوری حضرت سیدنا ومولانا سید ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قادری برکاتی احمدی آل رسولی مارہروی تاجدار سرکار مارہرہ منورہ -أدام اللہ تعالیٰ ظلال جلالھم علینا- نے رسالہ "دلیل الیقین من کلمات العارفین" میں اقوال اولیائے سلف واصفیائے خلف جمع فرماکر مذہب حق پر عرش تحقیق مستقر فرمایا۔ اور عامی جاہلوں کا وہ خیال ضلال کہ معاذ اللہ ائمہ طریقت بر خلاف اہل سنت قرب الہ وکرامت جاہ میں تفضیل حضرات شیخین نہیں مانتے یکسر مٹایا اور حضرت استاذنا وملاذنا عالم دقیق النظر فاضل سنیت پرور نونہال دودمان فضائل فاضل ابن فاضل ابن فاضل حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی احمدی رسولی بریلوی دام بالعز والمجد والرشد وصین من شر حاسد اذا حسد نے خاص اپنی تحقیقات رائقہ وتدقیقات فائقہ سے ایک سفر عظیم وکتاب ضخیم تصنیف فرمائی جس کی لطافت مبانی ومتانت معانی وناز کی تدقیق وتازگی تحقیق دیکھ کر مخالف منصف بھی انشاء اللہ تعالیٰ بے ساختہ پکار اٹھے کہ:

لاعطر بعد عروس.

ع: کم ترک الأول للآخر

ع: ذوق ایں مے نہ شناسی تانہ چشی

﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾[۲۲].

سیّدنا اعلیٰ حضرت نے جب سیف اللہ المسلول حضرت علامہ مولانا فضل رسول بدایونی کی شان میں دو ۲ قصیدے (قصیدۂ نونیہ: ۲۴۳ اشعار، قصیدۂ دالیہ: ۷۰ اشعار) پر مشتمل نظم فرمائے تو ان میں بھی چند اشعار تفضیلی گروہ کے اساطین کی تردید میں قلم

---

(۲۲) پ۲۸، الجمعۃ: ۴.

بند کیے۔

قصائد کے ترجمہ و تشریح میں مولانا عاصم اقبال مجیدی بدایونی ان اشعار کی توضیح کے تعلق سے لکھتے ہیں :

"تیرھویں صدی کی آخری دھائی اور چودھویں صدی کی پہلی دھائی میں بدایوں اور بریلی میں ایک طبقہ تفضیلی عقائد کی طرف مائل ہوگیا تھا۔ بریلی میں شاہ نیاز احمد بریلوی کے صاحب زادے شاہ نظام الدین نیازی بریلوی (صاحب سجادہ خانقاہ نیازیہ بریلی) بدایوں میں ان کے بھائی شاہ نصیر الدین چشتی نیازی اور شاہ دلدار علی مذاق میاں اس طبقہ کے علم بردار تھے۔ اس کے مقابلہ میں حضرت تاج الفحول اور آپ کے تلامذہ نے کامیاب تحریری و تقریری جدوجہد فرمائی، حضرت تاج الفحول نے رسالہ "رد روافض"، "ہدایت الاسلام"، "تصحیح العقیدہ فی باب امیر معاویہ" اور "اظہار الحق" وغیرہ اسی زمانے میں تالیف فرمائے تھے۔ بریلی میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے تحریراً اور تقریراً اس طبقہ کا رد کیا، آپ نے "منتھی التفصیل لمبحث التفضیل"، "مطلع القمرین فی ابانة سبقة العمرین"، "الزلال الأنقی من بحر سبقة الاتقی"، "رفع العروش الخاوية من آدب الأمير المعاوية" وغیرہ رسائل اسی زمانہ میں اس طبقہ تفضیلیہ کے رد میں تصنیف فرمائے۔ اس طبقہ کی جانب سے دو ۲ حضرات بہت پیش پیش تھے، ایک مولانا محمد حسن سنبھلی دوسرے مولوی علی احمد مذنب بدایونی [۲۳] ، یہ دونوں شاہ مذاق میاں [شاہ دلدار علی مذاق میاں [۲۴]] کے مریدین میں

---

(۱) قاضی حکیم علی احمد محمود اللہ شاہ المتخلص بذنب مذاقی بدایونی۔ علی احمد مذنب بدایونی نے مولانا شاہ آل رسول صاحب، علامہ محمد عادل صاحب سے بھی پڑھا۔

(تذکرہ علماء حال مولفہ حافظ محمد ادریس نگرامی ص ۵۸)

(۲) آئینہ دلدار ص ۷۳

تھے۔ اول الذکر نے بریلی میں اعلیٰ حضرت کو مسئلہ تفضیلیت پر مناظرے کا چیلنج کیا،[٢٥] فاضل بریلوی نے فوراً تیس ٣٠ سوال قلم بند فرما کر بھیجے، ان سوالات کو دیکھ کر ایسی ابتری پھیلی کہ میدان چھوڑ کر بھاگتے ہی بنی۔ ثانی الذکر مولوی مذنب بدایونی نے رسالہ "تحفۃ الاخیار"، "تحقیق القول المجید" تالیف کیے، جس کے جواب میں بالترتیب "تنبیہ ملحدین الاشرار"، "تادیب المذنب البلید" تصنیف کیے گئے۔

آپ شاہ نظام الدین بریلوی، شاہ نصیر الدین نیازی، شاہ دلدار علی مذاق، مولانا محمد حسن سنبھلی اور مولوی علی احمد مذنب بدایونی کے نام اور کرداروں کو ذہن میں رکھ کر اب شعر ١۵۵ میں نصیر دین الحق اور نظام دین اللہ، شعر ١۵٦ میں مذنب اور مذاق اور شعر ١۵٧ میں سنبلی کے لفظوں پر غور فرمائیں تو نہ صرف یہ کہ اشعار کا لطف دوبالا ہو جائے گا بلکہ شاعر کے تفنن طبع اور قادر الکلامی پر بے ساختہ منہ سے سبحان اللہ نکل جائے گا۔ ع

فَنَصِیرُ دِیْنِ الْحَقِ لَیْسَ بِفَاجِرٍ وَنِظَامُ دِیْنِ اللهِ غَیْرُ دَدَانِ

مَا مُذْنِبٌ یَحْلُو لَدَیْهِ مَذَاقُهُمْ إِلَّا أُذِیْقَ مِنَ الْحَمِیْمِ الْاٰنِیْ

لَا یَقْتَفِیْهِمْ سَنْبَلِیْ أَوْ شِنَانِیْ فَیَنِجْ بِسَنْبَلٍ وَشِنَانِ

---

(٣) مولانا مفتی محمد ابراہیم سمتی صدر مدرس، مدرسہ شمس العلوم بدایوں اپنے مضمون "مولانا محمد حسن سنبھلی" ص ٩٦ رسالہ العلم کراچی جنوری تا مارچ ١٩۵٩ میں لکھتے ہیں:

"بدایوں اور بریلی کی روایات میں تفضیلی مشہور ہیں۔ احقر غفرلہ سے استاذی مولانا عبد العزیز خاں نے فرمایا کہ مولوی محمد حسن سنبھلی کو تفضیلی عقیدہ میں اس قدر غلو تھا کہ وہ مولانا احمد رضا خان بریلوی سے مباحثہ کے لیے بریلوی آئے اور خواجہ قطب محلہ میں شاہ نظام الدین صاحب ابن شاہ نیاز احمد بریلوی کے مہمان ہوئے۔"

- علامہ مولانا رحمن علی نے تذکرہ علماء ہند ص ١١٤ پر اس مناظرہ کی تفصیل لکھی ہے۔

تو دین حق کا معین و مددگار فاجر نہیں ہوتا اور اللہ کے دین کا نظام بے ہودہ (لوگ) نہیں ہوتے۔

کسی گنہ گار کے نزدیک بھی ان کا مشرب شیریں نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے بھی بالکل ایسا ہے جیسے سخت گرم پانی پلایا جا رہا ہو۔

ان کی پیروی کوئی سنبلی (رومی) اور شانی (شامی) نہیں کرے گا، کہ مقام سنبل اور شان میں ہی نجات پائے[۲۶]۔

اس سلسلہ کا ایک واقعہ ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری نے یوں تحریر فرمایا ہے:

بقول سید ایوب علی رضوی ماہ جمادی الآخرہ ۱۳۰۰ھ میں مفضلہ بریلی، بدایوں، سنبھل، رام پور وغیرہ نے متفقہ طریقے سے مسئلہ تفضیل میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کا اعلان کیا اور سب نے مولانا مولوی محمد حسن سنبھلی مصنف "تنسیق النظام فی مسند الامام" و "حاشیہ ھدایہ" وغیرہ کو امیر جماعت و مناظر مقرر کیا اور بریلی پہنچے۔ اس زمانے میں اعلیٰ حضرت منضج پی رہے تھے اور جلاب کے دن قریب تھے، ایک نئے طبیب کے زیر علاج تھے۔ اس کی سازش سے یہ مشورہ ہوا کہ مسہل کے ایک دن قبل دعوت مناظرہ دینی چاہیے، اعلیٰ حضرت بوجہ مسہل خود ہی انکار کر دیں گے اور ہمت کی بھی تو طبیب کی حیثیت سے وہ معالج منع کر دیں گے۔ بات بن جائے گی کہ مناظرہ سے فرار کیا، لیکن جسے خداوند عالم سربلند کرے اسے کون نیچا دکھا سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فوراً چیلنج مناظرے کا منظور فرمایا۔ معالج صاحب نے بہت منع کیا کہ کل مسہل کا دن ہے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: مناظرہ کرتے ہوئے مجھے مر جانا منظور ہے مگر مناظرے سے انکار کر کے بچنا منظور نہیں۔ آخر اسی حالت میں آپ نے تیس سوال لکھ کر سرگروہ

---

(۲۶) "قصید تان رائعتان"، ص: ۱۹۲، ۱۹۱، مطبوعہ تاج الفحول اکیڈمی بدایوں۔

جماعت جناب مولانا محمد حسن صاحب سنبھلی کے پاس روانہ کر دیئے۔ مولانا موصوف کی دیانت کہ یہ مجرد سوالات دیکھنے کے فرمایا: ان سوالات کا جواب کوئی شخص تفضیلی عقیدہ رکھتے ہوئے نہیں دے سکتا۔ اور اسی وقت ریل میں سوار ہو کر مکان تشریف لے آئے۔ اس کے بعد "شرح عقائد" کا حاشیہ مسمی بہ "نظم الفرائد" تحریر فرمایا جس میں مذہب اہل سنت وجماعت کی حمایت و تائید کی۔ دوسرے معاونین نے یہ حال دیکھ کر "من سکت سلم" پر عمل کیا اور بالکل خاموشی اختیار کی۔ جس کی قدرے تفصیل رسالہ "فتح خیبر"(۲۷) میں اسی زمانے میں مطبوع ہو چکی ہے۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے کئی مرتبہ لوگوں کو دعوت مناظرہ دی مگر ادھر سے صدائے بر نخاست۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشآء والله ذو الفضل العظيم(۲۸)

یہی وجہ ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت نے سب سے پہلے تفضیلیہ کے رد کی طرف اپنی توجہ مبذول فرمائی۔ زیر مطالعہ کتاب اسی سلسلہ کی کڑی ہے، کتاب کی تصنیف کے وقت آپ کی عمر اٹھائیس سال دوماہ کم وبیش ۲۰ دن ہے۔ اس لیے کہ آپ نے یہ کتاب ذوالحجہ ۱۳۰۰ھ کے آخری پانچ ایام میں لکھی اور ۱۳۰۰ھ کی آخری شب میں اختتام کو پہنچی اور آپ کی ولادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ میں ہوئی۔

کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :

ولما كان فَصُّ خِتامِها ، وطلوعُ بَدرِ تمامها لِليلةٍ ، بَقِيَت مِنَ المِئَة الثالثة عشر من سِنِي هجرةِ سَيِّدِ البَشَرِ. عليه من الصلواتِ أنماها ومن التَّحِيَّاتِ أزكاها. ناسب أن أسمِّيها "الزّلال الأنقى من بحر سبقة الأتقى" ليكونَ العَلَمُ عَلَماً على العامِ،

---

(۲۷) رسالہ "فتح خیبر" کتاب کے آخر میں عکس بھی ملاحظہ کریں، مکمل رسالہ شامل اشاعت ہے۔

(۲۸) "حیات اعلیٰ حضرت" ۱/۶۳، طبع جدید امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف۔

واللہ تعالیٰ ولیُّ الإنعام، وھو الخامس عشر من تصانیفی فی علوم الدین۔

چوں کہ اس کتاب کے اختتام کی مہر اس رات میں لگی اور اس کا ماہ تمام اس رات طلوع ہوا جو تیرھویں صدی ہجری (۱۳۰۰ھ) کی آخری رات تھی، لہذا اس مناسبت سے میں نے اس کا تاریخی نام ''الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی'' رکھا، (یعنی سبقت اتقی کے سمندر سے انتہائی پاکیزہ آبِ خوش گوار) تاکہ یہ نام تصنیف کے سال کی نشانی ہو جائے، اللہ تعالیٰ ہی ولی نعمت ہے۔ کتب دینیہ میں یہ میری پندرھویں تصنیف ہے۔

جس شب میں کتاب اختتام کو پہنچی وہ شب گزار کر ذوالحجہ ۱۳۰۰ھ کا آخری دن آیا تو اس دن شام کو اعلیٰ حضرت سے متعلق ایک عظیم واقعہ رونما ہوا، جو انصاف پسند اور عقیدت مند قارئین کے لیے فرحت وانبساط کا موجب ہوگا، لہذا تحریر کیا جاتا ہے:

شہزادۂ استاذ زمن حضرت علامہ حسنین رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت قبلہ کے فیضان مجددیت کا ظہور ۱۳۰۱ھ کے آغاز سے ہوا۔ یہ واقعہ ذرا تفصیل طلب ہے: واقعہ یہ ہے کہ ہمارے چچا مولوی محمد شاہ خاں صاحب عرف ننھن خاں صاحب مرحوم سوداگری محلہ کے قدیمی باشندے تھے، اعلیٰ حضرت سے عمر میں ایک سال بڑے تھے، بچپن ساتھ گزرا، ہوش سنبھالا تو ایک ہی جگہ نشست وبرخاست رہی، ایسی حالت میں آپس میں بے تکلفی ہونا ہی تھی۔ ان کو اعلیٰ حضرت قبلہ ننھن بھائی جان کہتے تھے اور ان کے ایک سال بڑے ہونے کا بڑا لحاظ فرماتے تھے۔ یہ بھی اکثر سفر وحضر میں ساتھ ہی رہتے۔ آدمی ذی علم تھے۔ گھر کے خوش حال زمیں دار تھے۔ یہاں تک کہ ندوہ کے مقابلہ میں جب اعلیٰ حضرت قبلہ نے بہار وکلکتہ کا سفر کیا تھا تو ننھن میاں بھی ساتھ رہے۔ میں نے اپنے ہوش سے انھیں اعلیٰ حضرت قبلہ کی صحبت میں خاموش اور مؤدب ہی بیٹھے دیکھا۔ انھیں اگر مسئلہ دریافت کرنا ہوتا تو دوسروں کے ذریعہ سے دریافت کراتے۔ میں مدتوں سے یہ ہی دیکھ رہا تھا۔ ایک روز میں نے چچا سے عرض کیا کہ اعلیٰ حضرت تو آپ کی بزرگی کا لحاظ کرتے

ہیں ۔آپ ان سے اس قدر کیوں جھجکتے ہیں کہ مسئلہ خود نہیں دریافت کر سکتے۔انھوں نے فرمایا: کہ ہم اور وہ بچپن سے ساتھ رہے۔ ہوش سنبھالا تو نشست وبرخاست ایک ہی جگہ ہوتی۔ نماز مغرب پڑھ کر ہمارا معمول تھا کہ ان کی نشست میں آبیٹھتے۔سید محمود شاہ صاحب وغیرہ چند ایسے احباب تھے کہ وہ بھی اس صحبت کی روزانہ شرکت کرتے۔ عشا تک مجلس گرم رہتی۔اس مجلس میں ہر قسم کی باتیں ہوتی تھیں۔ علمی مذاکرے ہوتے تھے۔دینی مسائل پر گفتگو ہوتی اور تفریحی قصے بھی ہوتے۔جس دن محرم ۱۳۰۱ھ کا چاند ہوا ہے اس دن حسب معمول ہم سب بعد مغرب اعلیٰ حضرت کی نشست گاہ میں آ گئے۔

اعلیٰ حضرت خلاف معمول کسی قدر دیر سے پہنچے۔ حسب معمول سلام علیک کے بعد تشریف رکھی۔اور لوگ بھی تھے، مجھے مخاطب کر کے فرمایا: کہ ننھن بھائی جان آج محرم ۱۳۰۱ھ کا چاند ہو گیا، میں نے عرض کیا کہ میں نے بھی دیکھا، بعض اور ساتھیوں نے چاند دیکھنا بیان کیا۔اس پر فرمایا کہ بھائی صاحب یہ تو صدی بدل گئی۔ میں نے بھی عرض کیا: صدی تو بے شک بدل گئی۔خیال کیا تو واقعی اس چاند سے چودھویں صدی شروع ہوئی تھی، اس پر فرمایا کہ اب ہم آپ کو بھی بدل جانا چاہیے۔یہ فرمانا تھا کہ ساری مجلس پر ایک سکوت کا عالم طاری ہو گیا، اور ہر شخص اپنی جگہ بیٹھا رہ گیا، پھر کسی کو بولنے کی ہمت ہی نہ ہوئی، بات سمجھ ہی میں نہ آئی کہ یکا یک اس رعب چھا جانے کا سبب کیا ہوا، دوسرے روز بعد نماز فجر جب سامنا ہوا اور ان کے مجددانہ رعب وجلال سے واسطہ پڑا تو یاد آیا کہ انھوں نے جو بدلنے کو فرمایا تھا تو وہ خدا کی قسم ایسے بدلے کہ کہیں سے کہیں پہنچ گئے اور ہم جہاں تھے وہیں رہے۔ وہ دن ہے اور آج کا دن کہ ہمیں ان سے بات کرنے کی ہمت ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس اہم تبدیلی پر ہم نے تنہائی میں بارہا غور بھی کیا تو بجز اس کے کوئی بات سمجھ ہی میں نہ آئی کہ ان میں منجانب اللہ اس دن سے کوئی بڑی تبدیلی کر دی گئی ہے جس نے انھیں بہت اونچا کر دیا ہے، اور ہم جس سطح پر پہلے

تھے وہیں اب ہیں ۔ہاں جب دنیا انھیں مجدد المأۃ الحاضرہ کے نام سے پکارنے لگی تو سمجھ میں آیا کہ وہ تبدیلی یہ تھی جس نے ہمیں اتنے روز حیران ہی رکھا۔ یہ تھی وہ تاریخ جس میں انھیں موجودہ صدی کا مجدد بنایا گیا، اور مجددیت کا منصب جلیل عطا ہوا اور ساتھ ہی ساتھ وہ رعب عطا ہوا جو اسی تاریخ سے محسوس ہونے لگا۔باوجود کہ ہمیں بے تکلفی کے لیل ونہار اب تک یاد ہیں ، مگر رعب حق برابر روز افزوں ہے جو ان کے مدارج کی مزید ترقی کی دلیل ہے۔[29]

آپ کی تصانیف میں یہ پندرھویں تصنیف ہے جیسا کہ اس کتاب میں آپ نے خود ہی ذکر فرمایا۔اس سے پہلے آپ تفضیلیہ کے رد میں مندرجہ ذیل سات کتابیں تصنیف فرما چکے تھے:

(۱)منتهى التفضيل لمبحث التفضيل۔

(۲)مطلع القمرين فى ابانة سبقة العمرين (۱۲۹۷)۔

(۳)معتبر الطالب فى شيون أبى طالب(۱۲۹۴)

(۴)الكلام البهى فى تشبه الصديق بالنبى (۱۲۹۷)

(۵)وجد الشوق بحلوة أسماء الصديق والفاروق(۱۲۹۷)

(۶)اعتقاد الأحباب فى الجميل والمصطفىٰ والآل والأصحاب(۱۲۹۸)

(۷)البشرى العاجلة من تحف آجلة(۱۳۰۰)

اول الذکر دونوں کتابوں کا ذکر زیر نظر کتاب میں متعدّد مقامات پر آیا ہے۔

ان میں پہلی کتاب تو اپنی ضخامت کے لحاظ سے باب رضویات میں سب پر فائق ہے،اس لیے کہ آپ نے اس کو نوے (۹۰) اجزا پر رقم فرمایا تھا،اگر ایک جز ۱۶ صفحات ہی کا مانا جائے تو ۱۴۴۰ صفحات ہوئے جو آج تحقیق وترتیبِ جدید کی شکل میں تین سے چار ہزار

---

(۱) سیرت اعلیٰ حضرت: ۶۰ تا ۶۲، طبع جدید امام احمد رضا اکیڈمی

صفحات ہوتے، آپ کی اس تصنیف کا نام تاریخی نہیں، ایک اندازے کے مطابق ۱۲۹۵ھ یا ۱۲۹۶ھ میں آپ نے یہ کتاب لکھی جب آپ کی عمر ۲۴، ۲۳ سال تھی۔ اگرچہ یہ کتاب طبع نہ ہو سکی اور امتداد زمانہ کی دبیز تہوں میں دب کر منتظر طباعت ہے۔ یا پھر بہت سی دیگر تصانیفِ رضا کی طرح ضائع ہو گئی۔ تلاش بسیار کے بعد بھی راقم کو اب تک اس کا سراغ نہ لگا۔

یہاں سیدنا اعلیٰ حضرت کے فرمان کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ:

ان تمام مباحث جلیلہ کے بعد نتیجہ کیا نکلا؟ کیا ہم صدیق اکبر کی افضلیت کو قطعی مان لیں؟ اگر قطعی مانیں تو سوال یہ ہے کہ کیا اس میں کوئی دوسرا احتمال نہیں؟

جواب یہ ہے کہ تم قطعی مانو، اس لیے کہ جب دو مقدمے قطعی ہوں تو ان کا نتیجہ بھی قطعی ہوتا ہے۔ پہلا مقدمہ تو بایں معنی قطعی ہے کہ اتقی سے مراد صدیق اکبر ہیں اور اس پر امت کا اجماع ہے جو قطعی ہے۔ دوسرا مقدمہ اس طرح کہ آیت اولیٰ مدعا میں نص ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ اور احتمال بلا دلیل قطعی کو قطعیت سے خارج نہیں کرتا۔ نیز یہاں یہ بھی واضح رہے کہ علم قطعی دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اول: احتمال بالکل ختم ہو جائے اور اس کا نام ونشان نہ رہے۔ یہ قطعی بالمعنیٰ الاخص ہے۔ یہ اس محکم و مفسر میں ہوتا ہے جو متواتر ہیں۔ اصول دین اور عقائد اسلام میں یہی مطلوب ہے۔

دوم: احتمال تو ہے مگر بلا دلیل ہے۔ جیسے: مجاز، تخصیص، یا تاویل کی دوسری قسمیں جو ظاہر اور نص یا احادیث مشہورہ میں ہوتی ہیں۔ یہ قطعی بالمعنیٰ الاعم ہے۔

اول کا نام **علم الیقین** ہے۔ اس کا منکر و مخالف کافر ہے۔

البتہ یہاں ایک اختلاف ہے، فقہا منکر کو علی الاطلاق کافر کہتے ہیں اور متکلمین اس میں ضروریات دین کی قید لگاتے ہیں۔

دوم کا نام **علم طمانیت** ہے، اس کا مخالف و منکر بدعتی و گمراہ ہے۔

یہاں کافر کہنے کی گنجائش نہیں ۔جیسے :قیامت میں اعمال کا تولا جانا۔دیدار الٰہی۔آسمانوں کی بلندی تک معراج جسمانی۔

اسی طرح ظن کے دو معنی ہیں :ظن بالمعنیٰ الاخص۔ ظن بالمعنیٰ الاعم۔

(ظنی اسے کہتے ہیں جس میں کوئی احتمال ہو۔اگر احتمال کسی دلیل کی بنیاد پر ہے تو یہ ظنی بالاخص ہے۔اور بلادلیل ہے تو ظنی بالاعم۔اسی کو اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ عام کا مقابل خاص اور خاص کا مقابل عام ہوتا ہے)

اس کے بعد وضاحت فرمائی کہ مسئلہ تفضیل قطعی بالمعنیٰ الاعم ہے،اور ہم اس کے منکر کو کافر نہیں کہتے،البتہ بدعتی وگم راہ ہیں ۔اور جس نے یہ کہا کہ مسئلہ تفضیل میں نصوص متعارض ہیں لہذا استدلال ساقط۔تو ایسا قول ساقط الاعتبار ہے اگر اس کی مراد تعارض حقیقی ہے۔رہا تعارض صوری تو مسئلہ پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اب بات واضح ہوگئی کہ ہمارے ائمہ کرام میں بعض نے جو مسئلہ تفضیل کو قطعی کہا ہے اور ظنی کی نفی کی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قطعی بالمعنیٰ الاعم ہے جس سے علم طمانیت حاصل ہوتا ہے۔اور ظنی کی نفی سے ظنی بالمعنیٰ الاخص کی نفی ہے۔یعنی اس میں کوئی احتمال بالدلیل نہیں۔

اور جنھوں نے ظنی کہا اور قطعی کی نفی کی تو مطلب یہ ہے کہ قطعی بالمعنیٰ الاخص نہیں جس میں سرے سے احتمال ہی نہیں ہوتا۔یہ مسئلہ ایسا نہیں ۔اور ظنی سے مراد ظنی بالمعنیٰ الاعم ہے،جس میں احتمال تو ہوتا ہے مگر بلادلیل۔لہذا یہ اختلاف محض لفظی ہے۔

یہاں کسی کو یہ کھٹک ہوسکتی ہے کہ مسئلہ تو اعتقادی ہے پھر قطعی بالمعنیٰ الاعم یعنی ظنی بالمعنیٰ الاعم پر اعتماد کیوں کر روا ہوگا۔جواب یہ ہے کہ مسئلہ اصول اسلام سے نہیں ۔جیسے خلفائے راشدین کی خلافت۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہماری تحقیق کے ذریعہ بہت سے اقوال میں تطبیق ہوگئی،لہذا اس کو اختیار کرلو۔

واضح رہے کہ اس مسئلہ کو قطعی فرمانے والوں میں سرفہرست امیر المؤمنین مولیٰ

المسلمین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم ہیں ،آپ نے بر سر منبر فرمایا: میں نے کسی ایسے شخص کو پایا جو مجھے ابو بکر وعمر پر فضیلت دیتا ہے تو میں اس پر مفتری کی حد جاری کروں گا۔ حالاں کہ حد جاری کرنے کے سلسلہ میں خود ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حدود کو جہاں تک ہوٹالو، اور دفع کرو۔

اس سے مطلب واضح ہے کہ تفضیل کا قائل ان کے نزدیک قطعی طور پر حد کا مستحق تھا۔ پھر یہ کہ حضرت علی کا مجمع صحابہ میں اعلان کرنا اور کسی کا اختلاف منقول نہ ہونا صاف صریح طور پر بتاتا ہے کہ اس پر صحابہ کا اجماع تھا۔

حضرت امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام ابوالحسن اشعری، امام غزالی، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ احمد بن محمد قسطلانی، علامہ زرقانی، علامہ علی قاری وغیرہم ائمہ اعلام وعلمائے دین نے تفضیل شیخین پر اجماع نقل فرمایا۔

یہ ہے کتاب کا قدرے تعارف وخلاصہ۔ اگر تحقیق وتدقیق اور علم وعرفان کے چھلکتے جام، بہتے دریا اور لہریں لیتے سمندر سے فیض حاصل کرنا چاہتے ہو تو کتاب کے ورق الٹیے اور توفیق الٰہی اور عطیہ رسالت پناہی کے دیدار پر انوار سے اپنے آپ کو شاد کام کیجیے۔

علامہ مفتی حنیف خان رضوی، بریلی

رسالہ فتح خیبر

حضرت مولانا محمد شاہ قادری فیاضی بریلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لمن یؤکّل الأمر الیہ ویتوکّل العبد علیہ والصّلاۃ والسلام علیٰ من الفضل بیدیہ وآلہ وصحبہ المرضیین لدیہ آمین

أمّا بعد!

فقیر اوّاہ سراپا گناہ، بندہ محمد شاہ قادری فیاضی بریلوی -عفاعنہ اللہ تعالیٰ- خدمت ارباب خبرت واصحاب فطنت میں عرض رسا کہ اس زمانۂ پُر آشوب وفساد میں جہاں اور ہزار طرح کی بد مذہبیاں برہم زن خانۂ دین وایمان ہیں -أعاذنا اللہ تعالی من شرّھنّ جمیعاً وہاں اکثر عوام کے قلوب میں تشیع کی رگ خفی نے جنبش کی ہے کہ مسئلہ تفضیل حضرات عالیہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں عقیدۂ مجیدہ اہل سنت وجماعت -نصرہم اللہ تعالیٰ- سے جس پر آیات صریحہ واحادیث صحیحہ وخود ارشادات طیبات حضرت جناب مولیٰ علی -کرم اللہ تعالیٰ وجہہ- ناطق، اور زبان برکت نشان حضرات صحابہ کرام -رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین- سے آج تک اجماع اہل حق ثابت محقق در پردہ تاویل وتحویل وتصریف عدول محض کی ٹھہری ہے۔ فضل شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سیاست وخلافت وملک داری وملک گیری وغیرہا امور ظاہریہ پر مقصور۔ اور قرب الٰہ وکرامت عند اللہ میں حضرت جناب مرحب کش خیبر کشا -کرم اللہ تعالیٰ وجہہ- کی زیادت ومزیت مقبول ومنصور ٹھہراتے ہیں ، اور غضب یہ کہ اپنے اس معنی تراشیدہ کو محمل نصوص افضلیت ومحصل عقیدۂ اہل سنت بتاتے ہیں ۔کاش اس عقیدہ جدیدہ کو اپنی ہی طرف نسبت کرتے اور جمہور ائمہ اہل سنت کے سر نہ دھرتے۔ مگر بحمد اللہ سنیت وہ میٹھا میٹھا پیارا پیارا نام ہے جسے یک لخت چھوڑ دینا بھی ذرا مشکل کام ہے۔

﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ

الطَّیِّبِ﴾[1].

حق سبحانہ و تعالیٰ کی رحمت کہ اس نے حضرات کی اس خلط ملط کو بچا نہ رکھا اور علمائے دین کی سعی مشکور سے دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دکھایا۔ حضور پر نور غوث الاسلام والمسلمین حجۃ اللہ فی الارضین طراز دامن شریعت بہار گلشن حقیقت جامع فضائل معنوی وصوری حضرت سیدنا ومولانا سید ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قادری برکاتی احمدی آل رسولی مارہروی تاجدار سرکار مارہرہ منورہ -أدام اللہ تعالی ظلال جلالھم علینا نے رسالہ "دلیل المتقین من کلمات العارفین" میں اقوال اولیائے سلف واصفیائے خلف جمع فرما کر مذہب حق پر عرش تحقیق مستقر فرمایا۔ اور عامی جاہلوں کا وہ خیال ضلال کہ معاذ اللہ ائمہ طریقت بر خلاف اہل سنت قرب الہ وکرامت جاہ میں تفضیل حضرات شیخین نہیں مانتے یکسر مٹایا اور حضرت استاذنا وملاذنا عالم دقیق النظر فاضل سنیت پرور نونہال دودمان فضائل فاضل ابن فاضل ابن فاضل حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی احمدی رسولی بریلوی -دام بالعز والمجد والرشد وصین من شر حاسد إذا حسد- نے خاص اپنی تحقیقات رائقہ و تدقیقات فائقہ سے ایک سفر عظیم وکتاب ضخیم تصنیف فرمائی جس کی لطافت مبانی ومتانت معانی وناز کی تدقیق وتازگی تحقیق دیکھ کر مخالف منصف بھی ان شاء اللہ تعالیٰ بے ساختہ پکار اٹھے کہ: لا عطر بعد عروس.

ع: کم ترك الأوّل للآخر

ع: ذوق ایں مے نہ شناسی تا نہ چشی

(۱) پ ۴، آل عمران: ۱۷۹.

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو، جب تک جدا نہ کر دے گندے کو ستھرے سے۔

﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾[۱].

جب ان کتب کا تصنیف ہونا مشتہر ہوا، تعصب سے خدا بچائے، سمجھے کہ روش علمی میں تو مجال مقاومت نہیں، افترا و بہتان پر اتر آئے، طرح طرح کے اقوال فاسدہ وعقائد کاسدہ جس کے سننے سے ہر سنی مسلمان کو حیرت ہو، حیرت کیسی سخت نفرت ہو، اس فرقہ ناجیہ کی طرف نسبت کیے، کہ کسی طرح قلوب عوام ان کی طرف سے پھر جائیں اور ان کی بات سننے سمجھنے سے باز آئیں۔ ﴿كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾[۲].
﴿وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾[۳].

بحمد اللہ ہمیشہ ان اکاذیب کی منتہائی سند ان حضرات کی زبان ہی رہی، کبھی کوئی دلیل قائم کرنا نصیب نہ ہوئی، بعض جلد باز جنھیں حضرت سے عقیدت خاص و نسبت اختصاص نہیں اگرچہ مجرد بیان پر ایمان لائے مگر جس حق طلب نے ادھر کے علما سے تحقیق کیا۔ یا ان کی تحریرات کو دیکھا وہ ان افتراؤں پر لاحول ہی پڑھ کر اٹھے ﴿وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ﴾[۴]. ادھر حضرت استاذنا مولانا رضا ــ مدظلہ ــ نے حسب استدعاے اکابر وعمائد فرقہ تفضیلیہ کی ایک خبر پر اپنا خلاصۂ عقائد دستخط خاص سے تحریر فرما کر مہر لگا کر ان کے پاس بھیج دیا جس کے بعد چند روز تک عجب شور

---

(۱) پ۲۸، الجمعۃ: ۴.
ترجمۂ کنز الایمان: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔
(۲) پ۸، الأنعام: ۱۴۸.
ترجمۂ کنز الایمان: ایسا ہی ان سے اگلوں نے جھٹلایا تھا۔
(۳) پ۱۲، یوسف: ۱۸.
ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں، ان باتوں پر جو تم بتا رہے ہو۔
(۴) پ۱۱، یونس: ۸۲. (جاری۔۔۔)
۔۔۔ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ اپنی باتوں سے حق کو حق کر دکھاتا ہے پڑے بُرا مانیں مجرم۔

وغوغا رہا کہ علما جمع ہوں گے، اور اس تحریر کا جواب لکھا جائے گا۔ ہم مشتاقوں کے بھی دل میں جوش تھا کہ خدا کرے کسی طرح ہمت کر جائیں، شورش ساختہ کی چڑھی ہوئی ندیاں بے ساختہ اتر جائیں، مگر توبہ الٰہی چار برس گزرے ادھر سے صدائے برنخاست۔

ع: کچھ ایسا سوئے ہیں سونے والے کہ حشر تک جاگنا قسم ہے

اب واقعہ تازہ کا حال سنیے:

مرغ ہمت حضرات از آشیان عزیمت پریدن، وبہ پرواز اولین طعمہ شاہین آہنیں چنگال گردیدن، اب کوئی پانچ ۵ مہینے ہوئے کہ سالہا سال کے مشوروں میں یہی ٹھہری کہ فتح وشکست تو خدا کے ہاتھ ہے، عار مغلوبی نہیں اٹھائی جاتی، لاؤ جہاں جہاں اپنے موافق نہیں سب کو جمع کر کے ایک بار ﴿فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً﴾[1]۔ کارنگ تو جمادیں، پھر جیسے گزرے گی، دیکھی جائے گی اور ادھر یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ حضرت مولانا -مدظلہ العالی- محض تنہا ہیں اور اس پر مرض چشم و درد سینہ، علاوہ منفضجیں ہورہی ہیں، مسہل کا ارادہ ہے، اوپر سے بڑی پیش بندی یہ سوچ رکھی تھی کہ جیسے بن پڑے زبانی تقریر کی ٹھہرایئے، جب ہماری دس پندرہ آوازیں مختلف بولیاں چار جانب سے ہجوم کریں گی پھر نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے، اگر پریشان ہو کر چپ ہی رہے تو بھی ہمارا غلبہ ہے، یہ بھی نہ سہی تو گفتگو میں کہنا، مکرنا، بکھرنا، بپھرنا، گرم ہونا، گرم کرنا، ہزار پہلو ہیں ۔ اور شاید یوں بھی نہ چلی اور مخالف کہ بحمد اللہ سخت زبردست ہے غالب ہی آیا تو زبانی معاملہ کس نے دیکھا، کس نے جانا۔ اڑادیں گے کہ ہمیں نے غلبہ پایا۔ اب کوئی تحریر تو ہے ہی نہیں جسے وہ پیش کر کے ہمیں جھوٹا کر دکھائیں گے، انتہا یہ ہے کہ وہ اپنا غلبہ بیان کریں گے، ہماری زبان کس نے روکی ہے، یوں ہی خبط ہو کر رہ جائے گا۔ ان

---

(۱) پ ۵، الأنعام: ۱۰۲.
ترجمہ کنزالایمان: تو ایک دفعہ تم پر جھک پڑیں۔

ذریعوں سے پیش خود ہر طرح اپنی جیت سمجھ کر حضرت مولانا مد ظلہ العالی کو پیام مناظرہ دیا اور موافقین کو خطوط روانہ ہوئے، اللہ کی عنایت سے مشاہیر علما تو ہندوستان سے لے کر حرمین شریفین و مصر و روم و شام و یمن و مغرب تک سب ہماری ہی طرف ہیں، حضرات کو علما ملتے کہاں سے، مگر خیر وہ جو کچھ بہم پہنچے شروع جمادی الآخرہ تک جمع ہوئے، جن کے سر کردہ و سر گردہ گویا شفیقنا مولوی محمد حسن صاحب سنبھلی تھے۔

حضرت مولانا مد ظلہ العالی نے باوجود تنہائی و علالت بحکم: ﴿اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ﴾[1].

تصفیہ حق بہ نہایت رغبت قبول فرمایا، اور اول ہی بار ارشاد فرمایا: کہ ہم ہر طرح تحریر ہی پسند کرتے ہیں۔ حضرات نے اول رقعہ جو بھیجا پہلی بسم اللہ افترا سے شروع کی کہ آپ نے تو مناظرہ زبانی کو کہا تھا، جب ادھر سے گفتگو سابق یاد دلائی گئی اور جمع خرچ زبانی کے مفاسد بدلائل قرآن و حدیث ثابت کیے گئے تو بدقت تمام نہایت مجبوری سے تحریر ماننا پڑی، اور وہ خیالات جو اول دل میں جما چکے تھے جن کے بھروسے پر خواہی نخواہی اپنی ہی فتح سمجھ رکھی تھی، بحمد اللہ ایک ہی وار میں کیا جانے کہاں سے کہاں گئے۔ پھر تو لیلائی غیرت کے گیسو گندھے، شدت پیچ و تاب کے لام بندھے، غیظ و غضب کے نشان بڑھ چلے، طیش و خفت کے پھریرے کھلے، نفیر حمایت نے طبل جنگ بجایا، طنطنہ حسیت نے کڑکا سنایا، لشکر پسینہ جھوم جھوم کر بڑھا، غبار کینہ آسمان تک چڑھا: ع

زگرد تعصب دران پہن دشت زمین شش شد و آسمان بست گشت

اے بار الٰہ تیری پناہ! اب تو خدا دے اور بندہ لے، ہمیں تو تقریر ہی پر چنین وچناں ظن و گمان ہوا تھا، یہاں تحریر میں کون سا دقیقہ غایت رزانت و نہایت متانت

(۱) پ ۴، آل عمران: ۱۷۳.
ترجمۂ کنز الایمان: وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمھارے لیے جتھا جوڑا تو ان سے ڈرو ان کا ایمان اور زائد ہوا اور بولے، اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز۔

کا اٹھار کھا۔ خود فرمانا، خود پلٹ جانا، آپ ہی قول، آپ ہی عدول، بگڑنا، سنبھلنا، بکھرنا، مچلنا، پینترے بدلنا، بچ کر نکلنا، پیمان شکنی، وفا دشمنی، بلکہ تصریحاً لکھ دینا کہ اب ہمیں وعدے پر قیام نہیں، عہد کا نبھانا ہمارا کام نہیں، ایک بات کا مدلل رد سمجھ لینا، بلا جواب پھر اسی کو پیش کر دینا، شانہ ہلا ہلا کر بات کیجیے، جواب کے نام پر فاتحہ پڑھ لیجیے، افزا آثار افزا انجام، اپنے گناہ کا دوسرے پر الزام، کبھی انجان بن کر یہ بھولی باتیں کہ ہم تو جانیں تحریر میں کسی کا نام نہ لکھیں، الزام مالا یلزم کی کثرت، کبھی حریف پر یہ جبروتی حکومت، کہ ہماری خواہش کے مطابق وار کرو، حملہ میں دوسرا طریقہ نہ اختیار کرو، یعنی ہم چھری سے لڑنا چاہیں تو تلوار نہ لیجیے، پالٹ پر آئیں تو چاکی کیجیے، یہاں تک کہ شدہ شدہ تہذیب بالائے طاق، ادب اجل مشتاق، غیظ وغضب کا جوش، طیش وخفت کا خروش، کبھی مناظرہ میں یاروں کے جلسے کا رنگ، کبھی بازاری گفتگو کا ڈھنگ، کبھی ایک بات پر اظہار پشیمانی، دم کے دم میں پھر وہی لن ترانی، آج ارسال مبادی کی درخواست کی، لیجیے صبح ہوتے بحث ہی بدل دی، ابھی مشرق میں سیر کر رہے تھے، ابھی دیکھو تو مغرب پر جا دکھے، کچھ ذرا خفت ہوئی تو کہتے۔ ہم بحث ہی معین نہیں کرتے، جب پھر گھبراہٹ اٹھی تو وہی اگلا دم بھرتے: ع

ازیں ہاد و صد حیلہ انگیختند ۔۔۔ رحملہ خون حق رنجنند

جب حضرت فارس مضمار، تحقیق غارس اشجار، تدقیق بندہ بارگاہ رسالت پناہی، دشمن مخالفان شیر الٰہی: ع

وہ عون ید اللہ کا ناز پرور ۔۔۔ وہ آجام صولت کا ضرغام غالب

وہ جس کی سنان دشمنوں کی زرہ سے ۔۔۔ گہے قصۂ بازو نسج العناکب

اعنی حضرت استاذنا و ملاذنا مد ظلہ ودام فضلہ نے یہ رنگ ملاحظہ فرمایا کہ مخالف کچھ سمجھ کر میدان بدلتے اور مسئلہ تفضیل میں نزاع سے نکلتے ہیں، دو سادات کرام جلیل

القدر معظم فریقین سے جو ابتدا سے واسطہ گفتگو و رسائل بلکہ اس عقیدہ میں خود حضرت کی طرف مائل تھے، ایک شہادت نامہ اس مضمون کا لکھوا کر کہ واقعی آج تک مابہ النزاع مسئلہ تفضیل تھا، اور اسی کا تصفیہ بنائے مناظرہ تھا، اور اس کے سوا کسی مسئلہ کا ذکر نہ کیا تھا، حضرات کی خدمت میں روانہ کیا، اور اس کے ساتھ بمقتضائے عالی ہم نے وعدہ مشرعانہ لکھ بھیجا، کہ حضرت جس مسئلہ میں نزاع ہو رہا ہے اسے طے کر لیجیے، بحث بدلنا شان عقلان ہیں، اس میں مباحثہ سے اجتناب ہو تو اتنا ہی لکھ دیجیے کہ یہ مسئلہ طے ہو لیا، پھر کل سے جس مسئلہ میں چاہیں بحث فرمائیں۔ یہ کیوں کر ممکن کہ جس امر کی غرض سے مناظرہ منعقد ہوا اسے بالکل ناتمام چھوڑ کر ایک اجنبی بات چھیڑ دی جائے۔

یا للمنصفین! اگر ایسا جائز ہو تو ہر جاہل اجہل، ہر فاضل اجل کو عاجز کر سکتا ہے۔ ایک بات میں بحث ہو، جب طور اپنی طرف بُرے نظر آئیں صاف اس سے کنارہ کش ہو کر اور بات پیش کر دے، مقابل پر اس کا جواب واجب، اگلی بحث دفعۃً غائب اسی طرح عمر بھر تبدیلیں کرے، آخر کہاں تک، تھکے گا تو وہی تھکے گا نہ یہ۔ غرض اس مضمون کو طرح طرح لکھ کر جواب چاہا، وہاں وہی حال رہا کہ کبھی اپنی اس حرکت پر نادم، کبھی پھر اسی چال پر قائم، آخر بمجبوری خاص ملا سنبھلی صاحب کے نام نامہ نامی امضا فرمایا کہ حضرت وقت ضائع ہوتا ہے دیر نہ کیجیے، آیئے ہم اور آپ اپنے فرض منصبی کو ادا کریں، آج تیسرا دن ہے کہ ہماری طرف سے تحریر علمی جا چکی۔ جواب کا انتظار ہے، اب کوئی مرحلہ باقی نہیں۔ سوا اس کے کہ پاسخ عطا ہو یا اقرار خطا ہو، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ اس مضمون کا رقعہ پہنچ کر امید واثق تھی کہ ملا صاحب بذات خود شاید اس قسم کی بے اعتدالیاں پسند نہ فرمائیں، مگر حضرت نے تو سب سے بڑھ کر کار گزاری کی، رقعہ پیشیں میں جس قدر تہذیب و حق پسندی کے مرثیے پڑھے گئے تھے شاید حضرت کی تصریحات و تلویحات نے کچھ ہی اٹھا رکھے ہوں، اور اپنے اساتذہ کی شان میں بے ادبی،

آقایان نعمت سے سر تابی، علاوہ اور کلمات غیظ و غضب و شتم و سب، وافترائے باطل و مہملات لاطائل کی تو شکایت ہی نہیں کہ یہ کچھ آج نئی نہیں، ہمیشہ اہل حق اپنے مخالفوں سے یہی صلہ پاتے رہے ہیں، مگر سب سے زیادہ مزے کی بات تو یہ ہے کہ اس جواب میں صاف کانوں پر ہاتھ دھر گئے کہ نہ مجھے مناظرہ منظور، نہ میں مناظرہ کے لیے آیا، اب حضرت سے کون کہے کہ حضرات بریلی نے خدا جانے آپ کو کیوں بلایا، اور آپ نے نوکری سے بمشکل رخصت لے کر اتنا بڑا عزم کاہے پر فرمایا، اور آپ تو اس ہنگامہ سے بالکل جدا تھے، پھر آپ کے تشریف لے جاتے ہی سب لوہے ٹھنڈے کیوں ہو گئے، آپ کا ریل میں قدم رکھنا اور ادھر سے نامہ وپیام یکسر مسدود ہو جانا، اور لطف یہ ہے کہ خود ہی بعنایت الٰہی اسی رقعہ کے آخر میں وہ لفظ لکھ دیئے جن سے حق کھل گیا، اور صاف ظاہر ہو گیا کہ حضرت اسی قصد سے آئے تھے اور اسے ناتمام چھوڑے جاتے ہیں ۔ غرض بارہ بجے یہ رقعہ بھیج کر بے انتظار جواب چار بجے کی ریل میں یہ جاوہ جا، سیدھا بدایوں کا رستہ لیا۔ إنّا لله وإنّا إليه راجعون.

بعض حضرات پہلے ہی چل دیئے تھے، بعض ہمراہ گئے، دم کے دم میں بحول وقوت ربانی صاف میدان، بالکل سنسان، ہو کا مقام، ترکی تمام، والحمد للہ ذی الجلال والاکرام، حضرات نے تو زبانی جمع خرچ پر ابھارا بھی تھا، یہاں نہ تحریری نہ تقریری ، نرے انکار کی ٹھہری، یہ بارہ دن کا زمانہ صرف اوڑان کھائیوں میں بسر ہوا، ایک تحریر علمی گئی تھی جس پر سارا مجمع ہی تیرہ تین نظر آیا، اب جواب کون دے اور مناظرہ کون کرے۔ ﴿قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾[1]. بعض احباب نے اس فتح اہل سنت کی ایک نفیس تاریخ حدیث صحیح سے اقتباس کی الحمد للہ الذی أیّد

(۱) پ۱۵، الإسراء: ۸۱.

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا، باطل کو مٹنا ہی تھا۔

عبدہ، وقوی جندہ، وہزم الأحزاب وحدہ، 1300ھ.

تنبیہ نبیہ: نہایت ضرور ملحوظ خاطر رہے کہ بحمد اللہ ہماری نگاہوں میں اس واقعہ کی کچھ ایسی قدر و وقعت نہ تھی نہ ہے جسے مشتہر کر کے معاذ اللہ اپنا ذریعہ فخر ٹھہراتے، بلکہ سچ پوچھیے تو حضرات مناظرین کے لیے موجب فخر ہو تا کہ اگرچہ حملہ اولین میں گریز فرمایا مگر ہزار آفرین کہ ہمت کر کے ایک اسد اغیر، ضیغم صفدر کے مقابل تو گئے، ہاں اس کا انتظار تھا کہ شاید حضرات حسب عادت بد مذہباں بعد مغلوبی بھی بزور زبان اپنا غلبہ چھپوادیں، اس وقت انشاء اللہ تعالیٰ تمام تحریرات طرفین کہ اب تک موجود و محفوظ ہیں طبع کی جائیں گی ج نہیں دیکھ کر ہر شخص خود ہی سمجھ لے گا کہ: ع

خاتمہ اس واقعہ کا کیا ہوا کیوں کر ہوا

اب کہ حضرات نے بحمد اللہ شرم سکوت اختیار فرمائی تو ادھر کیا ضرورت تھی۔ الحق اس واقعہ میں حضرات کی دوبار انصاف پرستی کبھی ہمارے دل سے محو نہ ہو گی۔ ایک تو وہ وقت جب سوال ہوا تھا کہ یکہ ناز کے مقابل تم میں کوئی فاضل تنہا تشریف لے جائیں گے، تو صاف فرمادیا کہ ہم میں اتنا کوئی نہیں۔ دوسرے مغلوبی کے بعد خاموشی کہ ہمارے نزدیک یہ چپ رہنا بھی حق پسندی کی خبریں کہہ رہا ہے۔ ورنہ انسان گرم چوٹ میں کیا کچھ نہیں کر گزرتا، ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس نیک اطواری کے بعد ہمیں بھی فاعف عنہم واصفح پر عمل کرنا تھا، اور ایسا ہی ہم نے کیا۔ مگر معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں مخدومنا و مکرمنا خادم الفقرا محب العلما رئیس فقیر مشرب فقیر ریاست منصب جناب مولوی غلام شبر صاحب قادری چشتی ابو الحسینی بدایونی أدام اللہ مجدھم العالی نے پرچہ مبادی معہ ان شرائط کے جو بعد تصفیہ چند امور کے لکھے گئے تھے چھپوایا اور اس مناظرہ کا حال بہ نہایت اجمال تحریر فرمایا، جس سے ناظرین کو خواہ مخواہ شوق پیدا ہو کہ کچھ بھی تفصیل کھلی تو اچھا ہو، مع ہذا بدیں سبب کہ وہ تحریرات طبع نہ ہوئیں، حاضرین

کے سوا کسی کو اس واقعہ کا پورا حال معلوم نہیں، نہ ان عمدہ تہذیبوں پر اطلاع ہے جو حضرات مناظرین نے اس مکابرہ مناظرہ نما میں کیں، لہذا برادران دینی کی خیر خواہی ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس بارے میں چند امر تنبیہ ضرور تا کہ آئندہ اس قسم کی باتوں کا ارتکاب نہ ہو، تعصب کے ہاتھوں تہذیب کی مٹی خراب نہ ہو، ورنہ معاذ اللہ مناظرہ کا نام بدنام کرنے سے کیا حاصل۔ وما علینا إلا البلاغ المبین، والحمد للہ رب العالمین.

﴿ملتمسات ضروریہ﴾

اولاً: فرمایا گیا تھا اور عرض کیا جاتا ہے کہ یہ معاملہ دینی ہے اس میں ناقصین و قاصرین کے سر ٹیکار کھنا تحقیق حق سے کنارہ گزینی ہے کہ نہ ان سے حصول مقصود، نہ امید بہبود، نہ انہیں تحریراً و تقریراً ہر طور کی بے تہذیبی سے عار، نہ ان کی مغلوبی سے کچھ اثر یا کشود کار، کہ ہر شخص کہہ سکتا ہے یہ کون تھے جن کی شکست ٹھہری، حضرات نے بھی مہربانی فرما کر وعدہ کیا تھا کہ حتی الامکان حضرت مولانا مدظلہ کے مقابل کوئی فاضل ہی پیش کریں گے، مگر بالآخر تاج المناظرین ٹھہرے تو ایک صاحبزادے کافیہ خواں، ہم امیدوار کہ اگر تحقیق حق چاہیے تو بازیچۂ اطفال کی کیا ضرورت؟

ثانیاً: حضرت مولانا مدظلہ نے دو صورتیں ارشاد فرمائی تھیں، یا تو یہ کیجیے کہ جو عالم ان سب حضرات مجتمعین میں زیادہ علم ولیاقت اور فن مناظرہ میں عمدہ مہارت رکھتے ہوں، جس طرح فقیر ادھر تنہا ہے اور سوا اپنے رب قدیر جل مجدہ اور اس کے نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کے دوسرے کی مدد نہیں چاہتا، وہ بھی صرف اپنی دوش ہمت پر اعبائے مباحثہ کا تحمل فرمائیں اور دلیرانہ یک تاز کے مقابل یکتا وتنہا بر سر جولاں آئیں۔ اور اگر یہ منظور نہ ہو اور کسی وجہ سے ہمم عالیہ اس کی مساعدت نہ کریں بلکہ ایک

کے مقابل دس بارہ آراتی مجمعہ سے چالشکری فرمائیں تو بسم اللہ فقیریوں بھی حاضر، اس صورت میں ضرور ہوگا کہ تحریر میں اصل نام توان فاضل کا ہو جو اس کام کے لیے منتخب کیے جائیں، باقی جتنے صاحب مدد وعون ہوں سب براہ دیانت وامانت ان کی تحریر پر دستخط کر دیا کریں، یا پہلے ہی ایک اقرار نامہ اس مضمون کا رقم فرمائیں کہ فلاں فاضل کی مغلوبی بعینہ ہماری مغلوبی ہے، حضور اقدس سرور عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: «الخراج بالضمان»[1].

سیدنا وابن سیدنا امام ابن الامام حضرت سیدنا حسن مجتبی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرد نے غلام خریدا اور اس کو کرایہ پر دے دیا۔ پھر اس میں عیب نظر آیا تو اس نے بائع کو واپس کر دیا، تو یہ بائع شکایت لے

---

(۱) عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضی اللہ تعالیٰ عنها: أنَ رجلاً اشترى عبداً فاستغله، ثمّ وجد به عيباً فردّه، فقال: يارسول الله، إنّه قد استغل غلامي. فقال رسول الله ﷺ: «الخراج بالضمان».

"سنن ابن ماجه" كتاب التجارات، باب الخراج بالضمان، ر: ۲۲۴۳،

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرد نے (جاری۔۔۔)

غلام خریدا اور اس کو کرایہ پر دے دیا، پھر اس میں عیب نظر آیا، تو اس نے بائع کو واپس کر دیا، تو یہ بائع شکایت لے کر آیا اور بولا: یارسول اللہ! اس نے تو میرے غلام کو کرایہ پر دے کر فائدہ کمایا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ضامن ہونے کے سبب منفعت کا حق دار مشتری ہی ہے"۔

مسئلہ کی صورت یہ ہوگی کہ کسی شخص نے غلام خریدا اور اس کے پاس چند دن رہا، ان دنوں میں غلام کے ذریعہ مشتری نے کچھ مالی منفعت حاصل کی، پھر اس میں کوئی عیب نظر آیا، یا مشتری کو شرط خیار حاصل تھا، بہر حال دونوں صورتوں میں کسی وجہ سے اس نے بائع کو واپس کر دیا تو اس غلام کی اتنے دن کی کمائی مشتری کی ہوگی، کیونکہ ان ایام میں اگر غلام فوت ہو جاتا تو یہ نقصان مشتری کا ہوتا، اس لیے کہ یہ مشتری کی ضمانت میں تھا، تو اس ضمانت اور ذمہ داری کی بدولت غلام کی اجرت کا حق دار مشتری ہی ہوگا۔

لہذا یہاں شرکائے مناظرہ اپنے آپ کو مناظرین کی صف میں شمار کرانا چاہتے ہیں تو دستخط کر کے اس بات کی ضمانت دیں کہ مناظرہ کی مغلوبی اور شکست ہماری بھی شکست مانی جائے گی۔

کر آیا اور بولا: یا رسول اللہ! اس نے تو میرے غلام کو کرایہ پر دے کر فائدہ کمایا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ضامن ہونے کے سبب منفعت کا حق دار مشتری ہی ہے"۔

مسئلہ کی صورت یہ ہو گی کہ کسی شخص نے غلام خریدا اور اس کے پاس چند دن رہا، ان دنوں میں غلام کے ذریعہ مشتری نے کچھ مالی منفعت حاصل کی، پھر اس میں کوئی عیب نظر آیا۔ یا مشتری کو شرط خیار حاصل تھا۔ بہر حال دونوں صورتوں میں کسی وجہ سے اس نے بائع کو واپس کر دیا تو اس غلام کی اتنے دن کی کمائی مشتری کی ہو گی، کیوں کہ ان ایام میں اگر غلام فوت ہو جاتا تو یہ نقصان مشتری کا ہوتا، اس لیے کہ یہ مشتری کی ضمانت میں تھا، تو اس ضمانت اور ذمہ داری کی بدولت غلام کی اجرت کا حق دار یہ مشتری ہی ہو گا۔

لہذا یہاں شرکائے مناظرہ اپنے آپ کو مناظرین کی صف میں شمار کرانا چاہتے ہیں تو دستخط کر کے اس بات کی ضمانت دیں کہ مناظر کی مغلوبی اور شکست ہماری بھی شکست مانی جائے گی۔

ﷺ فرماتے ہیں: «ولِ حارَّها مَن تولی قارَّها»[۱]۔ یہ کیا، وہ سب صاحب مدد دینے رائے لگانے کے لطف تو اٹھائیں، اور اگر بحول اللہ و قوتہ حق اس طرف ظاہر ہو تو مغلوبی و مجوبی کے نام سے صاف بچ جائیں، ان دونوں صورتوں میں جو شکل حضرات کو

---

(۱) "سنن أبي داود" کتاب الحدود، باب في الحد في الخمر، ر: ۴۴۸۱۔

ترجمہ: جس نے خلافت اور حکومت کی ذمہ داری اپنی پسند سے قبول کی تو اس کی شدت اور سختی برداشت کرنے کے لیے بھی مستعد رہے۔

یہ ایک مثال ہے جس کا مطلب ہے: کسی کام کو نفع بخش جان کا اختیار کرو تو اس کے مصائب برداشت کرنے کے لیے بھی تیار رہو۔

بہت پسند اور ان کے لیے زیادہ آرام بخش وراحت مند ہو اسے اختیار فرما کر فقیر کو اطلاع دیں کہ پھر شرائط ومبادی میں کلام ہو کر انشاء اللہ تعالیٰ مناظرہ شروع ہو۔ ولاحوّل ولا قوۃ إلا باللہ العزیز الحکیم، انتھی ملتقطا۔

اس نامہ نامی کے جواب میں حضرات نے نہایت انصاف دہی کو کام فرما کر صریح اقرار کر دیا کہ شق ثانی رقعہ والا کی منظور۔ یعنی ہم میں کوئی تنہا آپ کے مقابل نہ آئے گا، جو کچھ تحریر ہو گا سب کے مشورے سے لکھا جائے گا۔ مگر اس شق پر جو کچھ فرمایا گیا اس کا مطلق جواب نہیں، پھر بتقاضا قبول کیا تو اس پر عمل نہ ہوا۔ کمایظھر بالرجوع إلی التحریرات.

اب بھی ہم تمام حضرات مفضلہ ہندوستان کو اجازت قطعی دیتے ہیں کہ حضرت مولانا مد ظلہ العالی کے مقابل ایک سے لے کر سو تک جمع ہو جائیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ادھر کچھ پروان ہیں، مگر اس تقدیر پر جو امر لازم کیا گیا تھا اس سے عدول جائز نہ ہو گا، اور اس کی ضرورت صرف قصر مساحت کی غرض سے ہے کہ آج دس بیس حضرات نے جمع ہو کر ایک کو مقدم رکھا اور در پردہ سب کا مشورہ ہوا، جب بعنایت الٰہی مغلوبی پائی دوسرے کو سامنے کر دیا، اور پھر سب اس کے شریک حال رہے، یوں تو سلسلہ غیر متناہی ہے، ایک ایک سے کہاں تک الجھیں، بہتر یہ ہے کہ سب دفعۃً سمجھ لیں۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولا قوۃ إلا باللہ العلی العظیم.

ثالثاً: تا وقتے کہ مسئلہ دائرہ طے نہ ہو جائے تبدیل بحث کسی عاقل کے نزدیک روا نہیں، وھذا ظاھر جدًا.

یہ ایک مثل ہے جس کا مطلب ہے: کسی کام کو نفع بخش جان کر اختیار کرو تو اس کے مصائب برداشت کرنے کے لیے بھی تیار رہو۔

رابعاً: اس مسئلہ میں اہل زمانہ کے مسالک نہایت مختلف لہذا جو صاحب قصد

مناظرہ فرمائیں انہیں اپنے دعوے کا ایضاح ضرور کہ اسی پر تو پر ان سے بحث ہو اور ہمارا عقیدہ تو بحمد اللہ منطبع ہو چکا، اور انشاء اللہ تعالیٰ پھر ہو گا جو صاحب چاہیں ملاحظہ فرمائیں۔

خامسا: تصفیہ مبادی۔

سادسا: ہم ہر طرح تحریر پسند کرتے ہیں کہ تقریر میں احتمال شور وغوغا وشر وفتنہ بیشتر، اور کہہ کر پلٹ جانے کی مجال اکثر واوفر، پھر اگر صبر کیجیے تو مخالف کو ہر جگہ پہلو بدلنے کا موقع اور ان کروڑوں میں بحث کی کل ٹھیک بیٹھنا غیر متوقع، اور بگڑے جھگڑے تو اصل مطلب کو سوں گیا، گفتم نگفتم میں جھگڑا آپڑا، معہذا مشاہدہ مجرب کہ تقریر کا مآل اکثر ملال، جہاں گفتگو مزے پر آئی اور ایک فریق نے اپنی بگڑتی پائی، لیجیے چہرہ سرخ آنکھیں لال، تہذیب بے چاری کو جینا وبال، بخلاف تحریر کہ وہاں شرم تشہیر غالباً دامنگیر، اور سلطان غضب بہ نسبت قلم کے زبان پر زیادہ قدیر، اور اس کی وجہ عجلت وخفت ہے جسے مقتضائے عقل سے قطعی مخالفت ہے، اور یہ چوتھی وجہ ہے: فإنّ التأني من الرحمن والعجلة من الشيطان.

مع ہذا تقریر وقت کے وقت ختم ہو جاتی ہے، تحریر ہمیشہ اپنا لطف دکھاتی ہے، مناظرین نہ سمجھے تو ناظرین سمجھیں گے، جو پیچ نفسانیت میں الجھے رہے انسانیت میں سلجھیں گے، بایں ہمہ مغلوبی کے بعد یہاں وار انکار مسدود، اور کوئی جرأت کرے بھی تو مکذب موجود، علاوہ بریں تحریر علمی خصوصاً، حریف کے آگے علم کی معیار ہے، زبانی زق کا ہر قاصر کم علم وناقص کج فہم کو اختیار ہے۔ ان سات وجوہ سے ہم ہمیشہ ہر مسئلہ میں ہر معاملہ میں تحریر کو بہتر مانتے ہیں اور ٹھیک انکشاف حق وانزہاق باطل کو اسی میں منحصر جانتے ہیں۔ وباللہ التوفیق وبیدہ أزمة التحقیق.

آمدم بر سر مطلب

ان سب امور پر اطلاع عام دے کر حضرات مفضلہ بریلی وبدایوں سے خصوصاًاور تمام تفضیلہ ہندوستان سے عموماًدوستانہ گزارش کی جاتی ہے کہ جن صاحب کو تحقیق حق کی ہوا سر میں ہو بسم اللہ عالی ہمتی کو کام میں لائیں، اور بلحاظ جملہ امور معروضہ سابق ولاحق والاحضرت چشم وچراغ دودمان فضیلت استاذنا وملاذنا جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب محمدی سنی حنفی قادری برکاتی احمدی بریلوی دام بالمجدّ العلی والفضل الوفی سے مناظرہ فرمائیں۔ بہتر ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اختلاف دفع اور عوام کا تردد رفع ہو۔

واللہ الهادی إلی سواء السبيل، وحسبنا اللہ ونعم الوكيل، ولا حول ولا قوّة إلّا باللہ العلی العظيم، وصلّی اللہ تعالی علی خير خلقه وسراج أفقه هذا النبی الكريم، وآله الكرام وصحبه العظام إلی يوم القيام، آمين برحمتك يا أرحم الراحمين.

الراقم فقیر محمد شاہ خان قادری قاضی بریلوی غفر اللہ له ذنبه الخفی والجلی آمین

یازدهم ذوالقعدہ یوم الجمعة ۱۳۰۰ھ علی صاحبها التحیة آمین!

یہ کتاب بہ فرمائش مولوی غلام شبر صاحب چھاپی گئی اور مہر جماعت ثبت کی گئی۔ بلامہر مردود خیال کی جائے گی۔ فقط

صمصام الحیدری

تصنیف... اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صمصام الحیدری

تصنیف... اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

مقام اثبات

جنبش اوّل	جنبش دوم	کل شمار	ایکٹ خود	ایکٹ غیر
افتراء	۶۰	۰۱	۱۴	۷۵
تناقض	۲۷	–	۲۵	۵۲
سفاہت	۲۴	۱۶	۷۸	۱۱۸
نابینائی	۰۶	–	–	۰۶
عیاری	۳۱	۱۰	۰۶	۳۸
مکابرہ	۱۴	۰۵	۱۹	۲۸
انوشت	۱۳	۰۲	۲۰	۳۵
رفض	۲۲	۱۵	–	۳۷
نصب	۱۰	۰۴	–	۱۴
جامع المذاہب	۱۹	–	–	۱۹
فصاحت	–	–	–	–
بدقسمتی	–	–	–	–

[مسوده صفحه ا]

﴿خطبه﴾

الحمدﷲ الذی حبّا أهل الحبّ، والجتبا طاعة أمیر المؤمنین حیدر فی التفضیل بوبکر وعمر، فدا نوالا إرشاد... فواسلم الرتضا فسلّما لکلّ مراقیة أحمدك یا من سبا، ذریته ابن سبائی... سجون الوبال، فدا... مزاك النكال، ظهر كساد أسواقهم واشتهر فساداً، مذاقهم فهل تری لهم من، شكر ألك من هی ألسنت من شرورهم بقطع ریش طیورهم، لسفت شمس إسلامهم، یغمام ظلام ظلامهم، إذ... أمیر المؤمنین فاختل لهم نظام الدین، ولم یجدو والدائهم راقیه،

فضل غوث مستحیرهم، وذلّ أمر نصیحب نقطعت بهم الأسباب، وقضی علیهم قاضی العذاب، وتبراء الذین اتبعو من الذین اتبعو فسم الساقی توامهم، فهم القوم الساقیه جاؤ وغل الذل فی نحورهم، وسیاط المرتضی علی ظهورهم، یسوقهم غضب الجبار، ویقود نب كفا فنادی بانویل صارخ التفضیل، یقول یقول رافعاً، صوته بالعویل بالیتا كانت القاضیه عنی مزاقیه،

وأفضل الصلاة السلام، وأكمل التحیات بالدوام، علی من فضل الوزیرین علی الأمیه جلیلین فی مدار الخیر والثواب، ومعارج الوصل والاقترب، فهما ارقی الجماعة الراقیه

وعلی.. غر الكلام لك..............................

....

[مسودہ کتاب صفحہ ۲]

حضرت عالیہ غوث الاسلام والمسلمین، سیّد الواصلین، سند الکاملین، (فی الملت) والدین آل احمد اچھے میاں مارہروی -رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ، وجعل فی اعلیٰ غرف الجنان مثواہ- سے بتاتے ہیں، اور اسی نامِ نامی ونسب۔۔۔ سے اپنا تشرّف ظاہر فرماتے۔

ثانیاً: آپ کے پدرِ نسبِ حقیقی، اب جناب سیّد مطیع احمد بدایونی (۴۰)، صوبہ ریاست گوالیار، نائب خمخانہ حضرت ساقی سے، بادہ خوار اور مولنا مولوی محمد سراج الحق صاحب بدایونی (۴۱) -دامت برکاتہم العالیہ- کے شاگرد باوقار۔

ثالثاً: آپ کے جدِ امجد جناب (سیّد) فرزند علی صاحب (۴۲) -علیہ رحمۃ الملک

(۴۰)- سید مطیع احمد نقوی قبائی بدایونی، جو کہ شاگرد تھے علامہ مولانا محمد سراج الحق بدایونی، جن کے والد گرامی علامہ فیض احمد بدایونی علیہ الرحمہ تھے۔ (مولانا فیض احمد بدایونی ص، ۱۶۳، اکمل التاریخ ص ۷۸)

(۴۱)- حضرت مولانا سراج الحق بدایونی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے والد کا نام، فیض احمد بدایونی ہے۔ آپ علیہ الرحمہ حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضلِ رسول قدس سرہ کے دست پر مرید ہوئے۔ آپ نے اکثر کتبِ مروجہ اپنے والد سے پڑھیں، والدِ ماجد کے بعد استاذ العلماء نور احمد قدس سرہ سے درسیات کی تکمیل کی۔ والد کے ماموں حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضلِ رسول قدس سرہ سے عملاً طب حاصل کی۔ اکثر دان پور، دھرم پور میں قیام رہتا تھا۔ دستِ شفا کی خاص شہرت تھی۔ عربی ادب میں والد صاحب کی طرح ماہر تھے۔ نظم ونثر دونوں پر قدرت تھی۔ دوبار حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔ مخلوق کے افاضہ و افادہ میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔ تصانیف میں علمِ میراث اور علمِ کلام سے خصوصی شغف تھا۔ باطل مذاہب خصوصاً وہابیہ کی رد میں کئی رسائل لکھے۔ ماخذ ومراجع: تذکرۂ علمائے ہند، تذکرۂ علمائے اہلِ سنت۔

(۴۲)- مولوی سید دولت علی صاحب قبائی، محلہ سید باڑہ، بدایوں کے سادات کرام سے ہیں۔ آپ اور آپ کے بڑے بھائی مولوی فرزند علی صاحب اور مولوی سید ارجمند علی صاحب، حضرت مولانا شاہ عبد المجید بدایونی سے بیعت تھے۔ ریاست گوالیار میں ریاستی عہدہ پر رہے۔ مولوی سید دولت علی صاحب کے بیٹے

الوھاب - غلام بارگاہ، آسمان جاہ، حضرتِ والا عظیم اسیّدنا المجد الرفیع المفضّل المطلق حضرت مولنا المولوی عبد المجید - قدّس سرّہ الحمید السعید - اور اُن کے برادرِ حقیقی میر سیّد ارجمند علی صاحب [۴۳] - علیہ رحمۃ العزیز الوالی - اسی جناب عرفانِ ایاب کے خادم... اور حضرت مولنا تاج الفحول سیف اللہ المسلول حضرت معین الحق فضل الرسول کے خاص... وشاگردِ رشید اور اُن کے دوسرے بھائی [۴۴] کو بھی علمائے طریقت بحالتِ ابتدائی اسی سرکار سے نسبت... وگدائی اب کہ حضرت ساقی نے تند پلائی، تو کب خاندان برکاتی سے جدائی، یونہی اُن کی ہمشیرہ... ستیرہ آپ کی والدہ کی عمہ ماجدہ، اور جنابِ مذاق کی خاص والدہ - عاملہا باللطف العزیز - اوسی جناب... پرستار و کنیز

رابعاً: آپ کی جدہ صحیحہ صالحہ... انزل ربہا علیھا السکینہ، اسی درسگاہ کی خادمہ دیرینہ

خامساً: آپ کی عم مکرّم معظم او استاذ مقدم، مذاق مفتتحم یعنی مولوی مقتدر علی صاحب ساغر، حضرت ساقی سے شارب، وراوت ہیں بادہ نفیس بدایونی سے تلمذ، ج نہیں حضرت مولانا فاضل مستند جناب مولوی محمد فیض احمد - علیہ رحمۃ الاحد الصمد - کی

سید اکبر حسین بھی ریاست گوالیار میں جج رہے۔ (اکمل تاریخ ص ۱۴۸-۱۴۹ حاشیہ)

سید اکبر حسین / حسن بریلوی نقوی قبائی کے بارے میں تفصیل ملاحظہ کیجئے۔ (تذکرہ علماء حال ص ۱۳)

(۴۳) - مولوی سید ارجمند علی صاحب نقوی قبائی محلہ سید باڑہ، بدایوں کے سادات کرام سے ہیں۔ آپ اور آپ کے بڑے بھائی مولوی فرزند علی صاحب قبائی اور مولوی سید ارجمند علی صاحب قبائی، حضرت مولانا عین الحق اشاہ عبد المجید بدایونی سے بیعت تھے۔ ریاست گوالیار میں ریاستی عہدہ پر رہے۔ علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ کے تلامذہ میں سے تھے۔ (اکمل تاریخ ص ۱۹۱ حاشیہ)

(۴۴) - مولوی سید فرزند علی صاحب قبائی، محلہ سید باڑہ، بدایوں کے سادات کرام سے ہیں، حضرت مولانا شاہ عبد المجید بدایونی سے بیعت تھے۔ ریاست گوالیار میں ریاستی عہدہ پر رہے۔۔ (اکمل تاریخ ص ۱۴۸-۱۴۹ حاشیہ)

خدمتِ مبارک سے تلمّذ

سادساً: مولوی مجید الدین صاحب سنبھلی (۴۵)، آپ کے استاذ عزیز، اور وہ مولوی محمد حسن سنبھلی کے تلمیذ، سراپا تمیز اور اُنہوں نے قبل ابتداع روشن جدید سلسلہ، حدیث کی سند مجید مدرسہ عالیہ قادریہ سے لی، تو آپ کو ابن الابن کی ابنیت ملی۔

سابعاً: مولوی صاحب والا مناقب محمد حسین صاحب خلف مولنا اسد اللہ صاحب مرحوم (۴۶)، جن سے آپ کا تلمّذ معلوم، اوری ہیں بعیت و شاگردی میں جو مدرسہ کی طرف ہے۔ غرض...... کس یتاموخت علم تیر از من

سعادتمندی دادائے حقوق فرزندی کہ باوصف چندیں نعمات

...... کہ آپ اور آپ کے باپ اور تینوں دادا اور تینوں دادیاں

...... اور اوستاذ الاوستاذ اور فلان وفلان سب کو ان ہیں

...... نجابت وحفظ حقوق وترک حقوق میں اس درجہ

---

(۴۵)۔۔ مولوی مجید الدین صاحب بہادر سنبھلی ۱۲۷۳ سنبھل میں پیدا ہوئے۔ ۱۰ سال کی مدت میں مولانا محمد حسن سنبھلی سے تحصیل علم کیا۔ سید محمد دلدار علی صاحب مذاق کے مرید وخلیفہ تھے۔ (تذکرہ علماء حال ص ۷۰) مولوی مجید اللہ سنبھلی کے شاگردوں میں مولوی سید عنایت اللہ صاحب نقوی قبائی بدایونی کا نام ہے۔ (تذکرہ علماء حال ص ۶۰)

(۴۶)۔۔ مفتی محمد اسد اللہ الہ آبادی بن مفتی کری قلی صاحب، علامہ فضل رسول بدایونی کے شاگرد تھے۔ جبکہ انہی کے شاگرد علامہ رحمن علی تھے۔ (تذکرہ علماء ہند ص ۲۰ ارقم ۴۸)

[مسودہ کتاب صفحہ ۳]

یہ بلا قصد استیعاب ۵۰۰ کمال ہیں، عقلاً خود سمجھائیں گے کہ جن حضرات کے یہ حال ہیں، ان کی۔۔۔نہ بخشیں کہاں تک لاؤ۔۔۔اور سیاہ نامہ گمنام کس قدر قابل قبول و تکریم۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جنبش اوّل صمصام حیدری

در نمونہ کمالات مذاق سخن پرورے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واضح ہو کہ حضرت اثنا عشری کے کمالات اشاعت کے قوانین مجریہ سرکار تفضیل کے بارہ ایکٹ ہیں، جن کی بناء پر جناب وکالت مآب سیاہ نامہ گمنام میں بحث کرنے پر ماذون و مختار صاحب سارٹیفیکیٹ ہیں۔ فقیر ابتدائی دس ایکٹوں کی شرح لکھتا اور ایکٹ فصاحت و ایکٹ بد قسمتی کو اثنائے تحریر کے ثبوتوں پر محمول رکھتا ہے۔ یہاں اس قدر معلوم کرنا کافی ہے کہ فصاحت سے مراد ہر مواخذہ لفظی ہے اور بد قسمتی یہ ہے کہ اپنے پاؤں میں آپ تیشہ مارنا یا خصم پر وہ طعن جو اُلٹے انہیں کے طائفہ کا نیلام پکاریں اور کیوں نہ ہو: ع

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد   اندر طعنہ پاکان برد

ایکٹ اوّل قانون افتراء مجریہ کونسل جلیل سرکار تفضیل

از انجا کہ تغلیط عوام و رفع الزام کو مابدولت کے نزدیک جھوٹ بولنا بہتان اُٹھانا قرین مصلحت ہے۔ لہٰذا حسب دفعات ذیل حکم ہوتا ہے۔

شرح: کہاں ہیں آشنایان مذاق سخن و دلفگار ساقی انجمن ذرا ادھر تشریف لائیں، اور سرکار دولتمند ار تفضیل کی بڑھتی دولت صدق و دیانت ملاحظہ فرمائیں، وکیل سرکار حیرت خود مختار نے جب سے عدالت العالیہ التفضیل میں وکالت مطلقہ کا ڈپلومہ پایا، قانون دیانت و آئین امانت کو خوب ہی نافذ و ناطق فرمایا۔ تمام ممالک مغربی و شمالی سوتہ و یوستی میں عام منادی کی گئی ہے کہ ملک خدا کا حکم بادشاہ کا خبردار آج سے جو کوئی سچ بولے گا گردن مارا جائے گا۔ پارلیمنٹ تفضیل آج کل بعرض انتظام مملکت و رفاہ رعیت ایکٹ افتراء جاری فرمانے کو ہے، جو کوئی اس کے مضامین انتخاب کر لائے گا، خانۂ سرکار سے انعام پائے گا۔ یہ ندائے دل آویز سن کر فقیر شوق پیدا ہوا، مجموعہ قوانین یعنی رسالۂ گمنام حیرت علام کے قعر و اعماق میں جواد خامہ کو تند و تیز خیز اخیر جولانیوالوں پرسہ کیا۔ یہ غواص کہن مشتاق زمین جب غوطہ لگا کر آیا، صدفِ کلام اعلام سے ایک چمکتا موتی نتیجہ یہ ہے کہ نسیان راستی نکال لایا۔ آن کی آن میں ڈھیر لگا دیئے مگر افسوس کہ سب جھوٹے پر کیا کہیے: ؏

ہر عیب کہ سلطان بہ پسندو۔۔۔۔۔

(تفضیل شیخین کہ) سرکار۔۔۔۔۔ جماہیر آئمہ وصحابہ و تابعین و ارشاد قرآن و احادیث سیّد المرسلین -ورضوان اللہ علیہم اجمعین- سے مخالفت کرنا، اور در پردہ محبت حضرت مرتضوی -کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم- میں بے جا بانا۔۔۔۔

دہرانا تھا تو زبان من زبان پر اختیار تھا منہ کس کا بند ہے۔ ایک۔۔۔۔۔۔

کوئی بھی آپ کے پیچھے نہ پڑتا، چہرہ تفضیل کا جوبن نہ بگڑتا اس کی کیا۔۔۔۔۔۔

کام نہ چلتا سمجھئے تو ذور و بہتان کی پناہ لیجئے بیچاری کاغذ کو...

[مسودہ کتاب صفحہ ۴]

بیجرم و گناہ ردّش جامد محرم کیجیے۔

اور پھر معاذ اللہ! خدا کی پناہ دیانت بھی کتنی بلا کی فتنی، چھوٹی سی تحریر اور صدہا تزدیر، حضرت حق جل جلالہ پر افتراء بسیّد عالم مصطفیٰ۔ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم۔ غلط رائے کا، قرآن پر افتراء، مفسّرین فرقان پر افتراء، حضرت صدیقِ اکبر پر افتراء، فاروقِ اعظم عمر پر افتراء، امیر المؤمنین مرتضیٰ پر افتراء، شریعت فرابیضا پر افتراء، حضرت حذیفہ بن یمان پر افتراء، شاعر حضرت حسان پر افتراء، امام احمد بن حنبل پر افتراء، غوثِ اعظم اکمل پر افتراء، امام نسائی کی روایت پر افتراء، قاضی عضد کی عبارت پر افتراء، حضرت مصنّف "سنابل" پر افتراء، علی قاری فاضل پر افتراء، سیّد شریف علامہ پر افتراء، قاضی آمدی فہامہ پر افتراء، عبد الرزاق راوی پر افتراء، شیخ محقّق دہلوی پر افتراء، جمیع محقّقین کلام پر افتراء، سلَف صالح تمام پر افتراء، اپنے دادا کے باپ پر افتراء غصہ نہ کیجیۓ مفصّل سن لیجیۓ۔ کیوں بگڑتا سا مزاج ہے۔ سہل علاج ہے۔

ہم آپ کے جن اقوال کو افتراء بتائیں، آپ ان کی مطابقت ثابت فرمائیں، ورنہ خدا کے لیے یہ کون سی ملت جس میں ہنگام قصد حمایت، اس قدر کذب شدید کی حاجت، عقلا پر خود روشن وہیں کہ جھوٹ کی تائید جھوٹ سے ممکن، اب بطور نمونہ مشتے خروار صرف حضرات کے ساٹھ ۶۰ کذب وافتراء پر اقتصار۔

پہلا افتراء:

دفعہ (۱) مناسب ہے کہ اس ایکٹ کا نام ایکٹ اوّل قانون راستی مجریہ ۱۸۴۱ بہتانی کہا جائے (۴۷)

---

(۱) کیونکہ اس میں ساٹھ ۶۰ افترات واکاذیب کا ذکر کیا گیا ہے۔

دوسرا افتراء:

دفعہ (۲) آیۃ کریمہ ظنّوا بالمؤمنین خیراً

اقول: یہ آیۂ کریمہ اس قرآن میں کہیں نہیں، نہ مجھے معلوم کہ آپ سر من رائے تک گئے ہوں، اور خاص مصحف صاحبِ زمان میں مطالعہ کر لائے ہوں۔

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ لَا یُفۡلِحُوۡنَ﴾[48]

تیسرا افتراء:

دفعہ (۳) ونزعنا ما فی قلوبھم من غلّ.

اقول: قرآن الٰہی میں دو ۲ جگہ یہ آیت کریمہ آئی، اعراف و حجر، دونوں جگہ صدورھم ہے نہ کہ قلوبھم۔

﴿وَنَزَعۡنَا مَا فِیۡ صُدُوۡرِھِمۡ مِّنۡ غِلٍّ﴾[49]

ترجمہ کنز الایمان: اور ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کینے تھے سب کھینچ لیے۔

چوتھا افتراء:

دفعہ (۴) فرماتے ہیں کہ اس آیت کا اشارہ اسی طرف ہے کہ نزع غل وضیاع میں واقع ہو چکا۔

اقول: محض افتراء بلکہ مفادِ آیت اس کا وقوع بعد دخول جنت ہے، شرح سر کلر ہشتم میں ہم اس کی تحقیق عرض کریں گے، اور یہاں مفسرین پر بھی افتراء کیا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہیں مذکور ہو گا۔

---

(۲) پ ۱۱، یونس: ۶۹. ترجمۂ کنز الایمان: وہ جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، اُن کا بھلا نہ ہو گا۔

(۳) پ ۸، الاعراف: ۴۴، وپ ۱۴، الحجر: ۴۷.

پانچواں افتراء:

دفعہ (۵) ﴿یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَ یَاۡبَی اللّٰہُ اِلَّاۤ اَنۡ یُّتِمَّ نُوۡرَہٗ وَ لَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ﴾[۵۰].

اقول: سنیوں کے پاس جو قرآن جمع کردہ وہ امیر المؤمنین عثمان ہے رضی اللہ عنہ، اُس میں یہ مضمون دو جگہ وارد، براءت ہیں کہ صدرِ آیت بلفظ: ﴿اَنۡ یُّطۡفِـُٔوۡا﴾ ہے تتمہ آیت: ﴿وَ یَاۡبَی اللّٰہُ اِلَّاۤ اَنۡ یُّتِمَّ نُوۡرَہٗ﴾ ہے، اور صف میں تتمہ آیت: ﴿وَ اللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ﴾ ہے، صدرِ آیت بلفظ: ﴿لِیُطۡفِـُٔوۡا﴾ ہے، یہ کلام۔۔۔ محقق میں بھی نہیں۔

﴿یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَ اللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَ لَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ﴾[۵۱].

چھٹا افتراء:

دفعہ (۶) قل من اتبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون.

اقول: (حضرت) اسی طرح (ہمارے قرآن) میں کہیں نہیں، پارہ الم میں: ﴿فَمَنۡ تَبِعَ ہُدَایَ﴾[۵۲]، نہ کہ قل من اتبع، یہ پانچواں افتراء ہے حضرت۔۔۔۔ یھدی اللہ بک رجا، بہت کچھ چہ میگوئیاں اور گلفشانیاں فرمائی ہیں ۔۔۔۔۔۔ے

---

(1) پ۱۰، التوبۃ: ۳۲.

ترجمۂ کنز الایمان: چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھادیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا، پڑے (اگرچہ) بُرا مانیں کافر۔

(2) پ۲۸، الصف: ۸.

ترجمۂ کنز الایمان: چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھادیں، اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے بُرا مانیں کافر۔

(1) پ۱، البقرۃ: ۳۸. ترجمۂ کنز الایمان: تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا، اسے نہ کوئی اندیشہ نہ کچھ غم۔

دعوے کئے گئے ہیں کہ سیّد عالم -صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم- کی اس حدیث سے-----

ساتواں افتراء:

دفعہ (۷) اور بصورت شرطیہ اس غرض سے نہ لائی۔

اقول :یہ--------

[مسودہ صفحہ ۵]

شرحِ کلام میں مشہور ناروا اوّل اور اپنے مرغوباتِ باطلہ کو حضور کی طرف رجما بالغیب نسبت کرنا ہے کہ تفصیل اس کی ان شاء اللہ تعالیٰ شرح سرکلر پنجم میں ہدیۂ ناظرین ہو گی۔ قال رسول الله -صلّى الله عليه وآله وسلّم-: «من كذب عليّ فليتبوا مقعده من النار»[۵۳].

دسواں اور گیارہواں افتراء:

دفعہ (۱۰،۱۱) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقولہ بصحت تمام روایت کیا گیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ أقيلوني أقيلوني لست بخيركم وعلي فيكم.

اقول:

اللہ رے دیدہ کی صفائی، اتنا بڑا بہتان اٹھاتے ہوئے ذرا بھی آنکھ نہ لجائی، اور جھوٹ بھی کس کے معاملے میں صدیق کے[۵۴]، اور پھر دروغ پر دروغ یہ کہ بصحت تمام روایت کیا گیا ہے۔

---

(۵۳) "صحيح البخاري" كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ، ر:38، ج:۱ص:۵۲
ترجمہ: جس نے میری طرف کوئی جھوٹ بات منسوب کی، تو اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔

(۵۴) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان: علی رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے میری بیعت نہ کرو۔ اہل سنّت کی کتب میں موجود نہیں۔

بارواں افتراء:

دفعہ (۱۲) آگے چل کر دو ۲ ورق کے فاصلے سے شراب خمخانہ ساقی حیاء اور تند و تیز دماغ کو چڑھی۔ ع

یہ حال نشہ کا ہے کہو میری چٹکتی ہے

یعنی اس کذب مختلق پر اور دعوے کا اضافہ ہو افرماتے ہیں: مسجد نبوی میں منبر۔ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ پر بیٹھ کر حضرت ثانی اثنین اذ ھما فی الغار رضی اللہ عنہ علی راس الاشہاد فرماتے ہیں تھے (أقیلونی أقیلونی)

اقول:

میں کہتا ہوں: بعلّتِ وکالت جھوٹ بولنے کی عادت ہی پڑ گئی تو افتراء حضرت کو مشق افتراء کے لئے صدیق اکبر (۸) ہی رہ گئے تھے، یاہوش وحواس لقب پوستی کے نذر کر بیٹھے، تو اسیں بوکھلاہٹ میں لکھنے کیوں چلے تھے، اب بد دماغی نہ ہو تو ذرا "تحفہ اثنا عشریہ" (۹) کا تحفہ قبول ہو جائے (حاشیہ ۸) (حاشیہ ۹) اسم مصنّف شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ مطاعن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے رد میں لکھتے ہیں:

"(طعن دہم): آنکہ ابو بکر میگفت کہ لست بخیر کم وعلی فیکم پس اگر دریں قول صادق بود البتہ قابل امامت نباشد (جواب) ایں روایت در ہیچ کتابی از کتب اہلسنّت موجود نیست، نہ بہ طریق صحیح، ونہ بہ طریق ضعیف، اوّل ایں روایت را از کتابھائے اہلسنّت باید آورد، بعد از ان جواب باید خواست و با افتراءات شیعہ الزام اہلسنت خواستن کمال نادانیست"(۵۵)۔

---

(۵۵) ترجمہ: (دسواں طعن) یہ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں علی رضی اللہ عنہ

پھر فرماتے ہیں : "ودریں روایت بعضی از علماء شیعہ لفظ: أقیلونی أقیلونی نیز افزایند وگویند کہ ابو بکر استعفامی نمود از امامت "(٥٦)۔

میں کہتا ہوں کہ بلکہ کتب اہلسنّت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اس کا صریح خلاف ثابت کہ ارشاد فرمایا: "ألست أحق الناس بها؟ ألست أوّل من أسلم؟ ألست صاحب كذا؟ ألست صاحب كذا؟"(٥٧)۔

(ترجمہ): کیا میں سب سے زیادہ مستحق خلافت نہیں ہوں؟ کیا میں سب سے پہلے اسلام نہ لایا؟ کیا میں فلاں سے فضیلت والا نہیں؟ کیا میں فلاں سے فضیلت والا نہیں؟

أخرجه الترمذی وابن حبان فی "صحیحه"(٥٨) عنه رضی الله عنه . کیوں نہ کہو

کے ہوتے ہوئے تم میں بہتر نہیں، پس اگر وہ اس قول میں سچے ہیں تو قابلِ امامت نہیں۔

جواب: یہ روایت کسی کتاب میں اہل سنّت کے نہیں ہے، نہ بطریق صحیح، نہ بطریق ضعیف، پس پہلے تو اہل سنّت کی کتابوں سے اس روایت کو نکالنا چاہیے، پھر جواب مانگنا چاہیے، اور شیعوں کے افتراؤں پر اہل سنّت کا الزام چاہنا بڑی نادانی ہے۔ ("تحفہ اثنا عشریہ" ص:٥٧٤)۔

(٥٦) ترجمہ: اور اس روایت میں بعضے علماء شیعہ لفظ یعنی بیعت مجھ سے لوٹالو، بیعت مجھ سے لوٹالو، کہ تکرار واسطے تاکید کے ہے، اور کہتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ امامت سے استعفا دیتے تھے۔ ("تحفہ اثنا عشریہ" ص:٥٧٥)۔

(٥٧) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب ....، ر:.....، صـ.... بطريق أبي سعيد الأشج قال: حدثنا عقبة بن خالد قال: حدثنا شعبة، عن الجريري، عن أبي نضرة، عن أبي سعيد، قال: قال أبو بكر: «ألست أحق الناس بها؟ ألست أول من أسلم؟ ألست صاحب كذا، ألست صاحب كذا؟».

(٥٨) "صحیح ابن حبان" "كتاب إخباره عن مناقب الصحابة...إلخ، ذكر البيان بأنّ أبا بكر الصديق رضى الله عنه أوّل من أسلم من الرجال، ر:.....، صـ.... بطريق الحسين بن إسحاق الأصبهاني، بالكرج، حدثنا عبد الله بن سعيد الكندي أبو سعيد الأشج، حدثنا عقبة

گے مذاق تکیہ کی کیسی پردہ دری ہوئی۔

تیرواں افتراء:

دفعہ (۱۳) ابوبکر رضی اللہ عنہ افضل تھے اور ہیں ، علی رضی اللہ عنہ بھی افضل ہیں ،یہی ہم کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ہدایت فرمایا۔

اقول: یہ تیسرا افتراء حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر، اگر کچھ کہے کی شرم لکھے کی لاج ہے تو اُس جناب سے ثابت کرو کہ (اُنہوں نے کہاں ارشاد فرمایا یا آپ نے) مخترع کب اختیار کیا، اور کس دن ارشاد فرمایا کہ میں بھی افضل علی (رضی اللہ عنہ بھی افضل ہیں)

دریائے حیرت میں غرق ہوں کہ تیرہ سَو ۱۳۰۰ برس کے بعد کوئی --------
الگ پسند آیا تھا تو وکیل صاحب اپنے خانگی معاملے کے مختار تھے محبوبان -----

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بحیثیت خلیفہ

چودھواں افتراء:

دفعہ (۱۴) ابوسفیان وامیر معاویہ رضی اللہ عنہما

[مسودہ کتاب صفحہ ۶]

پر غصہ فرما کر بوجۂ صحابیت رسول اللہ ﷺ بھی ان کی علوشان کو ناپسند ٹھہرا کر فرماتے ہیں : حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مولفۃ القلوب میں داخل کر کے

بن خالد، حدثنا شعبة، عن الجريري، عن أبي نضرة، عن أبي سعيد الخدري، قال: قال أبو بكر الصديق: «ألست أحق الناس بهذا الأمر؟ ألست أول من أسلم؟ ألست صاحب كذا؟ ألست صاحب كذا؟».

ہمیشہ صفِ نعال پر جگہ دی، اس سے عظیم شان مستنبط ہوا۔

اقول:

اراکین پارلیمنٹ پر فرض ہے کہ اپنے اس دعویٰ کو کتب معتمدہ سے بسند صحیح ثابت فرمائیں، ورنہ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر افتراء کرنے پر باز آئیں۔

سبحان اللہ! ہم نے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے یہ پایا، کہ اُنہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملک شام کی ولایت عطا فرمائی، اور ان کے آخر وصال شریف تک چار ۴ سال کامل، وہ اس عہدہ جلیلہ پر مأمور رہے۔ پھر سرکار ذوالنورین میں بھی ہمیشہ اس منصب سے ممتاز رہے، اور اُنہوں نے تمام ملک شام اُنہیں تفویض فرمادیا، "صواعق" میں ہے:

"ولقد استعمل معاوية عمر وعثمان رضي الله عنهما، وكفاه ذلك شرفاً والك أنّ أبا بكر رضي الله عنه لما بعث الجيوش إلى الشام، سار معاوية مع أخيه يزيد بن أبي سفيان، فلمّا مات أخوه يزيد استخلفه على دمشق، فأقره ثمّ أقره عمر ثمّ عثمان، وجمع له الشام، كلّه فأقام أميراً عشرين سنة وخليفة عشرين سنة"(۵۹).

---

(۵۹) ترجمہ: اور تحقیق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما نے عامل مقرر فرمایا، اور یہ شرف آپ (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) کے لیے کافی ہے، اور جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی جانب لشکر بھیجا، تو حضرت امیر معاویہ اپنے بھائی یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوگئے۔ جب آپ کے بھائی فوت ہوئے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو دمشق پر خلیفہ مقرر فرمادیا، پھر حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما نے آپ کو (خلیفہ) برقرار رکھا، اور آپ کے لیے سالار شام جمع ہوا۔ پس آپ بیس ۲۰ سال امیر رہے، بیس ۲۰ سال خلیفہ رہے۔ "الصواعق المحرقة" ۲/۶۲۹.

حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام اور سرکارِ دوعالم ﷺ کی نظر عنایت

اس امر کی تصریح "مواہب الدنیہ" و"مدارج النبوۃ" وغیرہما کتب معتبرہ میں بھی موجود ہے۔ اور ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی تالیف قلب وزیارت اعزاز کے لیے سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: «من دخل دار أبي سفيان فهو آمن»[٦٠].

(٦٠) "المواهب اللدنية" ١/٣٨٠.

شیخ محقق شیخ عبد الحق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حضرت عباس رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! میں نے ابو سفیان کو امان دے کر اپنی پناہ میں لے لیا، اور عمر رضی اللہ عنہ ان کے قتل کرنے کے دَرپے ہیں، سرکار ﷺ نے فرمایا: اے عباس! آج رات ابو سفیان کو اپنے خیمے میں رکھو، اور صبح کو میرے حضور پیش کرو۔ جب صبح ہوئی اور میں ان کو حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں لے گیا، تو حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ افسوس ہے تجھ پر اے ابو سفیان! ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو جانے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت (جاری۔۔۔) کے لائق نہیں۔ ابو سفیان نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، آپ کتنے رحیم، کریم وبردبار ہیں، باوجود اتنی ایذاء وستم پہنچنے کے آپ اتنی مہربانی ولطف فرماتے ہیں، اب مَیں نے جان لیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کوئی ہوتا تو ہمیں نفع پہنچاتا اور ہماری مدد واعانت کرتا، اس کے بعد فرمایا: کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تو پہنچانے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا کہ میں ابھی تک شک دل میں رکھتا تھا اور مجھے تھوڑا توقف تھا، اس کا سینہ تصدیقِ رسالت کے لیے نہ کھلا تھا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خرابی ہو تیری اے ابو سفیان! بات کو طول نہ دے اور ملکہ توحید کے ساتھ زبان کو کھول، ورنہ اسی گھڑی حضرت عمر رضی اللہ عنہ آجائیں گے اور تیری گردن اُڑادیں گے۔ اس وقت ابو سفیان نے کہا: اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ، اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ: ابو سفیان صاحب فخر وشرف شخص ہے، اور قدر ومنزلت پسند کرتا ہے، اسے کسی ایسے مرتبہ سے نوازیے کہ مکہ والوں کے سامنے ممتاز ہو سکے، اس پر حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «من دخل دار أبي سفيان فهو

ترجمہ: "جو ابو سفیان کے گھر میں آجائے، وہ بھی امان میں ہے"۔

اور بالیقین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس وقت ہمراہ رکاب رسالت مآب سیّد العالمین ﷺ تھے۔ بچشم خود بارگاہِ رسالت سے اُن کا یہ اعزاز ملاحظہ کیا۔ آیا ممکن تھا کہ برخلاف سیّد عالم ﷺ وبرعکس مقصود تالیف القلوب اُن کی ایسی تذلیل و توہین فرماتے اور پھر آپ اپنے لفظ ہمیشہ کو تو غور فرمائیں، حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی نہایت غیرت و فخر و دوستی خود قول سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت جس بنا پر اُنہوں نے سیّد عالم ﷺ سے عرض کرکے ان کے لیے حکم (من دخل)[٦١] صادر کرایا تھا۔ آیا معقول یہ ہمیشہ ہمیشہ اپنی اس ذلت کو گوارا کریں اور نہایت خواری صف نعال میں بیٹھا پسند رکھیں۔

حاشا وکلا علمائے دین فرماتے ہیں: خلفاء راشدین -رضی اللہ عنہم اجمعین- کے نزدیک مقرر و مسلم تھا کہ جسے ذرا دیر بھی سیّد عالم ﷺ کی صحبت رہی ہے اس کا اعزاز

آمن». جو شخص ابو سفیان کے گھر میں آجائے، وہ امن میں ہے، اور اپنے ہتھیار پھینک دے، وہ امن میں ہے، اور جو اپنے گھر میں رہے، امن میں ہے، اور جو مسجدِ حرام میں داخل ہوجائے، وہ امن میں ہے۔ ("صحیح مسلم"، ر: ۴۶۲۲، "مدارج النبوۃ" ۲/۳۴۳)۔

(٦١) أخبرنا أبو علي الحسين بن محمد الروذباري، قال: أخبرنا أبو بكر بن داسة، قال: حدثنا أبو داود، قال: حدثنا عثمان بن أبي شيبة قال: حدثنا يحيى بن آدم قال: حدثنا ابن إدريس، عن محمد بن إسحاق، عن الزهري، عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة، عن ابن عباس: أنَ رسول الله ﷺ عام الفتح جاءه العباس بن عبد المطلب بأبي سفيان بن حرب، فأسلم بمر الظهران، فقال له العباس: يا رسول الله! إنَ أبا سفيان رجل يحب هذا الفخر فلو جعلت له شيئاً، قال: نعم، «من دخل دار أبي سفيان فهو آمن، ومن أغلق بابه فهو آمن». "دلائل النبوة" للبيهقي، ٥/٣١.

واکرام کیا جائے، یہاں تک کہ ایک بدوی نے حضرت انصار کرام رضی اللہ عنہم ہجو لکھے، دارالاحتساب فاروقی رضی اللہ عنہ میں حاضر کیا گیا، حضرت نے عتاب در کنار اصلا عتاب بھی نہیں، بلکہ یہی ارشاد کیا اگر اس شخص کو سیّد عالم ﷺ کی صحبت (نہ میسر ہوتی تو) تم ہیں اس (پر عتاب) کرتا۔ امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ "صواعق" میں فرماتے ہیں: "تعظيم الصحابة وإن قلّ اجتماعهم به، كان مقرراً عند الخلفاء الراشدين وغيرهم، وقد صحّ عن أبي سعيد الخدري أنّ رجلًا من أهل البادية تناول معاوية في حضرته وكان متكئا فجلس"(٦٢).

[مسودہ کتاب صفحہ ۷]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سرکارِ دوعالم ﷺ کی صحبت کا لحاظ

"قد أتي به عمر وقد هجا الأنصار فقال لهم: عمر لولا أنّ له صحبة من رسول الله ما أدري ما قال فيها لكفيتكموه انتهى. فانظر توقّف عمر عن معاتبته فضلًا عن معاقبته لكونه علم أنّه لقي النبي"(٦٣).

سبحان اللہ! خلفائے راشدین عموماً اور امیر المؤمنین خصوصاً رضی اللہ عنہ تو لقائے سیّد المرسلین ﷺ کی یہ تعظیم فرمائیں، اور آپ ان کی طرف بلاوجہ ایسی تذلیل وتوہین کی نسبت بتائیں، دیکھو حضرت سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے حضور میں کسی بادیہ نشین نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کچھ گستاخی کی، حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سیدھے ہو بیٹھے، اور یہ حدیث فرما کر باتباع سنّت فاروقی اُس بادیہ نشین کا لحاظ کیا اور کچھ نہ کہا۔

---

(٦٢) ورجال هذا الحديث ثقات. "الإصابة" ١/١٦٤.

(٦٣) ورجال هذا الحديث ثقات. "الإصابة" ١/١٦٤. و"فتح المغيث" ٣/١١٤.

حضرت معاویہ اور دیگر صحابہ کے مشاجرات میں دخل اندازی حرام

تنبیہ:

اب بھی جو لوگ صحابہ سیّد عالم ﷺ کے ساتھ بے ادبانہ پیش آتے ہیں، اگر ایک نظر اُن کی چہرۂ اقدس سیّد الکونین ﷺ پر پڑی ہوتی، تو واللہ العظیم ہم اہلسنّت متبعان خلفائے رسالت ہرگز ان سے تعرض نہ کرتے، بلکہ اُن کی تعظیم واجب جانتے، اور جس طرح امیر معاویہ وغیرہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے افعال و اقوال میں خوض بے جا حرام سمجھتے، اور ان کے باہم شکر رنجیوں سے غرض نہیں رکھتے، اور ان کے بارے میں اقوال موحشہ مورخین وحکایات غیر صحیح السند بالیقین کو دیوار پر مارتے اور جو قطعی یقینی متواتر ہوتا اسے محمل صحیح پر اتارتے[۶۴]۔ یونہی یہ جو چاہتے کہتے ہم انہیں بھی

---

(۶۴) سیّدی اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

مُشاجَراتِ صحابہ میں تواریخ وسِیر کی مُوحِش حکایتیں قطعاً مردود ہیں

مہمّہ عظیمہ، فائدہ۲: اِفادۂ ۲۳ پر نظر تازہ کیجیے! وہاں واضح ہو چکا ہے کہ کتبِ سِیر میں کیسے کیسے مجروحوں مطعونوں شدید الضعفوں کی روایات بھری ہیں، وہیں کلبی رافضی متّہم بالکذب کی نسبت "سیرتِ عیون الاثر" کا قول گزرا کہ "اس کی غالب روایات سِیر وتواریخ میں ہیں، جنہیں علماء اَیسوں سے روایت کر لیتے ہیں"، وہیں "سیرتِ انسان العیون" کا ارشاد گزرا کہ سِیر موضوع کے سواہر قسمِ ضعیف وسقیم وبے سند حکایات کو جمع کرتی ہے، پھر انصافاً یہ بھی انہوں نے سِیر کا منصب بتایا جو اُسے لائق ہے، کہ موضوعات تو اصلاً کسی کام کی نہیں، اُنہیں وہ بھی نہیں لے سکتے، ورنہ بنظرِ واقع سِیر میں بہت اکاذیب واَباطیل بھرے ہیں کما لا یخفی.

بہر حال فرقِ مَراتب نہ کرنا اگر جنوں نہیں تو بدمذہبی ہے، بدمذہبی نہیں تو جنون ہے، (جاری۔۔۔) ۔۔۔سِیر جن بالائی باتوں کے لیے ہے اُس حد سے تجاوز نہیں کر سکتے، اُس کی روایات مذکورہ کسی حیض ونفاس کے مسئلہ میں بھی سننے کی نہیں، نہ کہ (معاذ اللہ) اُن واہیات ومُعضلات

سر تاج مانتے، مگر حاشا کہ یہ تیرہ ۱۳ صدی کی چھٹن، صحابہ سیّد العالمین ﷺ کی شان میں گستاخانہ پیش آئے، اور ہم اس کے اوہام باطلہ کو بارہ باٹ کریں۔ ہم پر حمایت اصحاب کرام فرض قطعی ہے۔ علیها یحیی وعلیها نتوفّی وعلیها نبعث إن شاء الله تعالی۔

پندرہوں افتراء:

دفعہ (۱۵) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ افضل تھے اور ہیں اور علی رضی اللہ عنہ

وبے سروپا حکایات سے صحابۂ کرام حضور سیّد الاَنام علیہ وعلی آلہ وعلیھم اَفضل الصّلاۃ والسّلام پر طعن پیدا کرنا، اعتراض نکالنا، اُن کی شانِ رفیع میں رَخنے ڈالنا! کہ اس کا اِرتکاب نہ کرے گا مگر گمراہ بددِین، مخالف ومضادِ حق مبین! آج کل کے بدمذہب مریض القلب مُنافق شِعار ان جزافاتِ سِیر وخُرافاتِ تواریخ وَاَمثالہا سے حضراتِ عالیہ خلفائے راشدین وامّ المؤمنین وطلحہ وزبیر ومُعاویہ وعَمرو بن العاص ومغیرہ بن شُعبہ وغیر ہم اَہلِ بَیت وصحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے مَطاعن مردودہ، اور ان کے باہمی مُشاجَرات میں مُوحِش ومُہمَل حکایات بیہودہ، جن میں اکثر تو سِرے سے کذب وداحض، اور بہت اِلحاقاتِ ملعونہ روافض چھانٹ لاتے، اور اُن سے قرآنِ عظیم وارشاداتِ مصطفی ﷺ واجماعِ اُمت وَاَساطین مِلّت کا مقابلہ چاہتے ہیں، بے علم لوگ اُنہیں سُن کر پریشان ہوتے یا فکرِ جواب میں پڑتے ہیں، ان کا پہلا جواب یہی ہے کہ اَیسے مہملات کسی ادنیٰ مسلمان کو گنہگار ٹھہرانے کے لیے مسموع نہیں ہوسکتے، نہ کہ اُن محبوبانِ خدا پر طعن، جن کے مدائح تفصیلی خواہ اِجمالی سے کلامُ اللہ وکلامِ رسول اللہ ﷺ مالامال ہیں و، امام حجۃ الاسلام مرشد الاَنام محمد محمد غزالی قدّس سرّہ العالی "احیاء العلوم شریف" میں فرماتے ہیں: "لا تجوز نسبۃُ مسلمٍ إلی کبیرۃٍ من غیر تحقیق، نعم یجوز أن یقالَ: إنّ ابنَ ملجم قتل علیاً، فإنّ ذلک ثبتَ متواتراً"۔ "کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام ہے، ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابنِ ملجم شقی خارجی اَشقی الآخرین نے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرّم اللہ وجہہ کو شہید کیا؛ کہ یہ بتواتُر ثابت ہے"۔ "الفتاوی الرضویۃ" ۵/۵۸۲، ۵۸۳۔

بھی افضل، ہم کو مولیٰ علی نے ہدایت فرمائی۔

اقول:

بھلا جناب عنایت کو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر عنایت تھی تو ایک محل تھا حیرت ہے کہ حضرت سیدنا امیر المومنین حیدر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الانور کو بھی مہربانی کئے بغیر نہ چھوڑا۔ حضور کو ظاہر اُوہ بھی اسد اللہ الغالب مانتے ہو پھر سراہے اس کے اُس کے جگرے کو جو خدا کے شیر سے خوف نہ کرے کدھر ہیں مذاق چشماں تفضیل کہاں گئے۔ اُس کے موکل و وکیل جہانوی بتانے بدل جانے لاج نہ کرنے کہنے مکرنے کی نہیں، بدی صاف صاف بے تحریف و انحراف اپنے اس دعوے کو سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الاسنے کے کلام ہدایت نظام میں دِکھائیں کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ میں بھی افضل ابو بکر بھی افضل۔

کیوں مسلمانوں کی آنکھوں کا پانی ایسا بھی ڈھل جاتا ہے وہ علی مرتضی وہ شیر خدا۔

﴿حضرت علی المرتضی کا بر سر منبر افضلیت شیخین کا اعلان اور منکر افضلیت شیخین پر حدِ مفتری کی سزا﴾

وہ روبہ وشان تقیہ کا دشمن۔۔۔ وہ اجام صولت کا ضرغام۔۔۔۔۔۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دار ضاہ وجعلنا مہتدین بہدیہ وہداہ۔ جس نے بر سر منبر مسجد جامع ومشاہد و مجامع و جلوات۔۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔۔۔ آمد و مدیدہ، سپید و صاف، ظاہر و واشگاف، محکم و مفسّر، بے احتمال دگر شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔۔۔۔۔۔۔۔ صاحب لولاک ﷺ سے افضل و بہتر ہو تا نہ ایسے طور پر بیان فرمایا جس میں کسی طرح۔۔۔۔۔۔۔ تفضیلیہ پر

تشدیدیں فرمائیں (۶۵)۔

ذریت ابن سبا کو تہدیدیں فرمائیں، جس نے مخالفت ------ جس سے ان اقوال کریمہ کے راویان اسی (۸۰) سے زیادہ صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین (۶۶)۔ تفضیل شیخین پر اعتقاد کے باوجود

[مسودہ کتاب صفحہ ۸]

مہارت حدیث و علم روایات قدیم و حدیث انہیں کوئی راہ نہ ملی کہ کلام اطہر اسد حیدر سے ادھر بھی اقوال تفضیل نکالتے الافضل والافضل کی بناڈالتے، اب گیارہ بارہ سو برس کے بعد ان محدثان باب افعال کو بھی یہ ہمت ہوئی۔ الہام ہوا یا وحی اُتری یا شاید غار سامرا میں گذر ہوا اصاحب الزماں سے کوئی انچر سنا۔ عزیز و خدارا اپنے حال پر رحم کرو، اسد اللہ الجبار کے کوڑوں سے ڈرو (۶۷)۔ اگر ہے دعوائے حسب سرور، تو رفض و تفضیل

---

(۶۵) وقال علي رضي الله عنه: «خير هذه الأمة بعد نبينا أبو بكر و عمر»، هذا والله العظيم قاله علي وهو متواتر عنه، لأنه قاله على منبر الكوفة، فلعن الله الرافضة ما أجلهلهم. "تاريخ الإسلام" ۶۹/۲.

(۶۶) وَقدروى هَذا عَنهُ من طرق كثيرة قيل إنَهَا تبلغ ثمَانِينَ طَرِيقا۔

المنتقى من منهاج الاعتدال ص ۳۶۱

(۶۷) حدثنا أحمد، قال: حدثنا هيثم بن خارجة، والحكم بن موسى، قالا: حدثنا شهاب بن خراش قال: حدثني الحجاج بن دينار، عن أبي معشر، عن إبراهيم النخعي قال: جرب علقمة بن قيس هذا المنبر فقال: خطبنا علي على هذا المنبر، فحمد الله و ذكره ما شاء الله أن يذكره، ثم قال: الا أنه بلغني أن أناساً يفضلوني على أبي بكر وعمر، ولو كنت تقدمت في ذلك لعاقبت، ولكني أكره العقوبة قبل التقدم، فمن قال شيئاً من ذلك فهو مفتر، عليه ما على المفتري، أن خير الناس بعد رسول الله ﷺ أبو بكر، ثم عمر، وإنا أحدثنا بعدهم أحداثا يقضي

الله فيها ما أحب، ثمّ قال: أحبب حبيبك هونا ما عسى أن يكون بغيضك يوما ما، وأبغض بغيضك هونا ما عسى أن يكون حبيبك يوما ما. ("فضائل الصحابة" ر: ٤٨٤، ٣٣٦/١).

ترجمہ: علقمہ بن قیس منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا ہمیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کی حمد اور ذکر کے بعد فرمایا: خبر دار! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ کچھ لوگ مجھے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے ہیں اور اگر میں نے کسی کو ایسا کرتے پایا تو میں اسے سزا دوں گا۔ ہاں میں مشاہدے سے قبل سزا کو ناپسند کرتا ہوں۔ پس جس نے اس طرح کی کوئی بات کی تو وہ مفتری ہے اور اس پر مفتری کی حد نافذ ہو گی۔ بے شک رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر حضرت ابو بکر ہیں پھر حضرت عمر۔ اور بے شک ان کے بعد ہم کچھ ایسے معاملات میں جا پڑے جن کا اللہ تعالیٰ اپنی مشیئت کے مطابق فیصلہ فرمائے گا۔ پھر فرمایا محبوب کے ساتھ محبت میں بہت شدت اختیار نہ کرو کیوں کہ ممکن ہے ایک دن تمہیں اس سے عداوت کرنی پڑ جائے اور دشمن سے دشمنی اتنی سخت نہ رکھو کیوں کہ ممکن ہے کل کو تمہیں اسے دوست بنانا پڑ جائے۔

اس سند کے رجال کی توثیق ملاحظہ فرمائیں:

۱- الہیثم ابن خارجۃ المروزی (۲۲۷ھ)

حافظ ابو حاتم (۲۷۷ھ) فرماتے ہیں: "صدوق". ("الجرح والتعدیل" ر: ۳۵۲، ۸۶۵/۹)

حافظ ابن حجر (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: "صدوق". ("تقریب التھذیب" ر: ۷۶۴، ۵۷۷/۱)

امام ابو نصر کلاباذی (۳۹۸ھ) نے آپ کو رجال "صحیح بخاری" میں شامل فرمایا ہے۔ ("الھدایۃ والارشاد" ر: ۱۳۰۸، ۷۸۱/۲)

۲- الحکم ابن موسیٰ ابن ابی زہیر البغدادی (۲۳۲ھ)

ابن سعد (۲۳۰ھ) فرماتے ہیں: "ثقۃ کثیر الحدیث". ("الطبقات الکبریٰ" ر: ۳۵۳۸، ۲۴۸/۷)

حافظ یحیٰ بن معین (۲۳۳ھ) فرماتے ہیں: "ثقۃ". ("الجرح والتعدیل" ر: ۸۴، ۱۲۹/۳، سندہ

صحیح)

حافظ ابو حاتم (۲۷۷ھ) فرماتے ہیں: "صدوق". ("الجرح والتعدیل" ر: ۸۴، ۱۲۹/۳)

حافظ ذہبی (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں: "صدوق صاحب حدیث".
("میزان الاعتدال" ر: ۲۲۰۴، ۵۸۰/۱)

حافظ ابن حجر (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: "صدوق". ("تقریب التھذیب" ر: ۱۴۶۲، ۱۷۶/۱)

امام ابو نصر کلاباذی (۳۹۸ھ) نے آپ کو رجال" صحیح بخاری "میں شامل فرمایا ہے۔
("الھدایۃ والارشاد" ر: ۱۴۹۵، ۸۷۶/۲)

۳-شہاب بن خراش بن حوشب الحواشی

عبد اللہ بن مبارک (۱۸۱ھ) فرماتے ہیں: "ثقة". ("الجرح والتعدیل" ر: ۱۵۸۶، ۳۶۲/۴) سند صحیح.

حافظ یحیی بن معین (۲۳۳ھ) فرماتے ہیں: "ليس به بأس". ("الجرح والتعديل" ر: ۱۵۸۶، ۳۶۲/۴) سند صحیح.

حافظ ابو حاتم (۲۷۷ھ) فرماتے ہیں: "صدوق لا بأس به". ("الجرح والتعدیل" ر: ۱۵۸۶، ۳۶۲/۴).

۴-حجاج بن دینار الواسطی

امام ابو عیسیٰ ترمذی (۲۷۹ھ) فرماتے ہیں: "ثقة مقارب الحديث". ("سنن الترمذي" ر: ۲۳۵۳).

حافظ یحیی بن معین (۲۳۳ھ) فرماتے ہیں: "ليس به بأس". ("الجرح والتعديل" ر: ۶۸۱، ۱۶۰/۳) سندہ صحیح.

حافظ ذہبی (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں: "حَسَنُ الحَالِ". ("سير أعلام النبلاء" ر: ۳۳، ۷۷/۷).

امام ابو زرعہ دمشقی فرماتے ہیں: "صالح صدوق لا بأس به مستقيم الحديث". ("الجرح والتعديل" ر: ۶۸۱، ۱۶۰/۳).

۵-زیاد بن کلیب الحنظلی، ابو معشر (۱۹۹ھ)

حافظ ابو حاتم (۲۷۷ھ) فرماتے ہیں: "صالح". ("الجرح والتعدیل" ر: ۲۴۴۹، ۵۴۲/۳).

حافظ ذہبی (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں: "حافظ متقن". ("الکاشف" ر: ۱۷۰۵، ۴۱۲/۱).

حافظ ابن حجر (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: "ثقة". ("تقریب التهذیب" ر: ۲۰۹۶، ۲۲۰/۱).

۶-ابراہیم بن یزید بن قیس النخعی (۹۳ھ)

حافظ ذہبی (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں: "رأساً في العلم". ("الکاشف" ر: ۲۲۱، ۲۲۷/۱).

حافظ ابن حجر (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: "ثقة". ("تقریب التهذیب" ر: ۲۷۰، ۹۵/۱).

۷-علقمہ ابن قیس ابن عبداللہ النخعی (۶۲ھ)

حافظ ابن حجر (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: "ثقة ثبت". ("تقریب التهذیب" ر: ۲۶۸۱، ۳۹۷/۱).

اس کے علاوہ یہ روایت مندرجہ ذیل کتب بھی موجود ہے:

("المؤتلف والمختلف" للدار قطني، ۸۰۷/۲)، ("الاستيعاب في معرفة الأصحاب" ۹۷۳/۳)، ("كتاب السنَة" لابن عاصم، ر: ۱۲۱۹، ۵۷۵/۲)، ("كتاب السنَة" لابن عاصم ر: ۹۹۳، ۴۷۹/۲)، ("الاعتقاد" للبيهقي ۲۵۸/۱)، ("فضائل الصحابة" لأحمد ر: ۴۹، ۸۳/۱)، ("فضائل الصحابة" لأحمد ر: ۳۸۷، ۲۹۴/۱)، ("تلخيص المتشابه" للبغدادي، ر: ٦٦٩، ۲۸۰/۱)، ("تاريخ دمشق" للعساكر، ۳٦۵/۴۴)، ("تاريخ دمشق" للعساكر، ۳۸۳/۳۰)، ("تاريخ دمشق" للعساكر، ۳٦۵/۴۴)، ("تاريخ دمشق" للعساكر، ۳٦۵/۴۴، ۳٦٦)، ("الحجة في بيان المحجة" ر: ۳۲۷، ۳٦۹/۲).

﴿حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا منکر افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کوڑے مارنا﴾

حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے تو منکر افضلیت کو کوڑے مارنا بھی صحیح سند سے ثابت ہے۔

سے ہو باہر۔ وفاق حیدر شقاق حیدر یہ ہے بدمذاقی کی چال کیا ہے۔

حدثنا عبد الله قال: حدثني أبي، قال: حدثنا محمد بن جعفر، قال: حدثنا شعبة، عن حصين، عن ابن أبي ليلى قال: تداروا في أمر أبي بكر وعمر، فقال رجل من عطارد: عمر أفضل من أبي، فقال الجارود: بل أبو بكر، أبو بكر أفضل منه، قال: فبلغ ذلك عمر، قال: فجعل ضرباً بالدرة حتى شغر برجليا، ثمّ اقبل إلى الجارود فقال: إليك عني، ثمّ قال عمر: أبو بكر كان خير الناس بعد رسول الله ﷺ في كذا وكذا، قال: ثمّ قال عمر: من قال غير هذا أقمنا عليه ما نقيم على المفتري. ("فضائل الصحابة"، ر:۳۹۶،۱/۳۰۰).

ترجمہ: ابن ابی لیلہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں کے درمیان حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے مابین فضیلت پر بحث چھڑ گئی۔ عطارد قبیلے کے ایک شخص نے کہا کہ عمر ابو بکر سے افضل ہیں، جارود نے کہا نہیں بلکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے اسے بے تحاشا درے لگائے پھر جارود کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میرے سامنے سے دور ہو جا۔ پھر فرمایا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سے افضل ترین تھے۔ پس جس نے اس کے برعکس کوئی بات کی تو ہم اس پر مفتری کی حد نافذ کریں گے۔

اس سند کے رجال کی توثیق ملاحظہ فرمائیں:

۱-غندر محمد بن جعفر الہذلی (۱۹۳ھ)

حافظ ذہبی (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں: "ثبت". ("سیر أعلام النبلاء"، ر: ۹،۳۳/۹۸).

۲-شعبۃ بن الحجاج (۱۶۰ھ)

حافظ ابن حجر (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: "ثقة". ("تقريب التهذيب" ر: ۲۷۹۰،۱/۲۶۶).

۳- حصین بن عبد الرحمن السلمی (۱۳۶ھ)

حافظ ذہبی (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں: "ثقة". ("الكاشف" ر: ۱۱۲۴،۱/۳۳۸).

۴-عبد الرحمن بن ابی لیلی الانصاری (۸۳ھ)

حافظ ابن حجر (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: "ثقة". ("تقريب التهذيب" ر: ۳۹۹۳،۱/۳۴۹).

سولواں افتراء:

دفعہ (۱۶) مولوی جمیل الدین صاحب سلم اللہ تعالیٰ کی اس عبارت پر کہ بعض جہلاء باوجود ادعاء صوفیت بلکہ اقرار انتساب سلسلہ عالیہ برکاتیہ مارہرویہ کے ایسے کلمات ہذیانات اپنی زبان سے نکالتے ہیں اور مصداق خر الدنیا والآخرۃ بنتے ہیں، میں ایسے شخص کو محض گمراہ وبے دین ومذاق شریعت وطریقت سے بے بہرہ جانتا ہوں۔ وکیل عدالتِ عالیہ تفضیل نہایت غصہ فرماتے اور خدا راہ تعزیرات ہند کی کسی دفعہ کے رُو سے یہ ہی حکم قہرمانی لگا، تو افسوس ہے کہ مولوی صاحب ایسے بادہء انانیت سے مست ہیں کہ مولوی صاحب بھائی کا گوشت کھاتے ہوئے کراہت نہیں کرتے اور انہی مطلق ﴿وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُم بَعْضًا﴾[۶۸]، کو خیال میں نہیں لاتے ورنہ کبھی متصدی تعریضات قبیحہ نہ ہوتے۔

﴿غیبت کے متعلق احکامات شریعہ﴾

اقول: اس کلام کو غیبت بتانا اور زیر آیہ کریمہ داخل ٹھہرانا شریعت مطہرہ پر محض افتراء۔

اوّلاً: یہاں کسی کا نام نہیں مولوی صاحب نے بعض جہلاء فرمایا ہے کہ ج نہیں آپ سمجھے وہ مفہوم جاہل کے فرد کامل ہیں؟ کہ خواہی نخواہی مطلق کا انصراف انہیں کی طرف ہو۔ فقہاء کرام تصریح فرماتے ہیں اگر بعض اہل شہر کہہ کر عیب بیان کرے غیبت نہیں، کہ باہل شہر ہزاروں لاکھوں ہیں۔ خدا جانے کسے کہا اس کلام میں تو ایک شہر کیا ایک ملک کی بھی تخصیص نہیں، خود احادیث صحیحہ میں سیّد عالم ﷺ سے بارہا ثابت کہ شخص معین کی کوئی خطا بیان فرمائی تو اس پیرایہ میں ارشاد کرتے: مابال اَقوام یفعلون کذا مابال اَقوام

(۶۸) پ۲۶، الحجرات: ۱۲. ترجمہ کنزالایمان: اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔

يفعلون كذا(٦٩).

---

(٦٩) امام علاء الدین حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ولو اغتاب أهل قرية فليس بغيبة، لأنه لا يريد به كلّهم، بل بعضهم، وهو مجهول خانية فتباح غيبة مجهول". (الدر المختار).

ترجمہ: اور اگر کسی بستی میں رہنے والوں کی غیبت کرتا ہے، تو یہ غیبت نہیں ہو گی؛ کیونکہ وہ سب کی غیبت کا ارادہ نہیں رکھتا، صرف بعض کا رکھتا ہے، اور وہ مجہول (نامعلوم) ہیں۔۔۔۔غیبت مجہول کی۔

امام ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "(قوله فليس بغيبة) قال في "المختار": "ولا غيبة إلّا لمعلومي". ("ردالمحتار")

ترجمہ: کہتے ہیں کہ معلوم (شخص) کے علاوہ (نامعلوم) کی غیبت نہیں، جیسا کہ "مختار" میں ہے۔

حديث كان إذا كره من إنسان شيئاً قال: «ما بال أقوام يفعلون كذا و كذا». أخرجه أبو داود من حديث عائشة دون قوله «وكان لا يعيره» ورجاله رجال الصحيح. (المغني عن حمل الأسفار).

ترجمہ: حضور ﷺ جب کسی میں کوئی بات ناپسند فرماتے تو ارشاد فرماتے: "ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اس اس طرح کرتے ہیں۔" اس کی تخریج ابو داؤد نے کی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ "آپ ﷺ اس کو عار نہ دلاتے تھے۔" اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

ثانیا: علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وفي "تنبيه الغافلين" للفقيه أبي الليث: "الغيبة على أربعة أوجه: في وجه هي كفر، بأن قيل له لا تغتب فيقول: ليس هذا غيبة، لأني صادق فيه فقد استحل ما حرم بالأدلة القطعية، وهو كفر، وفي وجه: هي نفاق بأن يغتاب من لا يسميه عند من يعرفه، فهو مغتاب، ويرى من نفسه أنه متورع، فهذا هو النفاق، وفي وجه: هي معصية وهو أن يغتاب معينا ويعلم أنها معصية

ثانیا: مولوی صاحب نے جن بزرگوار تقدس شعار کی نسبت میں لفظ تحریر کیے ہیں ۔ وہ ان افعال میں معلن و مجاہد اور ایسے شخص کے غیبت غیبت نہیں۔ میرا قلم دریائے حیرت میں غرق ہے کہ حضرت کے اس حکم کے نسبت کیا لکھیے الٰہی شرع قدیم کے خلاف کسی امام معصوم کا کوئی قول تازہ آیا یا دلدار علی مجتہد کا فتویٰ پایا۔

والعبارۃ الاُخریٰ:

آپ اس عبارت سے کسی خاص شخص کو سمجھے یا خیر بَر تقدیر ثانی آپ کو کیا معلوم کہ جو اِن لفظوں سے ملوم اعلان و جہاد اس سے معدوم تقدیر اوّل قضی الرجل علی نفسہ آپ ہی زیر دستخط مولنا مولوی علی بخش خان صاحب مرحوم مغفور فرماتے ہیں ایک عام بات کو خاص اپنے اوپر رکھ لینا اور پھر اُس کے جواب کی فکریں کرنا ایک اعلیٰ درجہ کی حماقت ہے۔ اگر سیاق عبارت میں بعض الفاظ دیکھ کر کسی کے چرچے ہو تو بھی پھر سخت

فعلیه التوبة، وفي وجه: هي مباح وهو أن يغتاب معلنا بفسقه أو صاحب بدعة وإن اغتاب الفاسق ليحذره الناس يثاب عليه لأنه من النهي عن المنكر اهـ. (ردالمحتار)

ترجمہ: فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ "تنبیہ الغافلین" میں فرماتے ہیں: غیبت چار ۴ اقسام وجوہات ہیں: پہلی وجہ کفر ہے کہ اس سے کہا جائے کہ غیبت نہ کر، اور وہ کہے کہ یہ غیبت نہیں ہے، میں تو سچ کہہ رہا ہوں، پس اس نے دلیل قطعی کی حرمت کو حلال جانا اور یہ کفر ہے۔ اور دوسری وجہ نفاق کی ہے، کسی جاننے والے کے سامنے اس کی غیبت کرے، مگر اس کا نام نہ لے تو یہ مغتاب (یعنی غیبت کرنے والا ہے) اور اپنے آپ کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جانتا ہے، اور یہ نفاق ہے۔ اور ایک وجہ سے یہ گناہ ہے، کہ کسی کی غیبت کرے اور یہ بھی جانتا ہو کہ یہ غیبت ہے تو گناہ ہے اور اس پر توبہ لازم ہے، اور ایک وجہ سے یہ مباح ہے کہ کسی شخص کی غیبت اس کے فسق یا بدعتی ہونے کی بنا پر کی جائے، اور فاسق کی غیبت کرے کہ لوگ اس سے بچ سکیں تو اس کو اس کا ثواب ملے گا؛ کیونکہ یہ عنہی عن المنکر میں آتا ہے۔

آفت آپ کے پیچھے لگی، ایسے لفظ خدا جانے کہاں کہاں دیکھے گا (کہ کتنے) حکم آیت میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

قربان جائیں کرامات اولیاء کے حضرت مولنا رومی قدس سرہ العزیز "مثنوی شریف" (میں ارشاد فرماتے ہیں) شعر:

پس چرا اوروے مذاق دوزخ است
اشتقاق دوزخ است

۔۔یارو! اشداء علی الکفار...

ہاں اب سمجھا شاید آپ نے وہی کا کہایا خسر الدنیا والآخرۃ میں لفظ۔۔۔۔۔۔۔ میں موجود مگر یہ تو فرمائیے کہ خسر الدنیا ہونا مسلم آخرت کی۔۔۔۔۔۔

[مسودہ کتاب صفحہ ۹]

سترہواں تا اکیسواں افتراء:

دفعہ (۱۷۔ تا۔ ۲۱) زیر دستخط مولوی عبدالقیوم صاحب (۷۰) نقض اجماع کو تصانیف شیخ محقق مولانا عبدالحق دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی سے نقل کیا کہ بعض صحابہ کو درباره افضلیت حضرت صدیق بالتحقیق رضی اللہ عنہ کلام تھا، جیسے حضرت حسان بن ثابت انصاری و حضرت حذیفہ بن یمان (رضی اللہ عنہما)

اقول: اصل مقالہ امام علام ابو عمر ابن عبد البر سے ہے نہ ان کے کلام میں ان دو صحابیوں کا ذکر نہ علماء کے مابعد نے ان کا قول نقل کیا۔ اس میں کہیں موجود نہ خود شیخ محقق کی تصانیف میں اس کا کہیں پتا۔ شیخ نے "تکمیل الایمان" میں یہ بحث مستوفی بیان فرمائی اور عبارت ابو عمر کا ترجمہ کیا نہ اس میں کہیں ان دو ناموں کا نشان بلکہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے انہیں امام ابو عمر وغیرہ نے تصریح تفضیل مطلق صدیق اکبر

---

(۷۰) تنبیہ الاشرار ص ۳۰۷ پر تقریظ

رضی اللہ عنہ پر اپنا اور صحابہ کرام کا اعتقاد کامل رکھنا اور حضور سیّد عالم کے سامنے اُس کا بیان میں آنا اور حضور کا مسرور ہو کر تحسین فرمانا اور اس شد و مد سے نقل کیا کہ سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ (دیکھو شرح سر کلر دو از دہم میں حدیث ہفتم) کہیے اب یہ برملا چار افتراء ہوئے یا نہیں، دو ۲ ان صحابیوں پر اور دو ۲ ان شیخ ہر کہ اُنہوں نے ان سے انکار تفضیل صدیق حکایت کیا[۷۱]۔

﴿حافظ ابن عبد البر کے منقولہ اقوال کا جواب﴾

بائیسواں افتراء:

دفعہ (۲۲): زیر دستخط مولوی اعجاز احمد صاحب تحقیق شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی ثابت ہے کہ بعض اہل حل و عقد مہاجرین و انصار میں سے افضلیت مولی -کرم اللہ وجہہ- کے قائل تھے۔

اقول: شیخ علیہ الرحمہ نے "تکمیل الایمان" میں کلام امام ابو عمر نقل تو بے شک کیا، مگر زنہار اسے مقبول نہ کہا، بلکہ صریح رد ذکر کہ راجح و مختار یہی ہے کہ تفضیل شیخین پر اجماع صحابہ و تابعین تھا[۷۲]۔ پھر اجماع کو تحقیق شیخ محقق بتانا کتنا جیتا افتراء ہے[۷۳]۔

---

(۷۱) ابن عبد البر کی جس عبارت کی طرف اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے اشارہ فرمایا ہے وہ عبارت مندرجہ ذیل ہے اور ساتھ ہی اصل کتاب کے حوالہ جات بھی تحریر ہیں؛ تاکہ قارئین اس مسئلہ کو بآسانی سمجھ سکیں: "روی- عن سلمان، وأبي ذر، والمقداد، وخباب، وجابر، وأبي سعيد الخدري، وزيد بن الأرقم- أنَ علي بن أبي طالب رضي الله عنه أوّل من أسلم، وفضله هؤلاء على غيره". ("الاستيعاب في معرفة الأصحاب" ۳۳۵/۱، و۴۸۰/۲۰).

ترجمہ: حضرت سلمان، ابوذر، مقداد، خباب، جابر، ابو سعید خدری، زید بن ارقم، حضرت علی کو سب سے پہلے اسلام لانے کی وجہ فضیلت دیتے تھے۔

(۷۲) شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابن عبد البر کا کلام مقبول اور معتبر نہیں،

تیئسواں افتراء:

کیونکہ شاذ روایت ہے، جو جمہور کے قول کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی، جمہور آئمہ نے اجماع پر فیصلہ کیا ہے۔ (تکمیل الایمان مترجم ص:۱۶۳)۔

❁ اعلی حضرت علیہ الرحمۃ تحقیق کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

وہ چند صحابی جن سے ابن عبد البر نے تفضیل حضرت مرتضوی نقل کی، اس سے یہی معنی بالتعیین مفہوم نہیں ہوتے کہ وہ حضرت مولی کو شیخین پر فضل کلی مانتے ہوں، ممکن کہ تقدم اسلام وغیرہ فضائل خاصہ جزئیہ میں تفضیل دیتے ہوں، اور یہ معنی ہمارے منافی مقصود نہیں کہ ہم خود مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے لیے خصائص کثیرہ کا ثبوت تسلیم کرتے ہیں۔ کلام ہمارا افضلیت بمعنی کثرت ثواب، وزیادت قرب ووجاہت میں ہے، جب تک ان روایات میں جناب مولی کی نسبت اس معنی کی تصریح نہ ہو ہم پر وارد اور مزاج اجماع کی مفسد نہیں ہو سکتیں۔ (مطلع القمرین، وجہ چہارم ص ۱۴۴)

اعلی حضرت علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں کہ:

خود وہ روایت جس میں ابو عمر نے ان صحابہ سے تفضیل حضرت مولا نقل کی اس میں یہ الفاظ موجود کہ وہ حضرات فرماتے تھے: "إنَ علياً أوَل من أسلم"، بے شک علی سب سے پہلے اسلام لائے كمافي "الصواعق".

تو واضح ہوا کہ وہ تاویل جو علما نے پیدا کی تھی اس کا مؤید صریح خود نفس کلام میں موجود۔ (مطلع القمرین، شاہد ثانی ص ۱۴۵)

(۷۳) حافظ ابن عبد البر کا اپنا عقیدہ بھی افضلیت شیخین کریمین کا تھا، اگر ان مرویات سے افضلیتِ مطلقہ شیخین کریمین کے خلاف کوئی بات ثابت ہوتی تو وہ ہر گز اپنا عقیدہ افضلیتِ شیخین کریمین کا عقیدہ بیان نہ کرتے۔

"الخلفاء الراشدون المهديون: أبو بكر وعمر وعثمان وعلي، وهم أفضل الناس بعد رسول الله ﷺ"، (جامع بيان العلم وفضله ج۲ص ۱۱۶۸).

خلفائے راشدین مہدیین حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہم، اور یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے افضل ہیں۔

دفعہ (۲۳) امام احمد کا قول...لا أفضل علی بعضة الرسول أحداً.

اقول: سچ کہنا تم نے امام احمد کا یہ قول ان کی "مسند" میں دیکھا[۷۴]، یا کسی کلام مستند میں دیکھا، تمیز تو اتنی اور چلے مجمع علماء میں اپنی پردہ دری کرنے[۷۵]۔

---

(۷۴) امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اپنا عقیدہ افضلیتِ خلفائے اربعہ کا تواتر کے ساتھ ثابت ہے، **امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:**

أَخْبَرَنِي أَحْمَدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ حَسَّانَ، أَنَّ أَبَا عَبْدِ اللهِ، سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ يُحِبُّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا يُفَضِّلُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَهُوَ يُحِبُّهُمْ؟ قَالَ: «السُّنَّةُ أَنْ يُفَضِّلَ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَعَلِيًّا مِنَ الْخُلَفَاءِ» (السنة لابن خلال: ۵۰۹).

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو اصحاب رسول ﷺ سے محبت تو کرتا، مگر کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتا، تو آپ نے فرمایا کہ خلفاء میں سے حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہم کو فضیلت دینا سنت ہے۔

(۷۵) یہ قول امام احمد سے منقول نہیں، بلکہ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، اور اس قول کی سند پر بھی کسی کو اطلاع نہیں، جبکہ اس قول میں بھی علماء نے تخصیص فضیلت جزوی کی ہے، اور دوسری طرف امام مالک تو شیخین کریمین کی افضلیت مطلقہ کے قائل ہیں۔

﴿امام مالک رضی اللہ عنہ سے مسئلہ تفضیل میں تین ۱۳ اقوال منقول ہیں﴾

اول: قولِ شیخین کریمین کے افضلیت کا ہے:

"قال أبو مصعب: وحدثني عبد العزيز ابن أبي حازم قال. قلت لمالك بن أنس: من خير الناس بعد رسول الله ﷺ؟ قال: أبو بكر وعمر. قال ابن أبي حازم، وهو رأيي. قال أبو مصعب: وهو رأيي". (ترتيب المدارك وتقريب المسالك ج۳ ص ۳۴۹).

ابن ابی حازم نے کہا کہ میں نے امام مالک سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے بہترین شخص کون ہیں؟ تو امام مالک نے کہا: حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق۔ امام ابن ابی حازم نے کہا: یہ میری رائے بھی ہے، اور امام ابو مصعب نے کہا: یہ رائے میری بھی ہے۔

دوم: خلفائے ثلاثہ (حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم) کے بعد

توقف کا بھی ہے:

"وفي رواية أبي مصعب سئل مالك من أفضل الناس بعد رسول الله ﷺ؟ وقال مالك: أبو بكر، ثمَ قال: ثمَ من؟ قال: عمر. ثمَ قال: ثمَ من؟ قال عثمان. قيل ثمَ، قال: هاهنا وقف الناس"
(ترتيب المدارك وتقريب المسالك ج۲ص۴۵).

ایک اور روایت میں ابو مصعب نے امام مالک سے پوچھا: کہ نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل شخص کون ہے؟ تو امام مالک نے کہا: حضرت ابو بکر، پھر کہا کہ پھر کون؟ کہا کہ حضرت عمر فاروق، پھر کہا کہ پھر کون؟ تو امام مالک نے کہا: حضرت عثمان، پھر کہا: اور اس مقام پر لگ سکوت کرتے ہیں۔

✵ اور یہی موقف بالکل حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کے مطابق ہے۔

اسی موقف کو امام فسوی نے اپنی کتاب میں بھی نقل کیا ہے:

"وقال عبد الرزاق: وكان مالك بن أنس يقول: أبو بكر وعمر وعثمان ثمَ يسكت"
(المعرفة والتاريخ ج۲ص۸۰۶).

عبد الرزاق نے کہا: امام مالک کہتے تھے کہ صحابہ میں افضل حضرت ابو بکر صدیق پھر حضرت عمر اور پھر حضرت عثمان اور پھر لوگ چپ رہتے تھے۔

✵ اور یہ بات امام ابن خلال نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے:

"أخبرني علي بن الحسن بن هارون، قال: قرأت على محمد بن موسى قال: حدثني ابن جميل المضرب، قال: حدثني أبو بكر الأندلسي كهلا قد كتب وكتب عنه، قال: سمعت أبا حفص حرملة بن يحيى التجيبي قال: سمعت عبد الله بن وهب يقول: سألت مالك بن أنس: "من أفضل الناس بعد رسول الله ﷺ؟ قال: أبو بكر وعمر، قلت: ثمَ من؟ قال: أمسك، قلت: يا أبا عبد الله، إنك إمام أقتدي بك في ديني، قال: أبو بكر وعمر، ثمَ عثمان"
(السنة لابن الخلال، رقم ۵۸۵).

امام عبد اللہ بن وہب نے کہا کہ میں نے امام مالک سے پوچھا: نبی کریم ﷺ کے بعد (یہاں صحابی اور اہل بیت کی کوئی تخصیص نہیں ہے) سب سے افضل کون ہے؟ تو امام مالک نے کہا: حضرت

چوبیسواں افتراء:

ابو بکر اور حضرت عمر، شاگرد نے پوچھا کہ پھر کون افضل ہے؟ تو امام مالک نے کہا کہ یہ کافی ہے۔ شاگرد نے کہا کہ اے ابو عبد اللہ: آپ امام ہیں اور میں دین میں آپ کی اقتداء کرتا ہوں، تو امام مالک نے کہا کہ: حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور پھر حضرت عثمان افضل ہیں۔

سوم: قولِ خلفائے اربعہ کی بالترتیب حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہم کی افضلیت کا ہے، جو کہ امام بیہقی نے اپنی کتاب "الاسماء والصفات" میں درج کیا ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

" أَخبَرَنَا أَبو عَبدِ اللهِ الحَافِظُ , قَالَ: سَمِعتُ أَبَا زَكَرِيَّا يَحيَى بنَ مُحَمَّدٍ العَنبَرِيَّ , يَقُولُ: سَمِعتُ عِمرَانَ بنَ مُوسَى الجُرجَانِيَّ , بِنَيسَابُورَ يَقُولُ: سَمِعتُ سُوَيدَ بنَ سَعِيدٍ , يَقُولُ: سَمِعتُ مَالِكَ بنَ أَنَسٍ , وَحَمَّادَ بنَ زَيدٍ , وَسُفيَانَ بنَ عُيَينَةَ , وَالفُضَيلَ بنَ عِيَاضٍ , وَشَرِيكَ بنَ عَبدِ اللهِ , وَيَحيَى بنَ سُلَيمٍ , وَمُسلِمَ بنَ خَالِدٍ , وَهِشَامَ بنَ سُلَيمَانَ المَخزُومِيَّ , وَجَرِيرَ بنَ عَبدِ الحَمِيدِ , وَعَلِيَّ بنَ مُسهِرٍ , وَعَبدَةَ , وَعَبدَ اللهِ بنَ إِدرِيسَ , وَحَفصَ بنَ غِيَاثٍ , وَوَكِيعًا , وَمُحَمَّدَ بنَ فُضَيلٍ , وَعَبدَ الرَّحِيمِ بنَ سُلَيمَانَ , وَعَبدَ العَزِيزِ بنَ أَبِي حَازِمٍ , وَالدَّرَاوَردِيَّ , وَإِسمَاعِيلَ بنَ جَعفَرٍ , وَحَاتِمَ بنَ إِسمَاعِيلَ , وَعَبدَ اللهِ بنَ يَزِيدَ المُقرِئَ , وَجَمِيعَ مَن حَمَلتُ عَنهُمُ العِلمَ , يَقُولُونَ: (إلی أن قال): وَأَفضَلُ أَصحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكرٍ وَعُمَرُ وَعُثمَانُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنهُم. " (الأسماء والصفات، رقم ٥٤٢ ج١ ص ٦٠٥).

امام سوید بن سعید فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک اور دیگر جید محدثین کرام سے سنا۔۔۔ اور نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس تحقیق کے بعد امام مالک پر ختنین کے توقف کا قول مرجوح ثابت ہوتا ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کی طرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفضیل کے درمیان توقف کا قول تحقیق کے مطابق راجح نہیں ہے؛ کیونکہ خود امام مالک بن انس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی افضلیت وتقدم حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ثابت ہے۔

دفعہ (۲۴) اگر کوئی کہے کہ تنزل ایک اصطلاح تصوف ہے، میں کہوں گا کہ حضور پاک سے بڑھ کر کون سا صوفی ہے؟ اور ہمارے واسطے بمقابلہ حضور پُرنور کون سے تصوف کا اتباع لازم ہے؟۔

اقول:... خدا سمجھے اُس عیار بدنہاد سے جس نے بیٹھے بٹھائے ایک سیّد زادہ پاک نزاد کو اُلٹی صلاح دی، کہ آپ منصفی بریلی کی وکالت اور آنولہ کی مختاری چھوڑ کر معارک علمیہ میں دخل دیجئے۔ اب یہاں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ حضرات صوفیہ کرام اسرار ہم نے صوفیت کی اصطلاح میں مرتبۂ تکمیل کا نام تنزل رکھا ہے، حضرت غوث پاک رحمہ اللہ تعالیٰ۔۔۔۔۔۔۔۔ اصطلاح کو باطل ٹھہراتے ہیں۔ پھر حضور پاک ﷺ سے بڑھ کر کون سا صوفی ہے کہ حضور ﷺ کے۔۔۔۔ حالانکہ یہ دعوے یوں سنے گئے تھے کہ لامشاحۃ فی الاصلاح اور عدم ذکر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پھر حضور پاک ﷺ پر محض افتراء عبارت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ قانون میں ان کی منسوخی آگئی ہوگی۔ کاش اگر حضور پاک ﷺ

[مسودہ کتاب صفحہ ۱۰]

اتنا بھی فرماتے کہ اصطلاح میں اس مرتبہ کا نام ترقی ہے، تو خیر آپ کے خبط کو کچھ گنجائش ہوتی، وہ بھی آپ ہی کہ ہم مذاقوں میں، ورنہ عقلا تو جانتے ہیں کہ ایک تسمیہ دوسرے کا نافی نہ ایک اصطلاح دیگر کی منافی، سو یہاں تو وہ بھی بخیر ہے۔

حضور پاک ﷺ نے تمہاری عبارتِ منقولہ کے طور پر صرف اس قدر ارشاد فرمایا کہ چھوتھا شخص وہ ہے جسے حق - جل جلالہ وعلا- اپنی طرف ترقی بخشے، تاکہ اس سے تکمیل بندگان کرائے۔ اس سے اتنا مفہوم ہوا کہ تکمیل ترقی بر متفرع نہ کہ نفس تکمیل میں۔ بہ ترقی ہے یا اسے تنزل کہنا صحیح نہیں، اور لطف یہ کہ خود بھی عبارت قدسی کا یہی مطلب تسلیم کیا ہے حیث قال اس عبارت پاک سے بلا منازعت ومخاوعت کے بالضرور ثابت ہے کہ مکملیت فرع ہے حصول کاملیت کی ہوتی ہے۔ وکیل صاحب خود نہ

آتا تھا تو کسی بیرسٹر سے پوچھ دیکھتے کہ مفرع مفرع علیہ میں کتنا فرق ہے؟ خدا کی شان یہ مبلغ علم اور اکابر اولیاء پر منہ آنے کو تیار۔

پچیسواں افتراء:

دفعہ (۲۵) أوّل من صلی[۷۶]، حسب تخریجات امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ قریب قریب متواتر کے ہے۔

اقول:

یہ تخاریج جتنے ہیں یا خصائص نسائی؟ جناب نے کہیں دیکھی یا کسی امام محدث نے ایسا ارشاد فرمایا، اس بارہ میں کوئی تازہ سرکلر آیا کہ حدیث مذکور کی امام نسائی نے اس قدر تخریجیں کیں جن سے قریب تواتر پہنچی[۷۷]۔ جلد اپنا دعویٰ ثابت فرمائیں، ورنہ عدم

---

(۷۶) زیر دستخط مولوی غلام شبیر صاحب۔

(۷۷) جبکہ تحقیق کے مطابق امام نسائی نے اس روایت کی صرف ۴ اسناد پیش کی ہیں۔

(السنن الکبری، ر:۸۰۸۱، ۸۳۳۶، ۸۳۳۲، ۸۳۳۳، ۷/۴۰۷)

امام نسائی نے جو روایت بیان کیں اس سلسلہ میں علامہ محمد نعیم حیات صاحب کی کتاب صدیق اکبر کون؟ سے تحقیق ملخصاً پیش خدمت ہے۔

۱-أخبرنا مُحَمَد بن الْمثنى قَالَ حَدثنَا مُحَمَد بن جَعْفَر قَالَ حَدثنَا شُعْبَة عَن عَمْرو بن مرَة عَن أبي حَمْزَة عَن زيد بن أَرقم قَالَ أول من أسلم مَعَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم عَليّ بن أبي طَالب۔

۲-أخبرنا عبد الله بن سعيد قَالَ حَدثنَا ابن إِدْرِيس قَالَ سَمِعت شُعْبَة عَن عَمْرو بن مرَة عَن أبي حَمْزَة عَن زيد بن أَرقم قَالَ أول من أسلم عَليّ۔

۳-أخبر نا إسمَاعِيل بن مَسْعُود عَن خَالِد وَهُوَ ابْن الْحَارِث قَالَ حَدثنَا شُعْبَة عَن عَمْرو بن مرّة قَالَ سَمِعت أَبَا حَمْزَة مولى الْأَنْصَار قَالَ سَمِعت زيد بن أَرقم يَقُول أول من صلى مَعَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم عَليّ وَقَالَ فِي مَوضِع آخر أسلم عَليّ۔

[النسائي، خصائص علي، صفحة ۲۳۲]

جواب:

اس روایت کا مرکزی راوی ابو حمزۃ طلحۃ بن یزید الایلی مجہول راوی ہے۔ اسی وجہ سے مسند احمد بن حنبل کے محقق شعیب الارناووط نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا کہ:

إسناده ضعيف، سلف الكلام على أبي حمزة مولى الأنصار -واسمه طلحة بن يزيد- عند الحديث رقم (۱۹۲۶۸). [مسند احمد بن حنبل ط الرسالة رقم الرواية ۱۹۲۸۱]

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے امام نسائی کے حوالے سے ثقہ کہا۔

طلحة ابن يزيد الأيلي بفتح الهمزة وسكون الياء أبو حمزة مولى الأنصار نزل الكوفة وثقه النسائي من الثالثة خ ٤۔ [ابن حجر العسقلاني، تقريب التهذيب، رقم ۳۰۳۸ صفحة ۲۸۳]

لیکن یہ امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ سے تسامح ہوا ہے کیونکہ امام مزی علیہ الرحمہ نے تہذیب الکمال میں اس راوی کے ترجمہ میں امام نسائی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا کہ یہ راوی ثقہ ہے لیکن امام نسائی علیہ الرحمہ نے اس راوی کی توثیق کسی جگہ بھی نہیں کی لہذا یہ راوی مجہول ہے اسی وجہ سے امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ کی توثیق کا رد کرتے ہوئے محقق شعیب الارناووط لکھتا ہے:

إسناده ضعيف، طلحة مولى قَرَظة -وهو ابن يزيد أبو حمزة- لم يرو عنه غير عمرو بن مرة، ولم يثبت توثيقه عمن يعتذ به، وقول الحافظ ابن حجر في "تهذيبه" و"تقريبه" وثقه النسائي، يغلب على الظن أنه وهم منه ليس له سلف فيه، وقد رجعنا إلى كلام النسائي بإثر الحديث الذي نقله الحافظ وأورد فيه التوثيق عنه، فلم نجده فيه، وأما الحافظ المزي فقد أورد كلام النسائي دون توثيقه، وأما رواية البخاري عنه في "صحيحه" (۳۷۸۷) و (۳۷۸۸) فهي في فضائل الأنصار وفيها ما يدل على أن البخاري لم يحتجَ به؛ فقد جاء في هذه الرواية

متابعة عبد الرحمن بن أبي ليلى له، ففي آخر الحديث: "قال عمرو: فذكرته لابن أبي ليلى، قال: قد زعم ذاك زيذ". [مسند احمد بن حنبل ط الرسالة رقم الرواية ۱۹۲٦۸]

لہٰذا مذکورہ روایت کی سند میں مجہول راوی ہے جس سے سوائے عمرو بن مرہ کے کسی نے روایت نہیں لی اور امام ابن حبان کے سوا کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔

نیز امام شعبہ رحمہ اللہ کی سند سے ہی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اول اسلم لانے کے بارے میں روایت منقول ہے جس کو ہم ان شاء اللہ آگے پیش کریں گے سب سے پہلے ایمان لانے والے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اس پہ کافی تعداد میں صحیح روایات موجود ہیں ان میں چند ایک یہ ہیں:

روایت نمبر ۱: امام بخاری روایت بیان کرتے ہیں۔

حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ، عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ عَائِذِ اللَّهِ أَبِي إِدْرِيسَ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ آخِذًا بِطَرَفِ ثَوْبِهِ حَتَّى أَبْدَى عَنْ رُكْبَتِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَمَّا صَاحِبُكُمْ فَقَدْ غَامَرَ» فَسَلَّمَ وَقَالَ: إِنِّي كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ ابْنِ الخَطَّابِ شَيْءٌ، فَأَسْرَعْتُ إِلَيْهِ ثُمَّ نَدِمْتُ، فَسَأَلْتُهُ أَنْ يَغْفِرَ لِي فَأَبَى عَلَيَّ، فَأَقْبَلْتُ إِلَيْكَ، فَقَالَ: «يَغْفِرُ اللَّهُ لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ» ثَلاَثًا، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ نَدِمَ، فَأَتَى مَنْزِلَ أَبِي بَكْرٍ، فَسَأَلَ: أَثَّمَ أَبُو بَكْرٍ؟ فَقَالُوا: لاَ، فَأَتَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ، فَجَعَلَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَعَّرُ، حَتَّى أَشْفَقَ أَبُو بَكْرٍ، فَجَثَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَاللَّهِ أَنَا كُنْتُ أَظْلَمَ، مَرَّتَيْنِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللَّهَ بَعَثَنِي إِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقَ، وَوَاسَانِي بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوا لِي صَاحِبِي» مَرَّتَيْنِ، فَمَا أُوذِيَ بَعْدَهَا

ترجمہ: سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے کا کنارہ پکڑے ہوئے، گھٹنا ظاہر کئے ہوئے آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حالت دیکھ کر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے تمہارے دوست کسی سے لڑ کر آئے ہیں۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر سلام کیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے اور

عمر بن خطاب کے درمیان کچھ تکرار ہو گئی تھی اور اس سلسلے میں، میں نے جلدی میں ان کو سخت لفظ کہہ دیئے لیکن بعد میں مجھے سخت ندامت ہوئی تو میں نے ان سے معافی چاہی، اب وہ مجھے معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اسی لیے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا کہ اے ابو بکر! تمہیں اللہ معاف کرے۔ تین مرتبہ آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ندامت ہوئی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور پوچھا کیا ابو بکر گھر پر موجود ہیں؟ معلوم ہوا کہ نہیں تو آپ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلمکی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے سلام کیا۔ نبی کریمصلی اللہ علیہ وسلمکا چہرہ مبارک غصہ سے بدل گیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ ڈر گئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ! اللہ کی قسم زیادتی میری ہی طرف سے تھی۔ دو مرتبہ یہ جملہ کہا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا کہ اللہ نے مجھے تمہاریطرف نبی بنا کر بھیجا تھا۔ اور تم لوگوں نے مجھ سے کہا تھا کہ تم جھوٹ بولتے ہو لیکن ابو بکر نے کہا تھا کہ آپ سچے ہیں اور اپنی جان و مال کے ذریعہ انہوں نے میری مدد کی تھی تو کیا تم لوگ میرے دوست کو ستانا چھوڑتے ہو یا نہیں؟ آپ نے دو دفعہ یہی فرمایا: آپ کے یہ فرمانے کے بعد پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کسی نے نہیں ستایا۔ [البخاري, صحيح البخاري, ٥/٥رقم٣٦٦١]

روایت نمبر ۲ :امام بخاری روایت بیان کرتے ہیں۔

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ حَمَّادٍ الآمُلِيُّ، قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُجَالِدٍ، عَنْ بَيَانٍ، عَنْ وَبَرَةَ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ الحَارِثِ، قَالَ: قَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا مَعَهُ إِلَّا خَمْسَةُ أَعْبُدٍ وَامْرَأَتَانِ، وَأَبُو بَكْرٍ»

ترجمہ: ہمام النخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہصلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھا ہے جب آپصلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (اسلام لانے والوں میں صرف) پانچغلام، دو عورتوں اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہم کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ [البخاري, صحيح البخاري, ٥/٤٦رقم٣٨٥٧]

روایت نمبر ۳ :امام مسلم روایت بیان کرتے ہیں۔

حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَعْقِرِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا شَدَّادُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَبُو عَمَّارٍ، وَيَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ عِكْرِمَةُ وَلَقِيَ شَدَّادُ أَبَا أُمَامَةَ، وَوَاثِلَةَ، وَصَحِبَ أَنَسًا إِلَى الشَّامِ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ فَضْلًا وَخَيْرًا، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: قَالَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ السُّلَمِيُّ كُنْتُ وَأَنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَظُنُّ أَنَّ النَّاسَ عَلَى ضَلَالَةٍ، وَأَنَّهُمْ لَيْسُوا عَلَى شَيْءٍ وَهُمْ يَعْبُدُونَ الْأَوْثَانَ، فَسَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ يُخْبِرُ أَخْبَارًا، فَقَعَدْتُ عَلَى رَاحِلَتِي فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَخْفِيًا جُرَآءُ عَلَيْهِ قَوْمُهُ، فَتَلَطَّفْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَيْهِ بِمَكَّةَ، فَقُلْتُ لَهُ: مَا أَنْتَ، قَالَ "أَنَا نَبِيٌّ"، فَقُلْتُ: وَمَا نَبِيٌّ؟ قَالَ "أَرْسَلَنِي اللهُ"، فَقُلْتُ وَبِأَيِّ شَيْءٍ أَرْسَلَكَ؟ قَالَ أَرْسَلَنِي بِصِلَةِ الْأَرْحَامِ، وَكَسْرِ الْأَوْثَانِ، وَأَنْ يُوَحَّدَ اللهُ لَا يُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ"، قُلْتُ لَهُ: فَمَنْ مَعَكَ عَلَى هَذَا؟ قَالَ "حُرٌّ وَعَبْدٌ"، قَالَ: "وَمَعَهُ يَوْمَئِذٍ أَبُو بَكْرٍ، وَبِلَالٌ مِمَّنْ آمَنَ بِهِ" ....الخ

[صحیح مسلم / کتاب فَضَائِلِ الْقُرْآنِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ / حدیث ۱۹۳۰]

ترجمہ: حضرت ابو امامہ الباھلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے جو قبیلہ بنی سلم سے ہیں انہوں نے کہا کہ میں جاہلیت میں یقین کرتا تھا کہ لوگ گمراہی میں ہیں اور کسی راہ پر نہیں۔ اور وہ لوگ سب بتوں کو پوجتے تھے غرض انہوں نے کہا کہمیں نے خبر سنی ایک شخص کی کہ مکہ میں ہے اور وہ بہت سی خبریں دیتا ہے اور میں اپنی سواری پر بیٹھا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمان دنوں چھپے ہوئے تھے اور ان کی قومان کے اوپر غالب اور مسلط تھی۔ پھر میں نے نرمی کیا اور میں مکہ میں داخل ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلمسے عرض کیا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا: "میں نبی ہوں۔" میں نے عرض کیا نبی کسے کہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا: "مجھے اللہ نے پیغام دے کر بھیجا ہے۔" میں نے کہا: آپ کو کیا پیغام دے کر بھیجا گیا ہے؟ آپصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے پیغام دیا ہے، ناتے داروں سے نیکی کرنے کا اور بتوں کے توڑنے کا اور اکیلے اللہ کی عبادت کرنے کا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے کا۔" میں نے آپصلی اللہ علیہ وسلمسے پھر عرض کیا کہ آپ کے ساتھ کون اس دین پر؟ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: ”آزاد اور غلام۔“ راوی نے کہا اور ان دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو بکر اور بلال رضی اللہ عنہما تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکے تھے۔

روایت نمبر ۴: امام ترمذی روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الأَشَجُّ، حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ "أَلَسْتُ أَحَقَّ النَّاسِ بِهَا، أَلَسْتُ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ، أَلَسْتُ صَاحِبَ كَذَا". قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا غَرِيبٌ، وَرَوَى بَعْضُهُمْ عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَهَذَا أَصَحُّ. [سنن الترمذي ٦/٥٢ رقم ٣٦٦٧]

ترجمہ: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں وہ شخص نہیں ہوں جو سب سے پہلے اسلام لایا؟ کیا میں ایسی ایسی خوبیوں کا مالک نہیں ہوں؟

پھر اس کے فورا بعد امام ترمذی ایک اور سند ذکر کی جس کو اصح قرار دیا چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا بِذَلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَهَذَا أَصَحُّ.

ترجمہ: ہم سے اسے محمد بن بشار نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عبد الرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا اور عبد الرحمٰن بن مہدی نے شعبہ سے اور شعبہ نے جریری کے واسطہ سے ابو نضرہ سے روایت کی، وہ کہتے ہیں: ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر انہوں نے اسی مفہوم کے ساتھ اسی جیسی روایت ذکر کی لیکن اس میں ابو سعید خدری کا واسطہ ذکر نہیں کیا اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس روایت کی سند صحیح ہے رواۃ کی توثیق درج ذیل ہے:

۱- اس روایت کے پہلے راوی محمد بن بشار ہیں یہ ثقہ راوی ہیں چنانچہ امام عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُحَمَّدُ بنُ بشار بنْدَار بَصرِي ثِقَة كثير الحَدِيث۔ [الثقات للعجلي، ۲/۲۳۲ رقم ۱۵۷۳]

امام ابن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نا عبد الرحمن قال سئل ابی عنه فقال صدوق.

[الجرح والتعديل لابن أبي حاتم، ٧/٢١٤]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

محمد بن بشار [ع] البصري الحافظ، بندار. ثقة صدوق.

[میزان الاعتدال، ۳/٤٩٠ رقم ۷۳٦۹]

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

محمد ابن بشار ابن عثمان العبدي البصري أبو بكر بندار ثقة۔

[تقريب التهذيب، صفحة ٤٦٩ رقم ٥٧٥٤]

۲-دوسرے راوی امام عبد الرحمن بن مہدی ہیں یہ خود بہت بڑے ناقد اور جرح وتعدیل کے امام تھے۔ چنانچہ ان کے بارے میں امام ابن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

و من العلماء الجهابذة النقاد من أهل البصرة من الطبقة الثانية عبد الرحمن بن مهدي رحمه الله۔ [الجرح و التعديل لابن أبي حاتم، ۱/۲٥۱]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الإِمَامُ، النَّاقِدُ، المُجَوِّدُ، سَيِّدُ الحُفَّاظِ۔ [سير أعلام النبلاء ط الرسالة, ۹/-۱۹۲، ۱۹۳]

پھر فرماتے ہیں: وَكَانَ إِمَاماً، حُجَّةً، قُدوَةً فِي العِلْمِ وَالعَمَلِ.

[سير أعلام النبلاء ط الرسالة, ۹/۱۹٤]

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عبد الرحمن ابن مهدي ابن حسان العنبري مولاهم أبو سعيد البصري ثقة ثبت حافظ عارف بالرجال و الحديث قال ابن المديني ما رأيت أعلم منه من التاسعة مات سنة ثمان و تسعين [ومائة] وهو ابن ثلاث و سبعين سنة ع۔ [تقريب التهذيب، صفحة ۳٥۱ رقم ٤۰۱۸]

۳-تیسرے راوی امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہ بن الحجاج رحمہ اللہ ہیں جن کی ثقاہت مسلم ہے۔

امام ابن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حدثنا عبد الرحمن نا أبي نا أبو بكر بن أبي الأسود نا عبد الرحمن ابن مهدي قال كان سفيان يقول: شعبة أمير المؤمنين في الحديث۔ [الجرح و التعديل لابن أبي حاتم، ۱/۱۲٦]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شُعْبَةُ (ع) ابْنُ الْحَجَّاجِ بْنِ الْوَرْدِ، الْإِمَامُ الْحَافِظُ، أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْحَدِيْثِ أَبُو بِسْطَامَ الْأَزْدِيُّ الْعَتَكِيُّ، مَوْلَاهُمْ الْوَاسِطِيُّ، عَالِمُ أَهْلِ الْبَصْرَةِ وَشَيْخُهَا، سَكَنَ الْبَصْرَةَ مِنَ الصِّغَرِ، وَرَأَى الْحَسَنَ، وَأَخَذَ عَنْهُ مَسَائِلَ. [سير أعلام النبلاء ط الرسالة، ۷/۲۰۳]

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شعبة ابن الحجاج ابن الورد العتكي مولاهم أبو بسطام الواسطي ثم البصري ثقة حافظ متقن كان الثوري يقول هو أمير المؤمنين في الحديث وهو أول من فتش بالعراق عن الرجال وذب عن السنة وكان عابدا من السابعة۔ [تقريب التهذيب، صفحة ۲٦٦ رقم ۲۷۹۰]

۴- چوتھے راوی سعید بن ایاس الجریری بھی ثقہ راوی ہیں چنانچہ امام ابن ابی حاتم الرازی فرماتے ہیں:

سمعت أبي يقول سعيد الجريري تغير حفظه قبل موته فمن كتب عنه [قديما -] فهو صالح وهو حسن الحديث. [الجرح والتعديل لابن أبي حاتم، ٤/٢]

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مستقيم الحديث وحديثه حجة من سمع منه قبل الاختلاط۔

[الكامل في ضعفاء الرجال، ٤/٤٤٥]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْجُرَيْرِيُّ أَبُو مَسْعُوْدٍ سَعِيْدُ بْنُ إِيَاسٍ * (ع) الإِمَامُ، المُحَدِّثُ، الثِّقَةُ، أَبُو مَسْعُوْدٍ سَعِيْدُ بْنُ إِيَاسٍ الجُرَيْرِيُّ، البَصْرِيُّ، مِنْ كِبَارِ العُلَمَاءِ. [سير أعلام النبلاء ط الرسالة، ٦/١٥٣ رقم ٦٨]

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سعيد ابن إياس الجريري بضم الجيم أبو مسعود البصري ثقة من الخامسة اختلط قبل موته بثلاث سنين۔ [ابن حجر العسقلاني، تقريب التهذيب، صفحة ۲۳۳]

اب رہا یہ مسئلہ کہ یہ روایت اختلاط سے پہلے کی ہے یا بعد کی۔ تو عرض یہ ہے کہ اس روایت میں امام شعبہ رحمہ اللہ نے اس سے روایت لی ہے اور امام شعبہ رحمہ اللہ کا ان سے سماع قدیم ہے چنانچہ امام عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سعيد بن إياس الجريري بصرى ثقة واختلط بأخرة روى عنه في الاختلاط يزيد بن هارون وابن المبارك وابن أبي عدي كلما روى عنه مثل هؤلاء الصغار فهو يختلط إنما الصحيح عنه حماد بن سلمة وإسماعيل بن علية وعبد الأعلى أصحهم سماعا سمع منه قبل أن يختلط بثماني سنين وسفيان الثوري وشعبة صحيح۔ [الثقات للعجلي ط الدار، ۱/۳۹۴ رقم ۵۷۶]

ثابت ہوا کہ یہ روایت اختلاط سے پہلے کی ہے لہذا اختلاط کا شبہ رفع ہو گیا۔

۵-پانچویں راوی ابی نضرۃ ہیں یہ بھی ثقہ راوی ہیں چنانچہ امام عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

امام عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

المنذر بن مالك أبو نضرة العبدي بصرى ثقة۔ [الثقات للعجلي ط الدار، ۲/۲۹۸ رقم ۱۷۹۰]

امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ نے بھی اسے ثقہ قرار دیا:

فقال: بصرى ثقة. [الجرح والتعديل لابن أبي حاتم، ۸/۲٤۱]

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولأبي نضرة العبدي حديث صالح، عن أبي سعيد الخدري وعن جابر بن عبد الله وغيرهما، وإذا حدث عنه ثقة فهو مستقيم الحديث ولم أر له شيئا من الأحاديث المنكرة لأني لم أجد له إذا روى عنه ثقة حديثا منكرا فلذلك لم أذكر له شيئا۔ [الكامل في ضعفاء الرجال، ۸/۹۳]

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مشهور بكنيته ثقة من الثالثة۔ [تقريب التهذيب، صفحة ٥٤٦ رقم ٦٨٩٠]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أبو نضرة العبدي المنذر بن مالك بن قطعة (م، ٤) الإمام، المحدث، الثقة، أبو نضرة العبدي، [سير أعلام النبلاء ط الرسالة، ٤/٥٢٩ رقم ٢١٤]

مذکورہ تحقیق سے ثابت ہوا کہ اس روایت کے تمام رواۃ ثقہ ہیں اور اس روایت سے واضح طور پہ ثابت ہوا کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لانے ہیں۔

روایت نمبر ۵ :

امام آجری رحمہ اللہ اپنی سند سے روایت لاتے ہیں:

وحدثنا أبو بكر عبد الله بن محمد الواسطي قال حدثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل حدثني أبي قال حدثنا يحيى بن أبي بكير قال حدثنا زائدة, عن عاصم, عن زر, عن عبد الله يعني ابن مسعود قال "أول من أظهر إسلامه سبعة رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبو بكر, وعمار, وأمه سمية, وصهيب, والمقداد, وبلال رضي الله عنهم"

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ لوگ جن کا اسلام سب سے پہلے ظاہر ہوا وہ سات ہیں رسول اللہ ﷺ، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ۔ [الشریعة للآجری رقم الروایة ۱۲۵۶]

﴿سند کی تحقیق﴾

اس روایت کی سند حسن ہے۔

۱- پہلے راوی عبد اللہ بن محمد واسطی ثقہ ہیں چنانچہ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وكان ثقة. [الخطيب البغدادي, تاريخ بغدادت بشار, ۳۱۵/۱۱ رقم ۵۱۷۷]

۲-دوسرے راوی امام احمد بن حنبل کے بیٹے ہیں یہ ثقہ ہیں ان کے بارے میں امام ابن ابی حاتم الرازی فرماتے ہیں: وكان صدوقا ثقة. [الجرح والتعديل لابن أبي حاتم, ۷/۵ رقم ۳۲]

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عبد الله بن أحمد بن حنبل أبو عبد الرحمن. نبل بأبيه. [لكامل في ضعفاء الرجال، ۱/۲۳٤]

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وكان ثقة ثبتا فهمًا.

[تاريخ بغدادت بشار، ۱۲/۱۱ رقم ٤٩٠٤]

۳- تیسرے راوی خود امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ہیں جن کی ثقاہت وعدالت مسلم ہے۔

۴- چوتھے راوی یحیی بن بکیر ہیں یہ بھی ثقہ راوی ہیں؛ چنانچہ امام ابن ابی حاتم الرازی فرماتے ہیں:

نا عبد الرحمن قال سألت ابی عن يحيى بن أبي بكير فقال: صدوق

[الجرح والتعديل لابن أبي حاتم, ۱۳۲/۹]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يحيى بن أبي بكير العبدي قاضي كرمان عن شعبة و فضيل بن مرزوق و عنه محمد بن المثنى والحارث بن أبي أسامة ثقة مات ٢٠٨ ع۔ [الكاشف، ٢/٣٦٢ رقم ٦١٤٢]

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يحيى ابن أبي بكير واسمه نسر بفتح النون وسكون المهملة الكرماني كوفي الأصل نزل بغداد ثقة۔ [تقريب التهذيب، صفحة ٥٨٨ رقم ٧٥١٦]

۵-پانچویں راوی زائدۃ بن قدامۃ ہیں۔ امام ابن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

زائدة بن قدامة ثقة صاحب سنة۔ [الجرح والتعديل لابن أبي حاتم، ٣/٦١٣]

امام ذہبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

زَائِدَةُ بنُ قُدَامَةَ أَبُو الصَّلْتِ الثَّقَفِيُّ* (ع) الإِمَامُ، الثَّبْتُ، الحَافِظُ، أَبُو الصَّلْتِ الثَّقَفِيُّ، الكُوْفِيُّ۔ [سير أعلام النبلاء ط الرسالة، ٧/٣٧٥ رقم ١٣٩]

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

زائدة ابن قدامة الثقفي أبو الصلت الكوفي ثقة ثبت صاحب سنة۔

[تقريب التهذيب ص، ٢١٣ رقم ١٩٨٢]

۶-چھٹے راوی عاصم بن ابی النجود ہیں یہ صدوق راوی ہیں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَأَلته عَن عَاصِم بن بَهْدَلَة فَقَالَ ثِقَة رجل صَالح خير ثِقَة وَالْأَعْمَش أحفظ مِنْهُ

[العلل ومعرفة الرجال لأحمد رواية ابنه عبد الله، ١/٤٢٠ رقم ٩١٨]

امام ابوزرعہ رحمہ اللہ نے انہیں ثقہ قرار دیا چنانچہ امام ابن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نا عبد الرحمن قال سألت أبا زرعة عن عاصم بن بهدلة فقال ثقة

[الجرح والتعديل لابن أبي حاتم، ٦/٣٤١]

عَاصِمُ بنُ أَبِي النَّجُوْدِ الأَسَدِيُّ مَوْلاَهُم (٤، خَ، م مَقْرُوْناً) الإِمَامُ الكَبِيْرُ، مُقْرِئُ العَصْرِ، أَبُو بَكْرٍ الأَسَدِيُّ مَوْلاَهُم، الكُوْفِيُّ.

پھر امام ذہبی رحمہ اللہ ان پہ کی گئی جروحات کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

پیروی میں خارج ہو کر امام نسائی پر افتراء کرنے کا الزام آپ پر قائم ہو گا۔

چھبیسواں افتراء:

دفعہ (۲۶) عبارت متن (یعنی مواقف) سے ثابت ہے کہ لفظ افضل سب پر بغیر کسی کمی یا زیادتی کے صادق ہے، کچھ کمی و زیادتی مراتب نہیں، بلکہ چاروں افضل ہیں مع التراخی إلی قوله.

قُلتُ: كَانَ عَاصِمٌ ثَبْتاً فِي القِرَاءةِ، صَدُوْقاً فِي الحَدِيْثِ. وَقَدْ وَثَّقَهُ: أَبُو زُرْعَةَ، وَجَمَاعَةٌ. وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ: مَحَلُّهُ الصِّدْقُ. [سير أعلام النبلاء ط الرسالة، ۵/۲۶۰ رقم ۱۱۹]

نیز اپنی دوسری کتاب میں فرماتے ہیں: صدوق۔ [من تكلم فيه وهو موثق صفحة ۱۰۴ رقم ۱۷۱]

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس راوی کو ان متکلم فیہ راوی میں شمار کیا جن کی روایت حسن درجے سے کم نہیں [سوائے استثناء] جیسا کہ اس کتاب کے مقدمہ میں انہوں نے وضاحت فرمائی:

فهذا فصل نافع في معرفة ثقات الرواة الذين تكلم فيهم بعض الأئمة بما لا يرد أخبارهم وفيهم بعض اللين وغيرهم أتقن منهم وأحفظ فهؤلاء حديثهم إن لم يكن في أعلى مراتب الصحيح فلا ينزل عن رتبة الحسن۔ [الذهبي، شمس الدين، من تكلم فيه وهو موثق أمرير، صفحة ۲۷]

لہذا مذکورہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ راوی حسن الحدیث ہے۔

۷۔ساتویں راوی زر بن حبیش الاسدی ہے یہ ثقہ راوی ہیں چنانچہ امام عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

زر بن حُبَيْش من أَصْحَاب عبد الله وعَلى ثِقَة۔ [الثقات للعجلي ط الدار، ۱/۳۷۰ رقم ۴۹۷]

امام ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَكَانَ ثِقَةً كَثِيرَ الْحَدِيثِ۔ [الطبقات الكبرى ط دار صادر، ۶/۱۰۵]

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الكوفي أبو مريم ثقة جليل مخضرم۔ [تقريب التهذيب، صفحة ۲۱۵ رقم ۲۰۰۸]

مذکورہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ اس روایت کی سند حسن ہے۔

اقول:

یقین مانو اگر کوئی غیر سیّد اس گمنام سیاہ نامہ کا مصنف ہوتا، تو اُس کے گلے سے پٹا کھول کر کسی ہری ہری جنگل میں چھوڑ آنا تھا، کہ کچھ دن یہاں چرو جو مذاق عقل ٹھکانے آئے۔

غضب خدا کا مصنّف نے اوّل سے جو بحث چھیڑی ہے کہ سیّد عالم ﷺ کے بعد افضل الناس کون ہے؟ اور کس کا مرتبہ سب سے زیادہ۔ تو اخیر تک اسی میں کلام فرمایا بیان مذہب میں کہا ہم سنی، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ سب سے زیادہ جانتے ہیں اور رافضی مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا۔ اب وکیل صاحب کی عیاری ملاحظہ ہو کیا بے تکا ۔۔فرمادیا کہ مصنف کے نزدیک چاروں خلیفہ میں باہم کمی بیشی نہیں، اور یہاں افعل التفضیل باضافت یا بمن کہنا کہ خلاف سلف صالح ہے۔ خیر اگرچہ مطالعہ قانون سے فرصت ہو تو ذرا "موقف" کی شروع کی عبارت ہی پر نظر فرمالیجئے۔ لکھتے ہیں:

"المقصد الخامس فی أفضل الناس بعد رسول اللہ ﷺ هو عندنا، وأكثر قدماء المعتزلة أبوبكر، وعند الشيعة وأكثر متأخري المعتزلة علی"[۷۸]

کہیے یہاں مرتبہ کا تفاوت اور افضل باضافت تو نہیں اور اسی طرح یہاں سے آخر مقصد تک پڑھتے جائیے، اور امر تنقیح طلب کو پیش نظر کہہ کر وجوہ و نظائر ملاحظہ۔۔۔۔ ۔۔۔۔ تو کتنے محکموں میں آپ کا دعویٰ ڈِس مِس ہوتا ہے۔ افسوس جن بزرگوار کے۔۔ ۔۔ میں میں چھپی ظاہراً انہیں بھی جانب تفضیل میل ہے کہ آپ وکیل ہو کر بھولے۔ تھا کہ خبر دار مذہب تفضیل کے خلاف جس قدر عبارتیں کتاب میں ہوں[۷۹]

---

(۷۸) "کتاب المواقف" ۶۲۲/۳.

(۷۹) محقق شریف جرجانی علیہ الرحمہ کا قول مسئلۂ افضلیت پر یہ ہے کہ:

۔۔۔۔میں توہین مذہب کی تم پر نالش دائر ہو گی مگر مشکل تو یہ تھی کہ اولاد۔۔۔۔۔

[مسودہ کتاب صفحہ ۱۱]

خیانت مجرمانہ کی نالش داغ دیتے۔

ستائیسواں افتراء:

دفعہ (۲۷) حضرت مولیٰ-کرم اللہ وجہہ الکریم-سے اجراے سلاسل ولایت کی نسبت لکھا" سنابل شریف" میں بالصراحۃ تحریر ہے کہ یہ کوئی وجۂ فضیلت نہیں۔

"وثبوت الإمامة، وإن كان قطعياً لا يفيد القطع بالأفضلية، بل غايته الظن، كيف ولا قطع بأن إمامة المفضول لا تصحّ مع وجود الفاضل، لكنا وجدنا السلف قالوا: بأنَ الأفضل أبو بكر، ثمّ عمر، ثمّ عثمان، ثمّ علي۔ (شرح المواقف ۸/۳۷۲).

اور امامت (خلافت) کا ثبوت اگرچہ قطعی ہے، مگر وہ افضلیت کے متعلق قطعیت کا فائدہ نہیں دیتا، بلکہ اس کا فائدہ ونتیجہ ظن ہے، کیسے؟ اس لیے کہ مفضول کی امامت فاضل کی موجودگی میں صحیح نہ ہونے پر کوئی قطعی دلیل نہیں ہے۔ لیکن ہم نے سلف کو یہ فرماتے ہوئے پایا کہ ابوبکر افضل ہیں، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان حضرات ائمہ کے ساتھ ہمارا حسنِ ظن یہ تقاضا کرتا ہے کہ اگر وہ انہیں اس کا اہل نہ جانتے تو ان پر افضلیت کا اطلاق نہ کرتے۔ پس ہمیں اس قول میں ان کی اتباع واجب ہے۔

اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ محقق جرجانی علیہ الرحمہ کے نزدیک مسئلۂ افضلیت میں ظن بالمعنی واجب ہے، اور ان کے نزدیک سلف کا عقیدہ ماننا حجت اور واجب ہے، اس لیے وہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی افضل مانتے ہیں۔ محقق جرجانی کے نزدیک ظنی دلیل کے بعد سلف صالحین کے قول کا اتباع کرنا واجب ہے، اور سلف صالحین کے قول کی اتباع اس مقام پر ایک قوی شاہد اور قرینہ بھی ہے۔ شروع میں یہ بحث بحوالہ کی گئی ہے کہ اصولیین کے نزدیک ظنی مسئلہ میں اگر قرائن یا شواہد ہوں تو وہ واجب ہوتی ہے، اور عقیدہ کے معاملہ میں واجب العلم ہے۔

اقول:

کرامات اولیاء حق، اس افترائے بین کا جواب خود حضرت غیاثنا و ملاذنا صاحب "سنابل شریف" -قدس اللہ سرہ العزیز- براہ کرامت پہلے ہی ارشاد فرما گئے ہیں کہ اسی کلام کے اخیر میں فرمایا:

"تابدائے کہ مفضلہ ازیں جنس بے ہودہ گیھا بسیار وارد"

سبحان اللہ سباق طائفہ مفضلہ تنقیص شان شیخین رضی اللہ عنہما کے لیے خمخانۂ ساقی ادب سے یوں شرب تند مذاق پیئیں کہ خلافت خلفاء ثلثہ میں معاذ اللہ نقصان تھا، جناب مرتضی سے اکمال ہوا، لہذا رجوع سلاسل انہیں کی طرف ہوئی، اس پر ایک ولی خدا علم الہدیٰ اور ان کا رد فرمائے کہ حاشا ایسا نہیں چاروں سرکاریں عین کمال ہیں، زنہار یہاں نقصان کو جگہ نہیں، اور جس طرح بہشت خلافت شریعت اس چارباغ بہار جلالت کے مہکتے پھولوں سی علی الترتیب پر بہار رہی ہیں۔ ہر ایک اس کا صالح تھا کہ انہار طریقت کا منبع ہو، سلاسل ولایت کا مرجع ہو۔ مگر بوجہ ادب خلافت نبوت یہ فضیلت خاتم الخلفاء سے ظاہر ہونی تھی، اور ختم خلافت شاہ ولایت پر ہوا۔ لہذا اس مبارک بیل نے جو چاروں سینوں میں ریشہ دواں تھی یہاں سے سر باہر نکالا۔ اور طیب شاخوں، طاہر ڈالیوں نے پھولنا پھلنا شروع کیا۔

اگر بالفرض خاتم الخلفاء انہیں فرماتے مرجع سلاسل بھی انہیں کو بتاتے، کہ اصل مادہ میں کہیں قصور نہ تھا، جیسا مفضلہ نے بیان کیا۔ یہ حاصل ہے کلام پاک "سنابل شریف" کہیے اس میں کہاں تصریح ہے کہ اجرائے سلاسل سرے سے فضیلت ہی نہیں پھر ڈر۔۔۔ تمہاری دیدہ سے کہ اکابر خاندان برکاتی پر بھی افتراء سے باز نہ آئے۔ اتنا تو دیکھا ہوتا کہ حضرت ممدوح -قدس سرہ الشریف- اسے ختم خلافت سے ناشی فرماتے ہیں، خلافت فی نفسہا فضل ہے، اور ختم خلافت دوسرا فضل، اور اس پر اجرائے

سلاسل کی دولت ملنا تیسرا فضل۔ کاش اگر دیر سے لحاظ کرتے تو کھل جاتا کہ یہاں مقصود کلام صرف اس قدر کہ اجرائے سلاسل کا حضرت مولیٰ سے ظہور خلفائے ثلاثہ میں قصور و فتور نہیں بتاتا۔ استغفر اللہ!، اسے نفی فضیلت سے کیا علاقہ مگر۔۔۔ہیات تم اول کلام کیوں کر دیکھتے کہ وہاں تو طائفہ شریفہ حضرات مفضلین کی بہت کچھ مدح و ستائش فرمائی ہے۔

اب ہم سے سنئے ارشاد فرماتے ہیں:

"رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فاما مفضلہ چون مے بیند کہ فضل شیخین از کتاب واز احادیث واز اجماع اصحاب واز اتفاق علمائے اُمت بنیاد مستحکم است عقائد فاسدہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ می پوشد و در ہر جا بہ باظہار آن نمی کوشد و ہر کجا کہ مجال تصرف می یابد تخریب قواعد مسلمانی یا فساد عقائد ایمانی بنیاد می نہد چناں کہ بالا گزشت گاہ می گوید وقتیکہ ابو بکر صدیق بر مسند خلافت نشست مرتضیٰ علی حاضر نبودہ گاہ می گوید۔ بواسطہ کبر سنی ایشاں است نہ بواسطہ فضائل ایشاں و گاہ بدیں بد لینمویث کہ بصحت نرسیدہ است تمسک می کند الخلافۃ من (۸۰) ۔۔۔

(۸۰) ترجمہ: مفضلہ گروہ جب دیکھتا ہے کہ عقیدہ تفضیل شیخین کتاب اللہ احادیث رسول اللہ ﷺ اور اجماع صحابہ میں اور علمائے امت کے اتفاق سے مستحکم بنیاد رکھتا ہے تو یہ گروہ اپنے فاسد عقائد کو چھپاتا ہے اور ہر جگہ اس کو ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کرتا مگر جس جگہ تصرف کا موقع اور گنجائش پاتا ہے تو مسلمانی قواعد اور ایمانی عقائد میں تخریب کی بنیاد رکھ دیتا ہے۔ جیسا کہ اوپر گزرا۔ کبھی کہتا ہے جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حاجر و موجود نہ تھے؛ کبھی کہتا ہے کہ حضرت ابو بکر کو خلیفہ بنایا جانا کبر سنی کی وجہ سے تھا فضائل کی بناء پر نہ تھا؛ کبھی یہ گروہ ان احادیث سے استدلال و تمسک کرتا ہے جو درجہ صحت کو نہیں

----------- آگے ساری عبارت سبع سنابل شریف کی ہے۔-----------

[مسودہ کتاب صفحہ ۱۲]۔

دیکھیے یہاں شیخین سے نفی قصور مقصود ہے، یا اجرائے سلاسل سے نفی فضیلت؟ مگر کیا کیجئے کہ مفضلہ ازیں جنس بے ہودہ گیا بسیار ادہاں اس میں شک نہیں کہ ہم اہلسنّت کے نزدیک یہ امر مدار افضلیت مطلقہ نہیں، نہ ہمارے علماء کے کلام میں اس کا پتا، پھر تخالف کہاں سے لازم آیا؟

﴿کیا جنگ صفین وجمل سے خلافت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پر فرق پڑا؟﴾

اٹھائیسواں افتراء:

دفعہ (۲۸) اب بالضرورۃ شاہ عبد العزیز دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی اور ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری کی طرح کہنا پڑے گا کہ: أنہ کان مرائبامراعیا مستتیرابدم عثمان إلی آخر ماقال الملاعلي قاري في "شرح الفقہ الأكبر".

اقول:

ولاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد! شاہ صاحب کی کسی تصنیف کا نام نہ لکھا کہ گونہ گنجائش رہے، مگر مگر غایت حیاسے "شرح فقہ اکبر" کی تعین کر دی۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْن.

کدھر ہیں وکیل وموکل؟ اور کہاں گئے شیعی و مفضل؟ کہہ دو، أجمعوشہ اکاءکم وانظروماوراءکم جارت الرجفۃ تتبعھا الردفۃ اف لمذاقکم وتعالا ختلاقکم یاھا المرون والمفترون المستترون. جلد اپنی فکر کرو، "شرح فقہ اکبر" میں اپنی عبارت پیش

پہنچتیں۔

کردہ دکھاؤ، یا اب بزور کشف و الہام کوئی نئی شرح ملا علی قاری گڑھو۔ ہیہات ہیہات وہ "شرح فقہ اکبر" جو آپ کے طائفہ بھر پر غضب الجبار یا سوط الحیدر کرار، اُس پر ایسا جیتا افتراء ذرا نگاہ روبرو یہی علی قاری اسی "شرح فقہ اکبر" میں کیسا عظیم پتھر جان رفاض پر ڈالتے ہیں کہ سارے خیالات حضرات کا کحل الجواہر ہوا جاتا ہے۔

قال رضی اللہ عنہ: "ما وقع من امتناع جماعۃ من الصحابۃ عن نصرۃ علی رضی اللہ عنہ والخروج معہ إلی المحاربۃ ومن محاربۃ طائفۃ منہم کما فی حرب الجمل وصفین، فلا یدلّ علی عدم صحبۃ خلافتہ، ولا علی تضلیل مخالفیہ فی ولایۃ، إذلم یکن ذلک عن نزاع فی حقیقۃ إمارتہ، بل کان عن خطأ فی اجتہادھم، والمخطیٔ فی الاجتہاد، لا یضلل ولا یفسق"[(۸۱)].

پھر شیخ الشیوخ شہاب الملت والدین -قدس سرہ العزیز- کے رسالہ "اعلام الہدی عقیدہ ارباب التقی" سے نقل فرماتے ہیں: ...

مما ظفر بہ الشیطان من ہذا الأمّۃ وختام العقائد منہ أو نس وسار فی الضمائر خبث ما ظہر من المشاجراۃ بینہم إلی آخر ما أفاد[(۸۲)].

---

(۸۱) آپ فرماتے ہیں کہ بعض صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد کرنے سے امتناع جو وارد ہوا ہے، اور آپ کے ساتھ جنگ کی طرف جانا اور ان میں سے ایک گروہ کے ساتھ لڑنا، جیسا کہ جمل و صفین کی لڑائی میں ہے۔ (یہ سب) حضرت علی کی خلافت صحیح نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا، اور نہ ہی آپ کے مخالفین کے گمراہ ہونے پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ یہ حقیقت میں سلطنت کی لڑائی نہیں تھی، بلکہ اجتہادی خطاء تھی، جو کہ نہ گمراہی ہے اور نہ فسق۔

(۸۲)۔"اگر تم میری نصیحت قبول کرو تو صحابہ کرام کے معاملے میں دخل دینے سے اجتناب کرو۔ ان میں سے ہر ایک ہستی سے برابر محبت کرو اور انہیں ایک دوسرے پر فضیلت دینے سے باز آجاؤ اگر کسی ایک کی فضیلت کا تمہارے دل پر غلبہ ہے تو اس کو اپنے دل کا راز بنالو اس کا اظہار تمہارے

پھر فرماتے ہیں :

"كان معاوية مخطأ إلّا أنّه فعلما فعل من تأويل فلم يصر به فاسقاً. پھر لا تسبو أحد منه أصحابي"(۸۳).

وغیرہ احادیث آثار کی نقل لاتے، اور بد گوئیاں صحابہ پر اقامت قیامت کبری فرماتے ہیں ، کیا کہا جائے اس بہادری کو کہ علی قاری اور یہ افتراء بہاری۔ ہائے حیا کی اُٹھتی جوانی ہائے ان انکھڑیوں کا ڈھلتا پانی۔

ولاحول ولا قوّة إلّا بالله العلى العظيم.

دفعہ (۲۹۔۳۰) آخر سیاہ نامہ میں علامہ سیّد شریف رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کا مطلب قرار دیا کہ تفضیل شیخین میں اتباع سلف کچھ ضرور رکھیں، یہاں تک کہ مخالف کو جاہل بھی نہیں کہہ سکتے، اور انہیں منکر اجماع ٹھہرانا کہ اگر اجماع ہوتا تو کبھی سیّد صاحب قطعیت تفضیل میں ایسے اُمور پیش کرتے ؟(۸۴)

لیے ضروری تو نہیں ہے اور یہ بھی لازمی نہیں ہے کہ تم ایک دوسرے کے مقابلے میں ان سے محبت زیادہ رکھو۔ بلکہ تمہارے لیے لازم ہے کہ تم سب سے محبت رکھو سب کی فضیلت و بزرگی کو تسلیم کرو۔ اور صحیح عقیدہ کے لیے اتنا کافی ہے کہ تم حضرت ابو بکر و عمر و عثمان و علی y کی خلافت کے درست ہونے کا اقرار کرو۔ ان کی خلافتوں کو بر حق تسلیم کرو۔" (اعلام الہدیٰ صفحہ ۵۳)

(۸۳) اعلام الہدی عقیدہ ارباب التقیص ۵۴ -

(۸۴) محقق شریف جرجانی کا قول مسئلہ افضلیت پر یہ ہے کہ:

وثبوت الإمامة وإن كان قطعيا لا يفيد القطع بالأفضلية بل غايته الظن كيف ولا قطع بان إمامة المفضول لا تصح مع وجود الفاضل. لكنا وجدنا السلف قالوا بأن الأفضل أبو بكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي.

ترجمہ: "اور امامت (خلافت) کا ثبوت اگرچہ قطعی ہے مگر وہ افضلیت کے متعلق قطعیت کا فائدہ نہیں دیتا بلکہ اس کا فائدہ و نتیجہ ظن ہے کیسے؟ اس لیے کہ مفضول کی امامت فاضل کی موجودگی

اقول: دونوں باتیں محض افتراء سیّد صاحب کی اسی عبارت میں جو حضرت نے نقل کی، اس کی صریح تکذیبیں موجود (دیکھو ایکٹ ۴، دفعہ ۵، ۴)(۸۵)

میں صحیح نہ ہونے پر کوئی قطعی دلیل نہیں ہے۔ لیکن ہم نے سلف کو یہ فرماتے ہوئے پایا کہ ابو بکر افضل ہیں، پھر عمر، پھر عثمان پھر علی ہیں۔ **ان حضرات ائمہ کے ساتھ ہمارا حسن ظن یہ تقاضا کرتا ہے کہ اگر وہ انہیں اس کا اہل نہ جانتے تو ان پر افضلیت کا اطلاق نہ کرتے۔ پس ہمیں اس قول میں ان کی اتباع واجب ہے۔**" (شرح المواقف ۲۷۳/۸)

ایک بات اہم یہ ہے کہ علامہ ایجی کی کتاب المواقف کی بنیاد علامہ آمدی کی کتاب ابکار الافکار ہے جیسا کہ علامہ الایجی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کے ابتداء میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور اسی طرح محقق شریف جرجانی نے علامہ الایجی کی کتاب المواقف کی شرح کی ہے۔ لہذا دونوں کتابوں کا ماخذ اور دارومدار علامہ آمدی کی کتاب ابکار الافکار ہی ہے۔

پیش کردہ عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ محقق سید جرجانی کے نزدیک مسئلہ افضلیت میں ظن بالمعنی واجب ہے۔ اور ان کے نزدیک سلف کا عقیدہ ماننا حجت اور واجب ہے۔ اس لیے وہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی افضل مانتے ہیں۔ محقق جرجانی کے نزدیک ظنی دلیل کے بعد سلف صالحین کے قول کا اتباع کرنا واجب ہے۔ عصر حاضر کے تفضیلی مصنف فیضی صاحب نے اپنی کتاب حقیقۃ التفضیل ص ۱۳۴-۱۳۵ میں ایسے اقوال [شرح عقائد، علامہ آمدی کی ابکار الافکار، علامہ باقلانی] جس میں مسئلہ افضلیت کو ظنی مع واجب لکھا پر لکھا کہ وجوب تو قطعی ہوتی ہے۔۔ وجوب میں حسن ظن کے تقاضے کی باتیں نہیں ہوا کرتیں بلکہ واجب کے منکر پر حکم لگایا جاتا ہے۔

(۸۵) عصر حاضر کے مصنف فیضی تفضیلی مختلف متکلمین کا مسئلہ افضلیت کو واجب لکھنے اپنی کتاب میں قطعی تسلیم کر چکا ہے۔ حیرانگی ہے کہ دیگر تفضیلیہ علامہ باقلانی، علامہ آمدی، امام الحرمین، میر سید جرجانی کے اقوال، لوگوں کو مسئلہ افضلیت کو ظنی ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں جبکہ ان کے برعکس موصوف فیضی اپنی کتاب حقیقۃ التفضیل ص ۱۳۷ میں ایسے اقوال میں افضلیت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ کو واجب کہنے کو قطعیت کی دلیل تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ اپنی کتاب میں موصوف خود حیران ہوتے ہیں کہ متعدد علماء نے اس کو ظنی کے ساتھ واجب لکھا، جبکہ واجب تو قطعی ہوتا ہے۔

اکتیسواں افتراء:

دفعہ (۳۱) یہی قاضی آمدی کا مطلب بھی ---------- دیا کہ فضائل میں ایک کی ترجیح دوسرے پر پیدا نہیں ہو سکتی۔

اقول:

عبارت آمدی میں صرف اس قدر کہ درباره ---------- حاصل نہیں، حیث قال: وقد [یطلق] یراده هنا بالتفضیل اختصاص أحد الشیخین [بأنّه أكثر ثواباً عند الله تعالی] من الآخر -بأصل................ مقطوع به فیما الصحابة[۸۶] ....

---

(۸۶) علامہ آمدی کی اصل و مکمل عبارت ملاحظہ کریں:

"قد یطلق و یراد به اختصاص أحد الشخصین عن الآخر: إمّا بأصل فضیلة لا وجود لها في الآخر لکونه عالماً، والآخر لیس بعالم، أو بزیادة فیها، کونه أعلم. وقد یطلق و یراد به اختصاص أحد الشخصین بأنه أکثر ثواباً عند الله تعالى من الآخر". على هذ ، فإ يد بالتفضيل لاعتبا لأ ؛ فلا نفي ليل لك غ مقطو به؛ لتعا لته، لك نه ما من فضيلة تبين ختصا بعض لصحابة ا، لا قد يمكن بيا مشا كة لآخر له فيها، بتقدير لا يشا كه فيها؛ فقد يمكن بيا ختصاصه بفضيلة خر ، معا ضة لفضيلته، ("أبكار الأفكار في أصول الدين" ۳۹۰/۵).

- علامہ آمدی اپنی دوسری کتاب غایۃ المرام صفحہ ۳۲۲ پر لکھتے ہیں کہ تعارض استدلال کو ساقط کر دیتا ہے، اور عمل صرف اجماع مسلمین اور مجتہدین کے اتفاق سے استناد ہے۔

"وهذه النصوص کلّها إن لم یتخیل کونها راجحة، فلا أقلّ من أن تکون معارضة ومساوية ومع التعارض يجب التساقط، والعمل بإجماع المسلمين والاستناد إلى اتفاق المجتهدين. ("غاية المرام" ص ۳۸۰).

مفہوم: اور عمل صرف اجماع مسلمین اور مجتہدین کے اتفاق سے استناد ہے۔

علامہ آمدی نے سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی افضل ماننے کو واجب لکھا ہے۔

سبحان اللہ کہاں نہ کر سکنا اور کہاں اُس کا قطعی نہ ہونا[۸۷] ------- ہیہات! اس ناقص العقل صادق القول نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ قاضی آمدی یہاں ظنیت ---

[مسودہ کتاب صفحہ ۱۳]

❊ علامہ آمدی علیہ الرحمۃ اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ويجب مع ذلك أن يعتقد أنَ أبا بكر أفضل من عمر وأنَ عمر من عثمان، وأنَ عثمان أفضل من علي، وأن الأربعة أفضل من باقي العشرة". ("غاية المرام" ص-۳۹۱).

یہ عقیدہ رکھنا واجب ہے کہ حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ اور یہ چاروں بزرگ عشرۂ مبشرہ کے دیگر نفوسِ قدسیہ سے افضل ہیں۔

○ تفضیلیہ کو علامہ آمدی علیہ الرحمۃ کا حوالہ پیش کرنا، ان کے موقف کو ثابت نہیں کرتا، کیونکہ اہل سنّت بشمول علامہ آمدی علیہ الرحمۃ کے کسی نے بھی سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو افضل نہیں کہا، اہل سنّت میں یہ معاملہ اجماعی اور متفقہ ہے۔ عوام الناس کو ظنی اقوال پیش کر کے تفضیلیہ اپنا مدعا ثابت نہیں کر سکتے۔

(۸۷) اس استدلال پر علامہ بدر الدین العینی فرماتے ہیں۔

امام بدر الدین العینی الحنفی علیہ الرحمۃ کثرت ثواب کے اسباب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"أنَ زيادة العلم لا توجب الأفضلية، لأنَ كثرة الثواب لها أسباب أخر من التقوى والإخلاص وأعلاء كلمة الله وغيرها مع أنَ الأعلمية بكتاب الله لا تستلزم الأعلمية مطلقاً، لاحتمال أن يكون غيره أعلم بالسنَة". ("عمدة القاري" ۸/۳۳۳).

بے شک زیادتی علم افضلیت کو لازم نہیں کرتی، اس لیے کہ کثرت ثواب کے لیے دوسرے اسباب ہیں، تقوی، اخلاص، اعلاء کلمۃ اللہ، وغیرہا۔ باوجود اس کے بے شک اعلمیت کتاب اللہ مطلقاً اعلمیت کو تلزم نہیں، اس احتمال کی وجہ سے ممکن ہے اس کا غیر اعلم بالسنۃ ہو۔

غیر ممکن ہونا تو بالضرور رظنا ترجیح ان کے نزدیک معقول کما لا یخفی[۸۸]۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق تفصیلی اقوال محدثین

بتیسواں افتراء:

دفع (۳۲) جمیع محققین فن و کلام مؤرخین اعلام متفق ہیں کہ امیر معاویہ کا کوئی فعل نیک نیتی پر مبنی نہ تھا۔ الخ

اقول:

اس کے کیا عرض کروں کہ مفتری کو ابن سبا کا حوالہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ائمہ اہل سنّت، سلفاً و خلفاً ارشاد فرماتے ہیں: کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا اجتہادی تھی، اور اجماع اہل حق قائم ہے کہ صحابہ کے بارے میں ارسال زبان حرام، اور ان کی نسبت مؤرخین کے بیہودہ اقوال مردود، اور ان کے افعال و اقوال کو محل حسن پر اتارنا فرض، اور بالفرض جو کچھ قطعی متواتر غیر متحمل التاویل ہو اس سے اغراض و اغماض واجب، ورنہ مژدہ ہے کہ کنّا نخوض مع الخائضین کا نتیجہ ماسلککم فی سقر ہے۔ یہ مختصر رسالہ آپ کی خوش مذاقیوں کو مضطریانہ ناچ نچانے کے لیے ہے۔ تفصیل کا محل

---

(۸۸) علامہ آمدی علیہ الرحمۃ اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ویجب مع ذلك أن یعتقد أنَ أبا بكر أفضل من عمر و أنَ عمر من عثمان، و أن عثمان أفضل من علي، و أن الأربعة أفضل من باقي العشرة". ("غاية المرام" ص-۳۹۱).

یہ عقیدہ رکھنا واجب ہے کہ حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ اور یہ چاروں بزرگ عشرۂ مبشرہ کے دیگر نفوسِ قدسیہ سے افضل ہیں۔

نہیں۔ کتب ائمہ دین مثل "شرح صحیح بخاری" امام قسطلانی [۸۹]
و"شرح صحیح مسلم" نووی [۹۰]

---

(۸۹) امام ابو العباس شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ (۹۲۳ھ) (ولعلّ اللہ أن یصلح بہ بین فئتین من المسلمین) کے تحت فرماتے ہیں:

"أی طائفتین. طائفة معاوية بن أبي سفيان وطائفة الحسن، وكانت أربعين ألفا بايعوه على الموت، وكان الحسن أحقّ الناس بهذا الأمر فدعاه ورعه إلى ترك الملك رغبة فيما عند الله ولم يكن ذلك لعلّة ولا لقلّة. وقوله: من المسلمين دليل على أنه لم يخرج أحد من الطائفتين في تلك الفتنة من قول أو فعل عن الإسلام، إذ إحدى الطائفتين مصيبة والأخرى مخطئة مأجورة، وقد اختار السلف ترك الكلام في الفتنة الأولى وقالوا: تلك دماء طهر الله منها أيدينا فلا نلوّث بها ألسنتنا". ("إرشاد الساری").

ان گروہوں سے مراد حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا گروہ ہے۔ جنہوں نے ان کے ہاتھ پر مرنے کی بیعت کی ہوئی تھی، ایسے لوگوں کی تعداد چالیس ۴۰ ہزار تھی، اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلافت کے سب سے زیادہ حقدار تھے، مگر آپ کے ورع و تقوی اور رغبت مع اللہ نے آپ کو اس سے دور رکھا۔ اور آپ کی طرف سے صلح کی پیش کش کمزوری اور لشکر کی کمی کی بنا پر نہیں تھی، حدیثِ پاک میں لفظ المسلمین اس بات کی دلیل ہے کہ اس فتنے میں شامل گروہوں میں سے کوئی بھی قولاً یا فعلاً اسلام سے خارج نہیں ہوا۔ ان دونوں میں سے ایک مصیب (حضرت علی رضی اللہ عنہ) اور دوسرا مخطی (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) ہے۔ لیکن عند اللہ ماجور ہیں۔---------

(۹۰)۔ قولِ امام نووی: حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کے دونوں گروہ مؤمنین کے گروہ تھے۔

امام ابو زکریا یحیٰ بن شرف نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

" هٰذِهِ الرِّوَايَاتُ صَرِيحَةٌ فِي أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ هُوَ الْمُصِيبَ الْمُحِقَّ وَالطَّائِفَةُ الْأُخْرَى أَصْحَابُ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانُوا بُغَاةً مُتَأَوِّلِينَ وَفِيهِ التَّصْرِيحُ بِأَنَّ الطَّائِفَتَيْنِ

مؤمِنونَ لَا يَخرُجونَ بِالْقِتَالِ عَنِ الْإِيمَانِ وَلَا يَفسُقونَ وَهَذَا مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ مُوَافِقِينَا ".
("شرح صحيح مسلم" للنووي ج۷ص ۱۶۸).

اس بارے میں صریح روایات ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق وصواب پر تھے، اور دوسرے گروہ اصحاب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بغاوت کی، اور یہ تصریح بھی ہے کہ دونوں گروہوں مؤمنین ہیں، اور اس قتال کی بنا پر ایمان سے خارج نہیں ہوئے، نہ فاسق ہوئے، یہی ہمارا مذہب اور اور ہمارے موافقین کا۔

" وَاعلَمْ أَنَ الدِمَاءَ الَتِي جَرَتْ بَيْنَ الصَحَابَةِ رَضِيَ اللہُ عَنهُمْ لَيسَتْ بِدَاخِلَةٍ فِي هَذَا الْوَعِيدِ وَمَذْهَبُ أَهْلِ السُنَةِ وَالْحَقُ إِحسَانُ الظَنِ بِهِمْ وَالْإِمسَاكُ عَمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ وَتَأْوِيلُ قِتَالِهِمْ وَأَنَهُمْ مُجتَهِدُونَ مُتَأَوِلُونَ لَمْ يَقصِدُوا مَعْصِيَةً ولا محض الدُنيَا بَلِ اعْتَقَدَ كُلُ فَرِيقٍ أَنَهُ الْمُحِقُ وَمُخَالِفُهُ بَاغٍ فَوَجَبَ عَلَيهِ قِتَالُهُ لِيَرجِعَ إِلَى أَمرِ اللہِ وَكَانَ بَعْضُهُمْ مُصِيبًا وَبَعْضُهُمْ مُخطِئًا مَعْذُورًا فِي الْخَطَأِ لِأَنَهُ لِاجْتِهَادٍ وَالْمُجْتَهِدُ إِذَا أَخطَأَ لَا إِثمَ عَلَيهِ وَكَانَ عَلِيٌ رَضِيَ اللہُ عَنهُ هُوَ الْمُحِقُ الْمُصِيبُ فِي تِلكَ الْحُرُوبِ هَذَا مَذهَبُ أَهْلِ السُنَةِ وَكَانَتِ الْقَضَايَا مُشتَبِهَةً حَتَى إِنَ جَمَاعَةً مِنَ الصَحَابَةِ تَحَيَرُوا فِيهَا فَاعْتَزَلُوا الطَائِفَتَينِ وَلَمْ يُقَاتِلُوا وَلَمْ يَتَيَقَنُوا الصَوَابَ ثُمَ تَأَخَرُوا عَنْ مُسَاعَدَتِهِ مِنهُمْ ". ("شرح صحيح مسلم" للنووي ج۱۸ص ۱۱).

جاننا چاہیے کہ وہ خون ریزی جو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کے درمیان ہوئی وہ اس وعید میں داخل نہیں۔ (یعنی قاتل ومقتول دونوں جہنم میں ہیں، کما ذکر الحدیث)، اور اہل سنّت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ ان کے ساتھ حسن ظن رکھو، اور ان کے آپس میں اختلافات سے خاموشی اختیار کرو، اور ان کے قتال کی تاویل یہ ہے کہ وہ مجتہد تھے اور تاویل کرنے والے تھے، ان کے اختلاف کا مقصد معصیت اور دنیا کی حرص نہیں تھی، بلکہ ان دونوں گروہوں میں ہر ایک یہ رائے رکھتا تھا کہ وہ حق پر اور مخالف غلطی پر ہے، لہذا واجب تھا کہ قتال کرکے مخالف گروہ کو اللہ کی راست کی جانب پھیر دیا جائے۔ چنانچہ اس میں بعض مصیب اور بعض مخطی معذور فی الخطا تھے۔ اور مجتہد سے جب خطا ہو جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ ان تمام جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر مصیب تھے، اور یہی مذہب اہل سنّت کا ہے۔

و" شفاء مبارک" امام علامہ قاضی عیاض[۹۱]

(۹۱) امام قاضی ابوالفضل عیاض مالکی علیہ رحمۃ اللہ القوی (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

فصل و من توقيره وبره صلى الله عليه وسلم توقير أصحابه وبرهم ومعرفة حقهم والاقتداء بهم وحسن الثناء عليهم والاستغفار لهم والإمساك عما شجر بينهم ومعاداة من عاداهم والإضراب عن أخبار المؤرخين وجهلة الرواة وضلال الشيعة والمبتدعين القادحة في أحد منهم وأن يلتمس لهم فيما نقل عنهم من مثل ذلك فيما كان بينهم من الفتن أحسن التأويلات ويخرج لهم أصوب المخارج إذ هم أهل ذلك ولا يذكر أحد منهم بسوء ولا يغمص عليه أمر بل نذكر حسناتهم وفضائلهم وحميد سيرهم ويسكت عما وراء ذلك كما قال صلى الله عليه وسلم (إذا ذكر أصحابي فأمسكوا) قال الله تعالى (محمد رسول الله والذين معه أشداء على الكفار رحماء بينهم) إلى آخر السورة، وقال (والسابقون الأولون من المهاجرين والأنصار) الآية وقال تعالى (لقد رضي الله عن المؤمنين إذ يبايعونك تحت الشجرة) وقال (رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه) الآية. حدثنا القاضي أبو علي حدثنا أبو الحسين وأبو الفضل قالا حدثنا أبو يعلى حدثنا أبو علي السنجي حدثنا محمد بن محبوب حدثنا الترمذي حدثنا الحسن بن الصباح حدثنا سفيان بن عيينة عن زائدة عن عبد الملك بن عمير عن ربعي بن حراش عن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (اقتدا باللذين من بعدي أبي بكر وعمر) وقال (أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم) وعن أنس رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (مثل أصحابي كمثل الملح في الطعام لا يصلح الطعام إلا به) وقال (الله الله في أصحابي لا تتخذوهم غرضا بعدي فمن أحبهم فبحبي أحبهم ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم ومن آذاهم فقد آذاني ومن آذاني فقد آذى الله ومن آذى الله يوشك أن يأخذه وقال لا تسبوا أصحابي فلو أنفق أحدكم مثل أحد ذهبا ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه وقال من سب أصحابي فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين، لا يقبل الله منه صرفا ولا عدلا وقال إذا ذكر أصحابي فأمسكوا وقال في حديث جابر إن الله اختار أصحابي على جميع العالمين سوى النبيين والمرسلين واختار لي منهم

أَرْبَعَةً أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيًّا فَجَعَلَهُمْ خَيْرَ أَصْحَابِي وَفِي أَصْحَابِي كُلِّهِمْ خَيْرٌ) وَقَالَ (مَنْ أَحَبَّ عُمَرَ فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمِنْ أَبْغَضَ عُمَرَ فَقَدْ أَبْغَضَنِي وَقَالَ مَالِكُ بن أَنَس وَغَيْرُه: مَنْ أَبْغَضَ الصَّحَابَةَ وَسَبَّهُم فَلَيس لَه في فئ الْمُسْلِمِينَ حَقٌ وَنزع بِآيةِ الحَشْر (وَالَّذِينَ جاؤا من بعدهم) الآيَة، وَقَال: من غَاظَه أصْحَاب مُحَمَّد فَهُوَ كَافِر قَالَ اللهُ تَعَالَى (لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ) وَقَال عَبْدُ اللهِ بن الْمُبَارَك: خَصْلَتَان من كَانَتَا فِيه نَجا: الصِّدْق وحُبّ أَصْحَاب مُحَمَّد صَلَّى اللهُ عَلَيْه وَسَلَّم، قَال أَيُّوب السَّخْتِيَانِيّ: من أَحَبَّ أَبَا بَكْر فَقَد أَقَام الدِّين وَمِن أَحَبَّ عُمَر فَقَد أَوْضَح السَّبِيل وَمِن أَحَبَّ عُثْمَان فَقَد اسْتَضَاء بِنُور اللهِ وَمِن أَحَبَّ عَلِيًّا فَقَد أَخَذ بِالْعُرْوَة الْوُثْقَى وَمِن أَحْسَن الثَّنَاء عَلَى أَصْحَاب مُحَمَّد صَلَّى اللهُ عَلَيْه وَسَلَّم فَقَد بَرِئ مِن النِّفَاق وَمِن انْتَقَص أحَدًا منهم فَهُو مُبْتَدِع مُخَالِف لِلسُّنَّة وَالسَّلَف الصَّالِح وأخاف أن لا يَصْعَد له عَمَل إِلَى السَّمَاء حَتَّى يُحِبَّهُم جَمِيعًا وَيَكُون قَلْبُه سَلِيمًا۔ (الشفا بتعریف حقوق المصطفی ج۲ص۵۲)

حضور نبی کریم ﷺ تعظیم وتوقیر میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزت وتوقیر، ان کے حقوق کی نگہداشت، ان کی پیروی، خوبی سے ان کو یاد کرنا، ان کے لیے طلبِ رحمت کرنا، ان کے باہمی تنازعات واختلافات سے پہلو تہی اور اعراض کرنا، اور ان کے دشمنوں سے دشمنی کرنا، اور (اس میں سے یہ بھی کہ) مؤرخین (کی بے سروپا) خبریں اور جاہل راویوں، گمراہ رافضیوں، اہل بدعت وہوا کی وہ خبریں جس میں کسی صحابی کی شان رفیع میں جرح وقدح کی گئی ہے، اور ہر وہ بات جو ایسے لوگوں کی طرف سنت (بلا تحقیق) منقول ہوں، اور ان سب سے بچنا، اور اعتماد نہ کرنا، اور (اسی طرح) صحابۂ کرام میں جو باہمی تنازعات ہوئے تھے انہیں تاویل حسن اور عمدہ مخرج پر محمول کرنا چاہیے، اس لیے کہ صحابۂ کرام کی علومرتبت اسی کی مقتضی اور مستحق ہے، صحابۂ کرام میں سے کسی کو برائی اور سور قتنی سے یاد نہ کیا جائے، اور نہ کسی پر کوئی عیب والزام منسوب کیا جائے، بلکہ ان کے فضائل ومناقب، حسنات وبرکات، اور خصائل محمودہ کو یاد کیا جائے، اور ان کے سوا دیگر امور سے سکوت وخاموشی اختیار کی جائے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب میرے صحابہ کو (برائی سے) یاد کیا جائے، تو خاموش رہو۔ اللہ عزوجلّ فرماتا ہے: محمد اللہ کے

رسول ہیں، اور ان کے ساتھی کافروں سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ اور اللہ عزّ وجلّ ارشاد فرماتا ہے: اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار ہیں۔ اور اللہ عزّ وجلّ ارشاد فرماتا ہے: بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔ اور فرمایا: کچھ مرد وہ ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا۔

اور (رسول اللہ ﷺ) نے فرمایا: میرے صحابۂ کرام کے بارے میں اللہ عزّ وجلّ سے ڈرو، انہیں اپنی اغراض مشئومہ کا نشانہ نہ بناؤ، جس نے ان سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے کی، اور جس نے ان سے بغض وعداوت رکھی، اس نے مجھ سے دشمنی رکھنے کی وجہ سے کیا، اور جس نے ان کو ایذا دی، اس نے مجھے ایذا دی، جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزّ وجلّ کو ایذا دی، اور جس نے اللہ عزّ وجلّ کو ایذا دی، وہ جلد اس کی پکڑ میں آئے گا۔ اور فرمایا: میرے صحابہ کو بڑا (گالی) نہ دو؛ کیونکہ تم میں سے (غیر صحابی) کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دے تو بھی میرے صحابی کے ایک مد یعنی دو رطل یا اس کے آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اور فرمایا: جس نے میرے صحابی کو گالی دی، تو اس پر اللہ عزّ وجلّ کی اور اس کے ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اللہ عزّ وجلّ اس شخص کا کوئی فرض ونفل قبول نہ فرمائے گا۔ اور فرمایا: جب میرے صحابہ کا ذکر آئے تو خاموش رہو۔

حضرت امام ابو ایوب سختیانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جس نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت کی، بے شک اس نے دین قائم کیا، اور جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے محبت رکھی، اس پر سیدھا راستہ کشادہ ہو گیا، اور جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے محبت رکھی، تو اللہ عزّ وجلّ کے نور سے مستفیض ہوا، اور جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھی، بلاشبہ اس نے مضبوط رسی تھام لی، اور جس نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی خوبی کے ساتھ تعریف کی وہ نفاق سے بری ہو گیا، اور جس نے ان میں سے کسی ایک صحابی کی تنقیص شان کی وہ مبتدع، مخالفِ سنّت اور طریقۂ سلف صالح کا دشمن ہے، میں خوف کرتا ہوں کہ ایسے شخص کا کوئی عمل آسمان پر صعود نہیں کر سکتا، جب تک وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے محبت نہ رکھے، اور ان سے اس کا دل سالم ہو۔

"نسیم الریاض" علامہ خفاجی [۹۲]
و"مرقاۃ شرح مشکوۃ" علی قاری [۹۳]

(۹۲) امام شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمۃ (۱۰۶۹ھ) فرماتے ہیں:

ومن یکون یطعن فی معٰویۃ فذالک کلب میں کلاب الھاویۃ۔

ترجمہ: جو امیر معاویہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتّوں سے ایک کُتا ہے۔

(نسیم الریاض جلد ۴، صفحہ ۵۱۳۔)

﴿**قولِ ملا علی قاری:** صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی تعظیم کرنا لازم ہے، اور ان کے معاملات کی احسن تاؤیلات کرنی چاہیے﴾

(۹۳) امام ابوالحسن علی بن سلطان القاری علیہ رحمۃ اللہ الباری (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

(«بین فئتین عظیمتین من المسلمین») قال التور بشتي: كفى به شرفاً وفضلاً فلا أسود ممن سمّاه رسول الله سيّدا، لأنّما وصف الفئتين بالعظيمتين لأنَ المسلمين كانوا يومئذ فرقتين، فرقة معه، وفرقة مع معاوية، وكان الحسن رضى الله عنه يومئذ أحق الناس بهذا الأمر فدعاه ورعه وشفقته على أمة جده إلى ترك الملك والدنيا رغبة فيما عند الله، ولم يكن ذلك لقلة ولا ذلة، فقد بايعه على الموت أربعون ألفا وقال: والله ما أحببت منذ علمت ما ينفعني ويضرني أن لي أمر محمد ﷺ على أن يهراق في ذلك محجمة دم، وشق ذلك على بعض شيعته حتّى حملته العصبية على أن قال عند الدخول: السلام عليك يا عار المؤمنين، فقال: العار خير من النار، وفي "شرح السنة": في الحديث دليل على أنَ واحداً من الفريقين لم يخرج بما كان منه في تلك الفتنة من قول أو فعل عن ملّة الإسلام، لأنَ النبي ﷺ جعلهم كلّهم مسلمين مع كون إحدى الطائفتين مصيبة والأخرى مخطئة، وهكذا سبيل كلَ متأول فيما يتعاطاه من رأي ومذهب إذا كان له فيما تناوله شبهة، وإن كان مخطئا في ذلك، ومن هذا اتفقوا على قبول شهادة أهل البغي ونفوذ قضاء قاضيهم، واختار السلف ترك الكلام في الفتنة الأولى، وقالوا: تلك دماء طهر الله عنها أيدينا فلا نلوث به ألسنتنا (رواه البخاري)". ("مرقاة المفاتيح" تحت ر: ٦١٤٤، ٦٩٣٩/٩).

وقد قال ﷺ: "«إذا ذكر أصحابي فأمسكوا» " أي: عن الطعن فيهم، فإن رضا الله تعالى في مواضع من القرآن تعلق بهم، فلابد أن يكون مآلهم إلى التقوى ورضا المولى وجنة المأوى، وأيضا لهم حقوق ثابتة في ذمة الأمة، فلاينبغي لهم أن يذكروهم إلاّ بالثناء الجميل والدعاء الجزيل، وهذا مما لا ينافي أن يذكر أحد مجملاً أو معينا بأنَ المحاربين مع علي ما كانوا من المخالفين، أو بأن معاوية وحزبه كانوا باغين على ما دل عليه حديث عمار: "«تقتلك الفئة الباغية» "، لأنَ المقصود منه بيان الحكم المميز بين الحق والباطل والفاصل بين المجتهد المصيب، والمجتهد المخطئ، مع توقير الصحابة وتعظيمهم جميعا في القلب لرضا الرب، ولذا لما سئل بعض الأكابر: عمر بن عبد العزيز أفضل أم معاوية؟ قال: لغبار أنف فرس معاوية حين غزا في ركاب رسول الله ﷺ أفضل من كذا وكذا من عمر بن عبد العزيز.

إذ من القواعد المقررة أنَ العلماء والأولياء من الأمَة لم يبلغ أحد منهم مبلغ الصحابة الكبراء، وقد أشار إلى هذا المعنى قوله تعالى: ﴿لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا﴾ (الحديد: ۱۰)، وكذا قوله تعالى: ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ﴾ (التوبة: ۱۰۰)، وقوله: ﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ - أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ﴾ (الواقعة: ۱۰-۱۱). قال المظهر: والثاني أنَ المراد به أن من مد لسانه فيه بشتم أو غيبة يقصدونه بالضرب والقتل، ويفعلون به ما يفعلون بمن حاربهم، اهـ.

وحاصله أنَ الطعن في إحدى الطائفتين ومدح الأخرى حينئذ مما يثير الفتنة، فالواجب كف اللسان، وهذا المعنى في غاية من الظهور، فتأمل، لكن الطيبي رجح المعنى الأول؛ حيث قال: ويؤيده قوله: ولعل المراد بهذه الفتنة إلخ. ما روينا «عن الأحنف بن قيس قال: خرجت وإنما أريد هذا الرجل فلقيني أبو بكرة فقال: أين تريد يا أحنف؟ قلت: أريد نصر ابن عم رسول الله ﷺ قال: فقال: يا أحنف! ارجع، فإني سمعت رسول الله ﷺ يقول: "إذا تواجه المسلمان بسيفيهما فالقاتل والمقتول في النار"، قال: فقلت: يا رسول الله! هذا القاتل فما بال المقتول؟، قال: "إنه كان حريصاً على قتل صاحبه» متفق عليه.

قلت: مجمل هذا الحديث إذا كان القتال بين المسلمين على جهة العصبية والحمية الجاهلية كما يقع كثيراً فيما بين أهل حارة وحارة، وقرية وقرية، وطائفة وطائفة من غير أن يكون هناك باعث شرعي لأحدهما، ولا يصح حمل الحديث على إطلاقه الشامل لقضية صفين ونحوها؛ لئلا ينافي قوله تعالى جل شأنه: ﴿فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي﴾ (الحجرات: ٩)، ولأنَ الإجماع على أن قتلى طائفة علي ليسوا في النار، فكلام أبي بكرة إما محمول على أنه كان مترددا متحيرا في أمر علي ومعاوية، ولم يكن يعرف الحق من الباطل، ولم يميز أحدهما من الآخر، وإما فهم من كلام الأحنف أنه يريد حماية العصبية لا إعلاء الكلمة الدينية على ما يشير إليه قوله: أريد نصر ابن عم رسول الله ﷺ ولم يقل أريد معاونة الإمام الحق والخليفة المطلق، وبهذا يتبين أن حمل هذه الفتنة على قضية علي لا يجوز، ويؤول بما قال الطيبي رحمه الله تعالى وأما قوله: قتلاها في النار للزجر والتوبيخ والتغليظ عليهم، وأمَا كف الألسنة عن الطعن فيهم، فإن كلا منهم مجتهد، وإن كان علي رضى الله عنه مصيبا، فلا يجوز الطعن فيهما، والأسلم للمؤمنين أن لا يخوضوا في أمرهما. قال عمر بن عبد العزيز: تلك دماء طهر الله أيدينا منها فلا نلوث ألسنتنا بها.

قال النووي رحمه الله تعالى: كان بعضهم مصيبا وبعضهم مخطئا معذورا في الخطأ، لأنه كان بالاجتهاد، والمجتهد إذا أخطأ لا إثم عليه، وكان علي رضى الله عنه هو المحق المصيب في تلك الحروب، وهذا مذهب أهل السنة، وكانت القضايا مشتبهة، حتى إن جماعة من الصحابة تحيروا فيها، فاعتزلوا الطائفتين ولم يقاتلوا، ولو تيقنوا الصواب لم يتأخروا عن مساعدته.

قلت: وسبب هذا التحير لم يكن في أن عليا أحق بالخلافة أم معاوية؟ لأنهم أجمعوا على ولاية علي، واجتمع أهل الحل والعقد على خلافته، وإنما وقع النزاع بين معاوية وعلي في قتلة عثمان؛ حيث تعلل معاوية بأني لم أسلم لك الأمر حتى تقتل أهل الفساد والشرور ممن حاصر الخليفة وأعان على قتله، فإن هذا ثلمة في الدين وخلل في أئمة المسلمين، واقتضى رأي على، وهو الصواب، أن قتل فئة الفتنة يجر إلى إثارة الفتنة التي هي تكون أقوى من

الأولى، مع أن هجوم العوام وعدم تعيين أحد منهم بمباشرة قتل الإمام ليس بموجب لإمام آخر أن يقتلهم قتلا عاما، ولا من يتهم بقتله من غير حجة أو بينة شرعية، لا سيما وقد رجعوا إلى الحق ودخلوا في بيعة الخليفة، ومن المعلوم أن أهل البغي إذا رجعوا عن بغيهم، أو شردوا عن قتالهم، فليس لأحد أن يتعرض لهم، هذا ولما كان ﷺ ذكر الفتن وحذر عن الدخول فيها، ورغب البعد عنها، ورهب عن القرب إليها، وأطلقها نظرا إلى فساد غالبها، ولم يبين هذه الفتنة بخصوصها مفصلة وإن وقعت مجملة تحير فيها بعض الصحابة، وظنوا أن الأسلم فيها بالخصوص أيضا ما ذكره ﷺ فيها بالعموم، لكن لما تبين لهم في الآخر حقية علي -كرم الله وجهه- وخطأ معاوية، ندموا على ما فعلوا من العزلة، وتحسروا على ما فاتهم من مثوبة الجلوة، ولله حكمة في ذلك كله، لله الأمر من قبل ومن بعد، فلا مقدم لما أخر ولا مؤخر لما قدم، والله تعالى أعلم. (رواه الترمذي، وابن ماجه). قال ميرك: رواه أبو داود أيضاً كلهم مرفوعاً. وقال البخاري: الأصح وقفه على عبد الله بن عمرو بن العاص. أقول: لكن هذا الموقوف في حكم المرفوع، فلأن قوله: "قتلاها في النار" لا يتصور أن يصدر من رأي أحد. ("مرقاة المفاتيح" ۸/۳۳۹۷، ۳۳۹۸)

مفہوم: ("مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان") تورپشتی نے کہا: وہ عزت اور فضیلت کے ساتھ کافی ہے، کیونکہ آپ نے ان دونوں گروہوں کو دو عظیم گروہ قرار دیا، کیونکہ اس دن مسلمانوں کے دو گروہ تھے ایک امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور دوسرا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور امام حسن رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے زیادہ حقدار تھا۔۔ اور "شرح السنۃ" میں ہے: حدیث میں ہے کہ دو گروہوں میں سے ایک نے دین اسلام سے کہنے یا کرنے کی اس فتنہ میں جو کچھ اس کے پاس تھا اسے نہ چھوڑا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو مسلمان بنایا حالانکہ دو فرقوں میں سے ایک صحیح اور دوسرا غلط تھا، اور ہر مفسر کا اپنی رائے اور عقیدہ کے بارے میں یہی طریقہ ہے کہ اگر اسے کسی چیز کے بارے میں کوئی شبہ ہو۔ اس نے معاملہ کیا، اور اگر وہ اس میں غلط تھا، اور اس سے وہ طوائف الملوکی کی گواہی اور ان کے قاضی کی عدلیہ کے اثر و رسوخ کو قبول کرنے پر راضی ہو گئے، اور پیشروؤں نے پہلے فتنے کی بات کرنا چھوڑ دی، اور انہوں نے بتاؤ اور انہوں نے کہا: یہ وہ خون ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ صاف کیے ہیں تاکہ ہم

اس سے اپنی زبانوں کو آلودہ نہ کریں (بخاری) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر میرے اصحاب کا ذکر ہو تو خاموش رہو۔" یعنی ان پر تہمت لگانے کے بارے میں، کیونکہ قرآن میں جگہ جگہ خدا تعالیٰ کی خوشنودی ان سے متعلق ہے۔ پس ان کی منزل تقویٰ، رب کی رضا اور پناہ کی جنت ہونی چاہیے، اور قوم کی حفاظت میں ان کے حقوق بھی ہیں، ان کا تذکرہ خوبصورت حمد و ثناء کے ساتھ کرنا چاہیے، اور ایسا نہیں ہوتا۔ کسی ایسے شخص کی نفی کریں جو عام یا مخصوص الفاظ میں اس بات کا ذکر کرے کہ علی کے ساتھ جنگ کرنے والے مخالفین میں سے نہیں تھے یا معاویہ اور اس کی جماعت اس بات کی خلاف ورزی کر رہی تھی جس کی طرف عمار کی حدیث سے اشارہ ہے: "فئۃ الباغیۃ تمہیں مار ڈالے گا"؛ کیونکہ اس کا مقصد حق و باطل کے درمیان فرق اور صحیح و غلط مجتہد کے درمیان فرق کو واضح کرنا ہے، صحابہ کرام کی تعظیم اور ان سب کی تعریف دل میں رب کی رضا کے لیے ہے۔ اور اسی لیے جب بعض معززین سے پوچھا گیا کہ عمر بن عبد العزیز افضل ہیں یا معاویہ؟ انہوں نے کہا: معاویہ کی گھوڑی کی ناک کا غبار جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر نکلے تو اس سے بہتر تھا اور عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے۔ جیسا کہ قائم کردہ اصولوں میں سے ایک یہ ہے کہ امت کے علماء اور سرپرست صحابہ کرامؓ کی بلندیوں تک نہیں پہنچے۔

وقد أشار إلى هذا المعنى قوله تعالى: ﴿لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا﴾ (الحديد: ١٠)، وكذا قوله تعالى: ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ﴾ (التوبة: ١٠٠) وقوله: ﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ -أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ﴾ (الواقعة: ١٠-١١)

مظہر نے کہا: دوسرا یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو اس میں اپنی زبان کو لعنت یا غیبت کے ساتھ پھیلاتا ہے وہ مارنے اور مارنے کا ارادہ کرتے ہیں اور اس کے ساتھ وہی کرتے ہیں جو وہ کرتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ دونوں فرقوں میں سے ایک پر غیبت کرنا اور دوسرے کی تعریف کرنا اس وقت فتنہ کو ہوا دیتا ہے، لہٰذا زبان کو روکنا ضروری ہے، اور یہ معنی بالکل ظاہر ہے، لہٰذا غور کیجیے، لیکن امام طیبی نے پہلے معنی کو ترجیح دی۔ جہاں فرمایا: اس کی تائید اس کے اس قول سے ہوتی ہے: شاید اس فتنہ وغیرہ سے کیا مراد ہے۔ ہم نے احنف بن قیس سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: میں باہر گیا اور

اس آدمی کو چاہاتو ابو بکرہ مجھ سے ملے اور کہا: احنف تم کہاں چاہتے ہو؟ میں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی نصر کو چاہتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے احناف! واپس چلے جاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "اگر دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر آمنے سامنے ہوں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں ہوں گے۔" انہوں نے کہا: میں نے کہا: اے خدا کے رسول! یہ قاتل ہے تو مقتول کا کیا ہو گا؟ اس نے کہا: "وہ اپنے ساتھی کو قتل کرنے کے لیے بے چین تھا۔" اس پر اتفاق ہوا۔

میں نے کہا: اگر مسلمانوں کے درمیان لڑائی جھگڑا جاہلیت کے جنون اور غیرت کی طرف ہو، جیسا کہ اکثر اہل حرہ، گاؤں اور گاؤں، اور فرقہ اور گروہ کے درمیان ہوتا ہے، اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا جائز مقصد، اور اس حدیث کو مسئلہ صفین وغیرہ کے جامع اجراء پر اٹھانا درست نہیں۔ تاکہ خدائے بزرگ و برتر کے ارشادات میں تضاد نہ ہو: "اور اگر ان میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والی عورت سے لڑو" (الحجرات:۹)۔

پس ابو بکرہ کے قول سے یا تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ علی اور معاویہ کے معاملے میں تذبذب اور تذبذب کا شکار تھے اور وہ حق اور باطل کو نہیں جانتے تھے، اور نہ ایک کو دوسرے سے ممتاز کرتے تھے، یا انہوں نے علی اور معاویہ کے معاملے میں تفریق نہیں کی تھی۔ الاحنف کے الفاظ کہ وہ گھبراہٹ کی حفاظت کرنا چاہتے تھے، نہ کہ مذہبی لفظ کو اس بات کی طرف لے جاتا جس کی طرف اس نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابن کی فتح چاہتا ہوں، یہ نہیں کہا کہ "میں حقیقی امام اور خلیفہ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔" اس طرح یہ بات واضح ہو گئی کہ علی کے معاملے میں اس فتنہ کو لے کر جانا جائز نہیں۔

اور اس کی تشریح طیبی کے اس قول سے ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا، اور جہاں تک ان کے اس قول کا تعلق ہے: انہوں نے اسے ڈانٹ ڈپٹ اور دھوکہ دینے کے لیے آگ میں مار ڈالا۔ عمر بن عبد العزیز نے کہا: یہ وہ خون ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ صاف کیے ہیں، لہٰذا ہم اس سے اپنی زبانوں کو آلودہ نہیں کرتے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے کہا: ان میں سے بعض صحیح تھے اور بعض غلط تھے، اور ان سے غلطی کی معافی تھی۔ کیونکہ وہ مستعدی سے تھا اور اگر مجتہد سے غلطی ہو جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں تھا، اور

علی رضی اللہ عنہ ان جنگوں میں حق دار تھے، اور یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے، اور مسائل مشتبہ اس حد تک کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت کو اس پر تعجب ہوا تو انہوں نے دونوں فرقوں کو الگ کر دیا اور جنگ نہیں کی اور اگر ان کو حق کا یقین ہوتا تو اس کی مدد کرنے میں دیر نہ کرتے۔

میں نے کہا: اس الجھن کی وجہ یہ نہیں تھی کہ علی رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حقدار ہیں یا معاویہ؟ کیونکہ وہ علی کے اختیار پر متفق ہو گئے تھے اور اہل حل وعقد ان کے جانشین ہونے پر راضی ہو گئے تھے، لیکن معاویہ اور علی کے درمیان عثمان کے قاتلوں پر تنازعہ؛ جہاں معاویہ نے یہ جواز پیش کیا کہ میں نے معاملہ اس وقت تک آپ کے سپرد نہیں کیا جب تک آپ نے خلیفہ کو گھیرنے والے فسادی اور شریر لوگوں کو قتل نہیں کیا اور اس کے قتل میں مدد نہیں کی، کیونکہ یہ دین میں خلاف ورزی اور مسلمانوں کے ائمہ میں عیب ہے، اور علی کی رائے مطلوب ہے۔

اور یہ صحیح ہے کہ فتنہ کے ایک گروہ کو قتل کرنے سے فتنہ پروان چڑھتا ہے جو پہلے سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے، حالانکہ عام لوگوں پر حملہ کرنا اور ان میں سے کسی ایک کو امام کے قتل کے لیے مقرر نہ کرنا دوسرے امام کے قتل کے لیے ضروری نہیں ہے۔ ان پر کھلے عام، اور نہ ہی اس پر کسی جائز دلیل یا ثبوت کے بغیر اسے قتل کرنے کا الزام ہے، کوئی خاص طور پر جب سے وہ حق کی طرف لوٹ آئے ہیں اور خلیفہ سے بیعت کر چکے ہیں۔

ان کے سامنے کسی کو ظاہر نہ کیا جائے اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ کا ذکر کیا ہے اور اس میں داخل ہونے سے خبردار کیا ہے اور اس سے دور رہنے کی خواہش کی ہے اور اس کے قریب ہونے سے ڈرتے ہیں اور اس وجہ سے اسے چھوڑ دیا ہے۔ اس میں سے اکثر کی خرابی، اور آپ نے اس فتنہ کو اس کے بارے میں تفصیل سے بیان نہیں کیا، اگرچہ یہ مجموعی طور پر پیش آیا ہو جس نے بعض صحابہ کو پریشان کر دیا تھا، اور ان کا خیال تھا کہ اسلام اس میں ہے، خاص طور پر وہ بھی جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا ہے۔ جو کہ بالعموم ہے لیکن جب ان پر یہ بات واضح ہو گئی کہ ان کے چہرے پر خدا کی سخاوت اور معاویہ کی غلطی پر ان کا حق ہے، تو انہوں نے تنہائی میں اپنے کیے پر پچھتاوا کیا، اور وہ پچھتانے لگے۔۔۔ اور اس سب میں اللہ کی حکمت ہے، اس نے کیا کیا، اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (روایت الترمذی اور ابن ماجہ)۔

میرک نے کہا: اسے ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے، یہ سب مرفوع ہیں۔ بخاری نے کہا: سب

و"شرح الفقہ الاکبر" لہ (۹۴)

و"مجمع البحار" علامہ محمد طاہر (۹۵)

و"صواعق المحرقہ" علامہ ابن حجر (۹۶)

سے زیادہ صحیح موقوف عبد اللہ بن عمرو بن العاص پر ہے۔ میں کہتا ہوں: لیکن یہ معطل سزا اٹھائے گئے حکم کی صورت میں ہے۔ کیونکہ اس کا یہ قول: "ان کے قاتل جہنم میں ہیں" تصور نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کسی کی رائے سے منقول ہو۔ انتہی ترجمہ از نقل

(۹۴) یعنی وان صدر علی بعضھم بعض ماھو فی الصورۃ شر فانہ اما کان عن اجتھاد ولم یکن علی وجہ فساد من احرار و عناد بل کان رجوعھم عنہ الی خیر میعاد بناء علی حسن ظن بھم.

(شرح الفقہ الاکبر ص ۱۵۳ اردو مکتبہ رحمانیہ)

یعنی گو بعض صحابہ کرام سے صورۃً شر صادر ہوا ہے مگر وہ کسی فساد یا عناد کے نتیجہ میں نہ تھا بلکہ اجتہاد کی بناء پر ایسا ہوا اور ان کا شر سے رجوع بہتر انجام کی طرف تھا ان سے حسن ظن کا بھی یہی تقاضا ہے۔

(۹۵)____________ ؟؟؟؟

(۹۶) امام ابو العباس احمد بن حجر ہیثمی علیہ رحمۃ اللہ القوی (۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

امام حسن و معاویہ رضی اللہ عنہما کی صلح سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت درست ثابت:

"فكان ترجيه لوقوع الإصلاح بين أولئك الفئتين العظيمتين من المسلمين بالحسن فيه دلالة أي دلالة على صحة ما فعله الحسن و على أنه مختار فيه و على أن تلك الفوائد الشرعية وهي صحة خلافة معاوية و قيامه بأمور المسلمين و تصرفه فيها بسائر ما تقتضيه الخلافة مترتبة على ذلك الصلح فالحق ثبوت الخلافة لمعاوية من حينئذ و أنه بعد ذلك خليفة حق و إمام صدق كيف و قد أخرج الترمذي و حسنه عن عبد الرحمن بن أبي عميرة الصحابي عن النبي أنه قال لمعاوية: «اللهم اجعله هاديا مهديا». و أخرج أحمد في "مسنده" عن العرباض بن سارية سمعت رسول الله يقول: «اللهم علم معاوية الكتاب و الحساب و قه

العذاب». وأخرج ابن أبي شيبة في "المصنف" والطبراني في "الكبير" عن عبد الملك ابن عمير قال قال معاوية: ما زلت أطمع في الخلافة منذ قال لي رسول الله «يا معاوية إذا ملكت فأحسن». فتأمل دعاء النبي له في الحديث الأول بأن الله يجعله هاديا مهديا والحديث حسن كما علمت فهو مما يحتج به على فضل معاوية وأنه لا ذم يلحقه بتلك الحروب لما علمت أنها كانت مبنية على اجتهاد وأنه لم يكن له إلا أجر واحد لأن المجتهد إذا أخطأ لا ملام عليه ولا ذم يلحقه بسبب ذلك لأنه معذور ولذا كتب له أجر. ومما يدل لفضله أيضا الدعاء في الحديث الثاني بأن يعلم ذلك ويوقى العذاب ولا شك أن دعاءه مستجاب فعلمنا منه أنه لا عقاب على معاوية فيما فعل من تلك الحروب بل له الأجر كما تقرر. وقد سمى النبي فئته المسلمين وساواهم بفئة الحسن في وصف الإسلام فدل على بقاء حرمة الإسلام للفريقين وأنهم لم يخرجوا بتلك الحروب عن الإسلام وأنهم فيه على حد سواء فلا فسق ولا نقص يلحق أحدهما لما قررناه من أن كلا منهما متأول تأويلا غير قطعي البطلان وفئة معاوية وإن كانت هي الباغية لكنه بغي لا فسق به لأنه إنما صدر عن تأويل يعذر به أصحابه".

("الصواعق المحرقة"۲/۶۲۵-۶۲۷).

ترجمہ: اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے مابین صلح کا ذکر فرمایا اور یہ دلیل ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے درست ہونے کا دوسری بات یہ ہے کہ اس سے صلح کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختیار بھی ثابت ہوتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا صحیح ہونا بھی ثابت ہوا۔ حق بات تو یہ ہے کہ اس صلح کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت ہو گئی اور وہ اس کے بعد خلیفہ برحق اور امام صادق قرار پائے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رویت کی اور اس روایت کو حسن قرار دیا کہ حضرت عبد الرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ حضور پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اے اللہ معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا، اور امام احمد اپنی "مسند" میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پاک کو فرماتے سنا کہ اے اللہ معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما!، اور اس کو عذاب سے بچا۔-----------

و"الیواقیت والجواہر" امام علامہ عبدالوہاب شعرانی[۹۷]
و"احیاء العلوم"[۹۸]

---

(۹۷) ﴿قول عبدالوہاب شعرانی: مشاجرات صحابہ میں دخل اندازی حرام﴾

امام عبدالوہاب شعرانی (۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

"المبحث . . . الأربعون في بان وجوب اككف عما شجر بين الصحابة و وجوب اعتقاد أنهم مأجورون، وذلك كلهم عدول باتفاق أهل السنة سواء من لا بس الفتن ومن لم يلا بسها، كلّ ذلك حسانا للظن بهم وحملهم في ذلك على الاجتهاد، فإن تلك الأمور مبناها عليه و كلّ مجتهد مصيب، وإنّ المصيب وحد والمخطى معذور مأجور".

ترجمہ: بحث مشاجرات صحابہ کرام میں خاموشی کے واجب ہونے کے بیان میں ہے: اس بات کا اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ وہ عند اللہ ماجور ہیں اور بہ اتفاق اہلسنّت تمام صحابہ کرام عادل ومنصف ہیں، جو ان فتنوں میں شریک ہوئے یا کنارہ کش رہے اور ان تمام جھگڑوں کو اجتہاد پر محمول کیا جائے، ورنہ ان کے بارے میں برے گمان کا حساب لیا جائے گا، اس لیے ان امور کا منشا ان حضرات پر عیب جوئی کرنا اور یہ بات بھی کرنا کہ ہر مجتہد مصیب دو اجر پائے گا اور مخطی معذور ماجور ہو گا۔

(۹۸) ﴿قول غزالی: حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگ کی اصل وجہ﴾

"قال الغزالي: واعتاد أهل السنة تزكية جميع الصحابة والثناء عليهم كما أثنى الله تعالى ورسوله ﷺ وما جرى بين معاوية وعلي رضى الله عنهما كان مبنياً على الاجتهاد لا منازعة من معاوية في الإمامة، إذ ظن علي رضى الله عنه أنَ تسليم قتلة عثمان مع كثرة عشائرهم واختلاطهم بالعسكر، يؤذى إلى اضطراب أمر الإمامة في بدايتها فرأى التأخير آصوب وظن معاوية أن تأخير أمرهم مع عظم جنايتهم يوجب الاغراء بالأئمة، ويعرض الدماء للسفك، وقد قال أفاضل العلماء كلّ مجتهد مصيب، وقال قائلون المصيب وحد ولم يذهب إلى تخطئة على ذو تحصيل أصلا". ("إحياء العلوم" ۱/۱۱۵)

ترجمہ: تمام صحابہ کا تذکیہ اور ان کی تعریف اس طرح کرنا جس طرح اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ نے تعریف فرمائی۔ یہ اہل سنت کی عادت اور اُن کا معمول ہے اور جو علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان واقع ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا نہ کہ امامت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جھگڑا

و"کیمیائے سعادت" امام حجۃ الاسلام محمد غزالی (۹۹)

و"مواہب اللدنیہ" علامہ قسطلانی (۱۰۰)

و"شرح مواہب" فاضل زرقانی (۱۰۱)

کرنا چاہتے تھے کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے گمان کیا کہ قاتلین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) کے سپرد کرنا باوجودیکہ وہ فوج میں بھی شامل ہو چکے ہیں اور ان کے رشتہ دار بھی کثیر ہیں تو ابتداء میں ہی امامت کے لیے مسائل بنا دے گا۔ اور آپ کی تاخیر کی رائے درست تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ ان کے جرم کی شدت کے باوجود ان کے معاملے میں تاخیر، ائمہ کے لیے فتنہ کا باعث بنتی ہے، اور خون بہانے کا باعث بنتی ہے۔

(۹۹) ----------------????

(۱۰۰)-أی طائفتین. طائفة معاویة بن أبی سفیان و طائفة الحسن، وکانت أربعین ألفا بایعوه علی الموت، وکان الحسن أحق الناس بهذا الأمر فدعاه ورعه إلی ترك الملك رغبة فیما عند الله ولم یکن ذلك لعلة ولا لقلة. وقوله: من المسلمین دلیل علی أنه لم یخرج أحد من الطائفتین فی تلك الفتنة من قول أو فعل عن الإسلام إذ إحدی الطائفتین مصیبة والأخری مخطئة مأجورة۔ (إرشاد الساري لشرح صحیح البخاري ۶/ ۶۹)

ترجمہ: فئتین سے مراد حضرت معاویہ بن سفیان کا گروہ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا گروہ ہے جنہوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی تھی ایسے لوگوں کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ خلافت کے سب لوگوں سے حق دار حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ تھے لیکن ان کے ورع و تقوی اور رغبت مع اللہ انہیں دنیاوی حکومت سے دور رکھا۔ آپ کی طرف سے صلح کی پیش کش کمزوری اور کم لشکری کی وجہ سے نہیں تھی، حدیث پاک میں لفظ المسلمین اس بات کی دلیل ہے کہ اس فتنے میں شامل دونوں گروہوں میں سے کوئی بھی قولا اور فعلا اسلام سے خارج نہیں ہوا، ان دونوں میں سے ایک مصیب اور دوسرا مخطی ہے، لیکن عند اللہ دونوں ماجور و مثاب ہیں۔

(۱۰۱)- ان حضرات کے مابین جو منازعات اور محاربات تھے ان کے محامل اور تاویلات ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے تقاضے کو پورا کیا اگرچہ اس میں غلطی بھی ہوئی جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ کیا حالانکہ بہ اتفاق اہل حق

و "غنیۃ الطالبین شریف" (۱۰۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حق پر تھے، لیکن حضرت معاویہ اپنی غلطی کے باوجود عند اللہ ماجور ہیں۔ (شرح مواہب للزرقانی بحوالہ تصحیح العقائد ص ۴۰)

وفیہ أنه لم یخرج أحد من الطائفتین في تلك الفتنة بقول أو عمل عن الإسلام، إذ إحداهما مصیبة، والأخری مخطئة، وکل مأجور۔

(شرح الزرقاني علی المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة ۱۰/۱۴۷)

ترجمہ: اس فتنے میں شامل دونوں گروہوں میں سے کوئی بھی قولا اور فعلا اسلام سے خارج نہیں ہوا، ان دونوں میں سے ایک مصیب اور دوسرا مخطی ہے، لیکن عند اللہ دونوں ماجور و مثاب ہیں۔

(۱۰۲) حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی ۵۶۱ھ خلفائے راشدین کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وأما قتاله رضی اللہ عنه لطلحة والزبیر وعائشة ومعاویة فقد نص الإمام أحمد رحمه اللہ الإمساک عن ذلک وجمیع ماشجر بینهم من منازعة ومنافرة وخصومة لان اللہ تعالی یزیل ذلک من بینهم یوم القیامة (الغنیة ص ۷۷ ج ۱)

" رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے قتال کرنا تو اس کے متعلق امام احمد نے فرمایا ہے: کہ اس قتال سے اور باقی بھی ان کے مابین ہونے والے اختلافات اور نزاعات اور منافرات سے خاموشی اختیار کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان کے دلوں سے یہ خصومات نکال دے گا۔" اس کے بعد انہوں نے ان کے مابین ہونے والے قتال کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے: کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ لڑنے والے حضرات ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کرتے تھے اور قاتلین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل تھے۔

"فکل ذهب الی تاویل صحیح فأحسن أحوالنا الإمساک فی ذلک وردهم إلی اللہ عز وجل وهو أحکم الحاکمین" (أیضاً)

" ان سب حضرات نے صحیح تاویل اختیار کی ہمارے لئے بہتر یہی ہے کہ ہم اس معاملے میں خاموش

و"معتمد فی المعتقد" للعلامہ تورپشتی (۱۰۳)

وغیرہا کتب واسفار ائمہ کرام علیہم رحمۃ العزیز الغفار مطالعہ کیجئے، اور اپنے افتراء کو بیٹھ کر رویئے، اگر بشومی بخت ان کتابوں تک دسترس نصیب نہ ہو تو رسالہ "تصحیح العقیدہ فی باب الامیر معاویہ" (۱۰۴) مطبوع ہو کر شائع ہو چکا، قانون سے فرصت ہو تو اسی

رہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔" اس کے بعد انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انتقال اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اقدام صلح کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت صحیح ثابت ہے اور کوئی تھا ہی نہیں جو ان کے ساتھ اس بارے میں اختلاف کرتا۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ان تصریحات کے بعد اہل سنت کا موقف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں":

واتفق أهل السنة على وجوب الكف عما شجر بينهم والإمساک عن مساويهم وإظهار فضائلهم ومحاسنهم وتسليم امرهم إلى الله عزوجل على ما كان وجرى من اختلاف على وطلحة والزبير وعائشة ومعاوية رضى الله عنهم على ماقدمنا بيانه" (الغنية ص ۷۹ ج ۱)

اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کے مشاجرات سے خاموشی اختیار کی جائے اور ان کی کمزوریوں پر خاموش رہنا اور ان کے فضائل' ان کی خوبیوں کو بیان کرنا واجب ہے، اور حضرت علی' طلحہ' زبیر' عائشہ' معاویہ رضی اللہ عنہم کے مابین جو اختلاف ہوا اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہئے جیسا کہ پہلے بیان کر چکے ہیں۔

(۱۰۳) علامہ ابوالفضل تورپشتی فرماتے ہیں:

وآں جہ مہم دمن عموم مسلمانان آنست کہ بہ نظر تعظیم بدیشاں نگزید وہیچ حال زبان طعن درایشاں دراز نکنند کہ رسول اللہ ﷺ اُمت را اذیں فتنہ تحزیر کردہ است وگفتہ از خدا بترسید در حق اصحاب من پس از من ایشاں راانشانہ نکنید بدان خدائے۔

(۱۰۴) رسالہ "تصحیح العقیدہ فی باب الامیر معاویہ" حضرت علامہ تاج الفحول شاہ عبدالقادر

کو ملاحظہ کیجئے[۱۰۵]۔

تینتیسواں افتراء:

دفعہ (۳۳) متبع سلف وہی شخص ہے جو چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم پر برابر لفظ افضل کو بغیر کمی بیشی کے صادق جانتا ہے گویہ صدق مع التراخی ہو نہ وہ جو افضل من اور افضلہم کا قائل ہو۔

اقول:

ادمیاں گم شدید ملک گرفت افتراء تیرہ ۱۳ سو برس سے آج تک صحابہ و تابعین وائمہ مجتہدین وفقہاء و محدثین وعرفائے کاملین تقریراً اور تحریراً برابر بالاجماع حضرت خلفاء اربعہ۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ میں باہم تفاضل وتفاوت مراتب مانتے آئے، بارہ ۱۲ سو برس سے زیادہ ہوئے کہ اہلسنّت و تفضیل کی اسی پر نزاع قائم رہی۔ سنی صدیق اکبر کا مرتبہ سب سے زیادہ بتاتے ہیں[۱۰۶]۔ رافضی حضرت مولا علی کو سب سے زیادہ بہتر وبرتر ٹھہراتے ہیں، اَب ان حضرات نے کیا جانئے کون سے ہائیکورٹ کی نظیر دیکھ کر وہ پوست کندہ ناطق فیصلہ لکھ دیا کہ سارا جھگڑا جڑ سے کٹ گیا۔ بقول شخصے ع

قادری بدایونی علیہ الرحمۃ (ھ) کی تالیف ہے، جس کا ترجمہ دارالسلام لاہور نے مجموعہ رسائل بنام ("دفاع سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ") میں صفحہ ۲۲ پر شائع کیا ہے۔

(۱۰۵) چودہ سو سال سے اُمت افضلیت بلحاظ خلفاء راشدین کی قائل ہے:

(۱۰۶) راقم فیصل خان رضوی کی ایک کتاب "افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اجماع اُمت" دارالسلام لاہور سے مطبوع ہے جس میں دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے لے کر آج پندرہویں صدی تک اُمت کے ۲۰۰ بزرگوں کے اقوال منقول ہیں جو افضلیت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے قائل ہیں۔

وہ سر ہی ہم نہیں رکھتے جسے سودا ہو سامان کا

یعنی فرماتے ہیں کہ سنی بھی جھوٹے، تفضیلیہ بھی خاطی چاروں برابر ہیں کمی نہ بیشی اے تو مانتا ہوں، تیرے معدہ کی صفائی سارا مباحثہ نگل گئے ڈکار تک نہ آئی، خیر یہ تو ان کی قوت ہاضمہ ہے۔ اس کی کیا شکایت مگر واہ رے عیاروں کی تعلیم بھولے بھالوں کو کیا کیا ڈھٹائیاں سکھائی ہیں ۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر فرماتے ہیں :

سلف صالح کی یہی مذہب تھا کہ میں کہتا ہوں یارب اگر اسلاف کرام اہلسنّت مراد تو (مزیت) شیخین ان کا اعتقاد اور اگر ابن سبا وغیرہ مفضلہ کے سلف تو ترجیح (ہے)۔

یہ (لا إلی هؤلاء ولا إلی هؤلاء)[۱۰۷] خنثی مشکل کہاں سے لائے؟ بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ احادیث سیّد عالم ﷺ، صحابۂ کرام کے ارشادات، خود مولئے اسلام واقوال حضرات اہل بیت عظام وعلمائے اعلام واولیائے (کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین سے) پانچ ۵ ہزار سندیں پیش کر سکتا ہوں، جن سے مذاق افتراء میں تلخی آئی، ان سچے جھوٹوں کی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مراتب کی توضیح ہو، اضافت ومن کی صاف تصریح ہو مگر کیا فائدہ کہ منکر آفتاب کو خدا

[مسودہ کتاب صفحہ ۱۴]

ہی آنکھیں دے تو ملیں اور دِل میں حضرت بھی خوب جانتے ہیں کہ پوستی صاحب نے اپنی ترنگ میں ہی کہی جیتی تناول فرمائی یا مردہ، مجھے یہاں روایت کشی کی فرصت نہیں۔ رسائل اہلسنّت مثل معیار المذہب وگیرہ مطبوع ہو چکے، بقدر تسکین انہیں میں دیکھ لیجئے۔

چونتیسواں تا چھتیسواں افتراء:

دفعہ (۳۴، ۳۵، ۳۶) شیخ محدث دہلوی رحمہ اللہ القوی نے اپنی تصانیف میں

---

(۱۰۷) نہ ادھر کے، نہ اُدھر کے۔

کو ملاحظہ کیجئے(۱۰۵)۔

تینتیسواں افتراء:

دفعہ (۳۳) متبع سلف وہی شخص ہے جو چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم پر برابر لفظ افضل کو بغیر کمی بیشی کے صادق جانتا ہے گو یہ صدق مع التراخی ہو نہ وہ جو افضل من اور افضلہم کا قائل ہو۔

اقول:

ادمیاں گم شدید ملک گرفت افتراء تیرہ ۱۳ سو برس سے آج تک صحابہ و تابعین وائمہ مجتہدین وفقہاء ومحدثین وعرفائے کاملین تقریراً اور تحریراً برابر بالاجماع حضرت خلفاء اربعہ -رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین- میں باہم تفاضل وتفاوت مراتب مانتے آئے، بارہ ۱۲ سو برس سے زیادہ ہوئے کہ اہلسنّت و تفضیل کی اسی پر نزاع قائم رہی۔ سنی صدیق اکبر کا مرتبہ سب سے زیادہ بتاتے ہیں (۱۰۶)۔ رافضی حضرت مولا علی کو سب سے زیادہ بہتر وبرتر ٹھہراتے ہیں، اَب ان حضرات نے کیا جانئے کون سے ہائیکورٹ کی نظیر دیکھ کر وہ پوست کندہ ناطق فیصلہ لکھ دیا کہ سارا جھگڑا جڑ سے کٹ گیا۔ بقول شخصے ع

قادری بدایونی علیہ الرحمۃ (ھ) کی تالیف ہے، جس کا ترجمہ دارالسلام لاہور نے مجموعہ رسائل بنام ("دفاع سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ") میں صفحہ ۲۲ پر شائع کیا ہے۔

(۱۰۵) چودہ سو سال سے اُمت افضلیت بلحاظ خلفاء راشدین کی قائل ہے:

(۱۰۶) راقم فیصل خان رضوی کی ایک کتاب "افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اجماع اُمت" دارالسلام لاہور سے مطبوع ہے جس میں دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے لے کر آج پندرہویں صدی تک اُمت کے ۲۰۰ بزرگوں کے اقوال منقول ہیں جو افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قائل ہیں۔

وہ سر ہی ہم نہیں رکھتے   جسے سودا ہو سامان کا

یعنی فرماتے ہیں کہ سنی بھی جھوٹے، تفضیلیہ بھی خاطی چاروں برابر ہیں کمی نہ بیشی اے تو مانتا ہوں، تیرے معدہ کی صفائی سارا مباحثہ نگل گئے ڈکار تک نہ آئی، خیر یہ تو ان کی قوت ہاضمہ ہے۔ اس کی کیا شکایت مگر واہ رے عیاروں کی تعلیم بھولے بھالوں کو کیا کیا ڈھٹائیاں سکھائی ہیں۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر فرماتے ہیں:

سلَف صالح کی یہی مذہب تھا کہ میں کہتا ہوں یارب اگر اسلاف کرام اہلسنّت مراد تو (مزیت) شیخین ان کا اعتقاد اور اگر ابن سبا وغیرہ مفضلہ کے سلف تو ترجیح (ہے)۔

یہ (لا إلى هؤلاء ولا إلى هؤلاء)[۱۰۷] خنثی مشکل کہاں سے لائے؟ بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ احادیث سیّد عالم ﷺ، صحابۂ کرام کے ارشادات، خود مولئے اسلام واقوال حضرات اہل بیت عظام وعلمائے اعلام واولیائے (کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین سے) پانچ ۵ ہزار سندیں پیش کر سکتا ہوں، جن سے مذاق افتراء میں تلخی آئی، ان سچے جھوٹوں کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مراتب کی توضیح ہو، اضافت ومن کی صاف تصریح ہو مگر کیا فائدہ کہ منکر آفتاب کو خدا

[مسودہ کتاب صفحہ ۱۴]

ہی آنکھیں دے تو ملیں اور دِل میں حضرت بھی خوب جانتے ہیں کہ پوستی صاحب نے اپنی ترنگ میں ہی کہی جیتی تناول فرمائی یا مردہ، مجھے یہاں روایت کشی کی فرصت نہیں۔ رسائل اہلسنّت مثل معیار المذہب وگیرہ مطبوع ہو چکے، بقدر تسکین انہیں میں دیکھ لیجئے۔

چونتیسواں تا چھتیسواں افتراء:

دفعہ (۳۴، ۳۵، ۳۶) شیخ محدث دہلوی رحمہ اللہ القوی نے اپنی تصانیف میں

---

(۱۰۷) نہ ادھر کے، نہ اُدھر کے۔

بیان فرمایاہے کہ محدّثوں میں بھی بعض اسی طریقہ پر اعتقاد رکھتے تھے (یعنی افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے انکار) جیسے محدّث عبد الرزاق اور یہ سب داخل اہل سنت وجماعت ہیں ۔ انتہی (۱۰۸)

---

(۱۰۸)۔ اہل سنت کے جلیل القدر محدثین کرام کے نزدیک شیخین کے افضلیت قطعی طور پر ثابت ہے مگر ختنین کی تفضیل پر اکابرین کی تصریحات میں ایک تحقیقی نقطہ ہے کیونکہ بعض محدثین کرام نے تو ختنین کے افضلیت کے بارے میں ابتداء میں توقف کیا مگر بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل ہوئے ، بعض ابتداء میں ختنین میں سے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی افضلیت کے قائل ہوئے مگر تدبر اور تحقیق کے بعد اپنے قول سے رجوع کیا، اور بعض ایسے اکابرین ہیں جن پر حضرت علی المرتضی کی تفضیل حضرت عثمان پر قول کا انتساب ہوا مگر ایسے اقوال تحقیق کی روشنی میں غلط ہیں اور جنھوں نے رجوع کیا ان میں امام ثوری کا نام شامل ہے کہ وہ آخر میں حضرت عثمان کی تفضیل کے قائل ہوگئے تھے۔

❁ علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔ **عبد الرحمن بن أبي حاتم محمد بن إدريس الرازي الحافظ الثبت ابن الحافظ الثبت. وما ذكرته لولا ذكر أبي الفضل السليماني له، فبئس ما صنع، فإنه قال ذكر أسامي الشيعة من المحدثين الذين يقدمون عليا على عثمان: الأعمش، النعمان بن ثابت، شعبة بن الحجاج. عبد الرزاق، عبيد الله بن موسى، عبد الرحمن بن أبي حاتم.**

ترجمہ: یہ حافظ اور ثبت ہیں ان کا والد بھی حافظ اور ثبت تھا۔۔۔۔ ان کا تذکرہ نہ کرتا اگر ابو الفضل السلیمانی نے ان کا تذکرہ نہ کیا ہوتا اور انھوں نے ان کا ذکر کر کے بھی برا کیا، شیعہ افراد کے ناموں کا تذکرہ کیا ہے وہ شیعہ جو حضرت علی کو حضرت عثمان t سے مقدم قرار دیتے تھے ان محدثین میں اس نے اعمش، امام ابو حنیفہ، شعبہ بن حجاج، عبد الرزاق، عبید اللہ بن موسی، اور عبد الرحمن ابن ابو حاتم کا بھی ذکر کیا ہے۔ (میزان الاعتدال في نقد الرجال۔ رقم: ۴۹۷۰)

❁ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی چند علماء کی نام کی تصریح کی ہے جن کی طرف حضرت علی المرتضی کی تفضیل حضرت عثمان کا قول منسوب کیا گیا۔

إبراهيم بن عبد العزيز بن الضحاك بن عمر بن.قيس بن الزبير أبو إسحاق المدني الأصبهاني ـــــ فقالوا هذا رافضي فتركوا حديثه قلت وهذا ظلم بين فان هذا مذهب

جماعة من أهل السنة اعني التوقف في تفضيل أحدهما على الآخر وان كان الأكثر على تقديم عثمان بل كان جماعة من أهل السنة يقدمون عليا على عثمان منهم سفيان الثوري وابن خزيمة۔ (لسان المیزان، رقم ۲۱۵)

ترجمہ: اور کہا کہ یہ راوی رافضی ہے اور اسکی حدیث کو ترک کر دیا جائے مگر میں کہتا ہوں: یعنی یہ کھلا ظلم ہے، کیونکہ یہ مذہب جماعت اہل سنت سے ہے کہ تفضیل ختنین میں توقف کیا جائے اور اہل سنت میں سے اکثر و جمہور حضرت عثمان کی افضلیت کے قائل ہیں بلکہ اہل سنت میں ایک جماعت ایسی ہے جو حضرت علی المرتضی کو حضرت عثمان t سے افضل سمجھتے ہیں جن میں سفیان ثوری اور ابن خزیمہ شامل ہیں۔

تحقیق: علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر کے حوالہ سے اعمش، امام ابو حنیفہ، شعبہ بن حجاج، عبد الرزاق، عبید اللہ بن موسی، عبد الرحمن ابن ابو حاتم، سفیان ثوری اور ابن خزیمہ کے حوالہ جات مخالفین کے طرف سے پیش کیے جاتے ہیں مگر اس فہرست میں درج چند محدثین، علماء اہل سنت میں نہیں جیسے کہ عبد الرزاق اور عبید اللہ بن موسی العبسی کیونکہ علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے خود ان دونوں کے شیعہ لکھا ہے۔ اور یہ دونوں راوی خود شیخین کریمین کے افضلیت کے قائل ہیں مگر حضرت عثمان اور حضرت علی المرتضی کی افضلیت کے علاوہ یہ دونوں راوی صحابہ کرام پر طعن بھی کرتے تھے۔

عبد الرزاق بن ہمام کا مذہب:

❁ علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

الثِقَةُ الشِيعِيُ. (سیر أعلام النبلاء، رقم ۱۵۳۳) ترجمہ: یعنی حدیث میں ثقہ مگر شیعہ تھا۔

❁ حافظ ابن حجر عسقلانی، لکھتے ہیں۔

وكان يتشيع۔ ترجمہ: یعنی شیعہ تھا۔ (تقریب التھذیب، رقم ۴۳۴۵)

عبید اللہ بن موسی العبسی کا مذہب:

❁ علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

عبيد الله بن موسى العبسي الكوفي، شيخ البخاري. ثقة في نفسه، لكنه شيعي متحرق۔ (میزان الاعتدال فی نقد الرجال، رقم ۵۴۰۰)

ترجمہ: عبید اللہ بن موسی العبسی اپنی ذات کے اعتبار سے ثقہ لیکن جلا بھنا شیعہ تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

کان یتشیع۔ (تقریب التھذیب، رقم ۴۰۶۴) ترجمہ: یعنی شیعہ تھا۔

علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر کے حوالہ میں اعمش، امام ابو حنیفہ، شعبہ بن حجاج، عبد الرحمن ابن ابو حاتم، سفیان ثوری اور ابن خزیمہ کے مسلک وعقیدہ کے تحقیق کی تصریح ملاحظہ کریں۔

﴿تفضیل حضرت عثمان غنی اور محدث اعمش کا قول﴾

امام الالکائی روایت کرتے ہیں۔

أنا عَلِيّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أنا عُثْمَانُ بْنُ أَحْمَدَ، قَالَ: نا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، قَالَ: نا أَبُو جَعْفَرٍ الْمُقْرِي، قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ الطُّفَيْلِ الْكُوفِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَيَّاشٍ يَقُولُ۔۔۔۔۔۔ وَكَانَ أَبُو إِسْحَاقَ السَّبِيعِيُّ وَالْأَعْمَشُ يَقُولَانِ: أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ.

(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، رقم ۲۶۶۰)

ترجمہ: ابو اسحاق السبیعی اور اعمش دونوں کہتے تھے کہ صحابہ کرام میں افضل حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی المرتضی ہیں۔

﴿تفضیل حضرت عثمان غنی اور عبد الرحمن بن ابو حاتم کا قول﴾

امام الالکائی روایت کرتے ہیں۔

أَخبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُظَفَّرِ الْمُقْرِئُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَبَشٍ الْمُقْرِئُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي حَاتِمٍ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبِي وَأَبَا زُرْعَةَ عَنْ مَذَاهِبِ أَهْلِ السُّنَّةِ فِي أُصُولِ الدِّينِ، وَمَا أَدْرَكَا عَلَيْهِ الْعُلَمَاءَ فِي جَمِيعِ الْأَمْصَارِ، وَمَا يَعْتَقِدَانِ مِنْ ذَلِكَ، فَقَالَا: "أَدْرَكْنَا الْعُلَمَاءَ فِي جَمِيعِ الْأَمْصَارِ حِجَازًا وَعِرَاقًا وَشَامًا وَيَمَنًا فَكَانَ مِنْ مَذْهَبِهِمْ: الْإِيمَانُ قَوْلٌ وَعَمَلٌ، يَزِيدُ وَيَنْقُصُ، وَالْقُرْآنُ كَلَامُ اللهِ غَيْرُ مَخْلُوقٍ بِجَمِيعِ جِهَاتِهِ، وَالْقَدَرُ خَيْرُهُ وَشَرُّهُ مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَخَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ، ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، ثُمَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، وَهُمُ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ الْمَهْدِيُّونَ. (شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، ج ۱ ص ۱۹۸ رقم ۳۲۱)

ترجمہ: امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد اور ابو زرعہ سے اصول دین میں مذاہب اہل سنت کے بارے میں پوچھا، اور ان کا عقیدہ، جن کو ان دونوں نے تمام شہروں میں پایا۔ تو انھوں نے کہا کہ ہم نے جن علماء کو حجاز، عراق، شام اور یمن کے تمام علاقوں میں پایا ان کا مذہب--------نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں بہترین شخص حضرت ابو بکر صدیق پھر حضرت عمر فاروق پھر حضرت عثمان غنی اور پھر حضرت علی المرتضیt ہیں۔

اس کے بعد امام ابن ابی حاتم ابو محمد اپنے عقیدہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ: «وَبِهِ أَقُولُ أَنَا» وَقَالَ أَبُو عَلِيِّ بْنُ حُبَيْشٍ الْمُقْرِئُ: «وَبِهِ أَقُولُ» . قَالَ شَيْخُنَا ابْنُ الْمُظَفَّرِ: «وَبِهِ أَقُولُ» . وَقَالَ شَيْخُنَا يَعْنِي الْمُصَنِّفَ: «وَبِهِ أَقُولُ» . وَقَالَ الطُّرَيْثِيثِيُّ: «وَبِهِ أَقُولُ» . وَقَالَ شَيْخُنَا السِّلَفِيُّ: «وَبِهِ نَقُولُ. ترجمہ: امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ ان ہی سے مروی قول کے مطابق میرا بھی یہ ہی موقف ہے۔ اور امام ابن ابی حاتم کے شاگرد ابو علی المقری کہتے ہیں کہ میرا بھی یہ ہی قول ہے۔ اوران کے شاگرد ابن المظفر المقری کا بھی یہ قول ہے۔ کتاب کے مصنف (امام الالکائی) کا بھی یہ قول ہے۔ اور یہ ہی قول مصنف کے شاگرد امام الطریثیثی کا ہے اور یہ قول ان کے شاگرد علامہ السلفی کا بھی ہے۔ اور ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں۔ یعنی افضلیت خلفاء اربعہ بالترتیب۔ (شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، ج ا ص ۲۰۱ رقم ۳۲۲)

﴿تفضیل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور امام سفیان ثوری کا قول﴾

❁ خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

قرأت على مُحَمَّد بْن أَحْمَدَ بن رزق عَنْ أَبِي بَكْر الشَّافِعِيّ. وَأَخْبَرَنَا طلحة بْن علي بن الصقر حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الشَّافِعِيُّ - إِمْلاءً - حدّثني أبو العبّاس أحمد ابن إبراهيم الصَّفار حدّثنا سفيان بن وكيع حَدَّثَنَا حَفْص قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَان يَقُولُ: من قدم عليا على عُثْمَان فقد أزري على اثنى عشر ألفا۔ (تاریخ بغداد وذیولہ ج ۴ ص ۲۴۹ رقم ۱۹۴۸)

ترجمہ: راوی حفص کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری کو کہتے سنا: جس نے حضرت علی المرتضی کو حضرت عثمان پر فوقیت دی تو اس نے ۱۲۰۰۰ صحابہ کرام پر الزام لگایا۔

❁ حافظ ابن حجر عسقلانی نے سفیان ثوری کی اس روایت کی سند کو صحیح کہا ہے۔

وثبت عن الثوري فيما أخرجه الخطيب بسنده الصحيح إليه قال: من قدم عليا على

عثمان فقد أزری علی اثني عشر ألفا۔ (إصابة في تمییز الصحابة ج ۱ ص ۱۲۹، ۱۵۵)

(۴) امام یعقوب الفسوی نے اپنی کتاب میں سفیان ثوری کے موقف کے بارے میں لکھا ہے۔

وقال: كَانَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ يَقُولُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ ثم يسكت.

(المعرفة والتاریخ ج ۲ ص ۸۰۶)

ترجمہ: اور سفیان الثوری تفضیل کے بارے میں کہا کرتے تھے، افضل حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان اور اس کے بعد سکوت کرتے تھے۔

مذکورہ حوالہ میں تو سفیان ثوری کا مسلک واضح ہے۔

﴿تفضیل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ابن خزیمہ کا قول﴾

امام بیہقی روایت بیان کرتے ہیں۔

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، قال: سمعت أبا بكر محمد بن جعفر المزكي وأبا الطيب محمد بن أحمد الكرابيسي وأبا أحمد بن أبي الحسن الدارمي يقولون: سمعنا أبا بكر محمد بن إسحاق يقول وهو -ابن خزيمة- رحمه الله: خير الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأولاهم بالخلافة أبو بكر الصديق ثم عمر الفاروق ثم عثمان ذو النورين ثم علي بن أبي طالب رحمة الله ورضوانه عليهم أجمعين. (لاعتقاد ص ۱۹۷-۱۹۶، رقم: ۳۶۴)

ترجمہ: امام ابو الطیب الکرابیسی اور امام دارمی کہتے ہیں کہ ہم نے امام ابن خزیمہ سے سنا کہ علاقوں میں پایا ان کا مذہب۔۔۔۔۔۔۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں بہترین شخص اور خلافت میں اول حضرت ابو بکر صدیق پھر حضرت عمر فاروق پھر حضرت عثمان غنی اور پھر حضرت علی المرتضیٰ t ہیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام ابن خزیمہ کا عقیدہ حضرت عثمان غنی کی افضلیت کا تھا۔

﴿تفضیل حضرت عثمان غنی اور امام وکیع بن الجراح کا قول﴾

امام بیہقی روایت کرتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا زَكَرِيَّا يَحْيَى بْنَ مُحَمَّدٍ الْعَنْبَرِيَّ، يَقُولُ: سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ مُوسَى الْجُرْجَانِيَّ، بِنَيْسَابُورَ يَقُولُ: سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ سَعِيدٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ

مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ , وَحَمَّادَ بْنَ زَيْدٍ , وَسُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ , وَالْفُضَيْلَ بْنَ عِيَاضٍ , وَشَرِيكَ بْنَ عَبْدِ اللهِ , وَيَحْيَى بْنَ سُلَيْمٍ , وَمُسْلِمَ بْنَ خَالِدٍ , وَهِشَامَ بْنَ سُلَيْمَانَ الْمَخْزُومِيَّ , وَجَرِيرَ بْنَ عَبْدِ الْحَمِيدِ , وَعَلِيَّ بْنَ مُسْهِرٍ , وَعَبْدَةَ , وَعَبْدَ اللهِ بْنَ إِدْرِيسَ , وَحَفْصَ بْنَ غِيَاثٍ , وَوَكِيعًا , وَمُحَمَّدَ بْنَ فُضَيْلٍ , وَعَبْدَ الرَّحِيمِ بْنَ سُلَيْمَانَ , وَعَبْدَ الْعَزِيزِ بْنَ أَبِي حَازِمٍ , وَالدَّرَاوَرْدِيَّ , وَإِسْمَاعِيلَ بْنَ جَعْفَرٍ , وَحَاتِمَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ , وَعَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيدَ الْمُقْرِئَ , وَجَمِيعَ مَنْ حَمَلْتُ عَنْهُمُ الْعِلْمَ , يَقُولُونَ...... وَأَفْضَلُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ. (الأسماء والصفات للبيهقي ص ۶۰۶، رقم ۵۴۲)

ترجمہ: امام سوید بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک، حماد بن زید، سفیان بن عینیہ، فضیل بن عیاض، شریک بن عبد الل، یحیی بن سلیم، مسلم بن خالد، ہشام بن سلیمان، جریر بن عبد الحمید، علی بن مسھر، عبدة، عبد اللہ بن ادریس، حفص بن غیاث، امام وکیع بن الجراح، محمد بن فضیل، عبد الرحیم بن سلیمان، عبد العزیز بن ابی حازم، الدراوردی، اسماعیل بن جعفر، حاتم بن اسماعیل، عبد اللہ بن یزید المقری، اور ان تمام اہل علم علماء کرام جن سے علم اخذ کیا جاتا ہے، ان سے سنا یہ تمام اہل علم کہتے ہیں، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنھم ہیں۔

﴿حافظ ابن کثیر کی تحقیق﴾

✿ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

"والعجب أنه قد ذهب بعض أهل الكوفة من أهل السنة إلى تقديم عليّ على عثمان ويحكى عن سفيان الثورة لكن يقال: إنه رجع عنه ونقل مثله عن وكيع بن الجراح ونصره ابن خزيمة والخطابي وهو ضعيف مردود"

یہ بہت ہی عجیب قول ہے کہ بعض کوفہ کے اہل سنۃ حضرت علی المرتضی کو حضرت عثمان پر فوقیت دیتے تھے، جیسا کہ حکایت کیا گیا سفیان ثوری کے بارے میں، لیکن سفیان ثوری سے اس سے رجوع ثابت ہے۔ اور اسی طرح کا قول وکیع بن الجراح اور ابن خزیمہ اور امام خطابی کے طرف بھی منسوب ہے، مگر یہ اقوال ضعیف اور مردود ہیں۔ (-الباعث الحثیث ۱۸۳)

اقول:

خدا کی پناہ، اب کی تو آپ کی پیٹ میں جتنے افتراء کلبلا رہے تھے، ایک دفعہ ہی نکل پڑا ہے۔ ذرا منہ جھکایا کہ اکٹھے تین اُگل دیئے۔

عبد الرزاق کو افضلیت صدیق اکبر سے منکر ٹھہرانا، ایک افتراء

پھر شیخ کی طرف اس بیان کی نسبت، دوسرا افتراء

پھر شیخ کو قائل سنیت عبد الرزاق بتایا، تیسرا افتراء

معدہ مشرفیہ میں طرفہ کیلوس ہے کہ دفعہ سابق میں جو مباحثہ کا مباحثہ ہضم فرمایا تھا وہی افتراؤں کی گڈی ہو کر نکل رہا ہے۔ یا للعجب شیخ علیہ الرحمۃ نے بالکل اس کے عکس بیان فرمایا، ارشاد کرتے ہیں ، بعض شیعہ ج نہیں انصاف سے بہرہ تھا جیسے عبد الرزاق محدث تفضیل شیخین مانتے اور کہتے کہ علی نے خود شیخین کو اپنے سے بہتر

﴿علامہ سخاوی کی تحقیق﴾

❁ علامہ سخاوی نے بھی حافظ ابن کثیر سے ان تمام اقوال کو ضعیف اور مردود کہا ہے۔

قال ابن کثیر وھو أي ھذا المذھب ضعیف مردود۔ (فتح المغیث ج ۳ ص ۱۲۶)

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اہل سنت محدثین کرام کی طرف منسوب قول حضرت علی کی افضلیت کا حضرت عثمان پر، یا تو ضعیف ہے یا مردود۔ جبکہ صحیح حوالہ جات سے ان علماء کرام کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا قول ثابت ہے۔

یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ محدثین کرام اور مجتہدین اہل سنت نے حضرت عثمان کو حضرت علی المرتضی پر افضلیت نہ دینے والے کو بدعتی بلکہ احمق اور جاہل بھی کہا۔ اہل سنت میں حضرت عثمان اور حضرت علی المرتضی کے تفضیل میں چند محدثین کرام کا اختلاف ہوا مگر ان تمام سے رجوع ثابت ہے مگر اس طرح کے اقوال عوام الناس کے سامنے پیش کر کے ان کو گمراہ کرنا بہت عجیب ہے۔

بتایا سخت گناہ عظیم ہے کہ ہم انہیں دوست رکھیں اور انہیں کا خلاف کریں[۱۰۹] ۔

تکمیل الایمان ملاحظہ ہو:

از حسن اولی اوالے کہ بعضے از اھل تشیع کہ از جادہ انصاف و اعتدال بیرون نبوہ اند کردہ انست کہ عبدالرزاق کہ از اھل روایت علماء حدیث است گفتہ است کہ من تفضیل شیخنین میکنم تفضیل علی مر ایشان راا گر علی تفضیل ایشان بر خود نبی کریم گناھے عظیم۔ ازیں ہنود کہ من علی را دوست دارد و مخالفت دے کنم ابن تمام ترجمہ کلام الشیخ ابن حجر بود۔

اور اگر اب بھی افترا سے غثیان باقی ہے تو اصل عبارت علامہ ابن حجر سن لیجئے۔ "صواعق محرقہ" میں فرماتے ہیں: "وما أحسن ما سلكه بعض الشيعة النصفين كعبد الرزاق فاته قال أفضل الشيخين بتفضيل على إياهما على نفسه والا لما فضلتهما كفى بي وزرا أن أحبّه ثمّ أخالفه"[۱۱۰].

---

(۱۰۹) ۔ حدثنا الشرقی ثنا أبو الأزهر سمعت عبدالرزاق يقول افضل الشيخين بتفضيل على إياهما على نفسه ولو لم يفضلها لم أفضلهما كفى بى اذراء ان احب عليا ثم أخاف قوله۔ ("الكامل في ضعفاء الرجال" ۶/۱۵۴۰ور ۵/۳۱۲، و"تاريخ دمشق" للعساكر، ۳۶/۱۹۰، و"سير أعلام النبلاء" ۹/۵۷۴، و"تهذيب الكمال" ۶۰/۱۸).

(۱۱۰) ترجمہ: بعض مصنف شیعہ مثلاً عبد الرزاق محدث نے کیا ہی عمدہ طریقہ اختیار کیا ہے، وہ کہتے ہیں، میں شیخین، ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو اس لیے افضل مانتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے آپ سے افضل قرار دیا، ورنہ میں انہیں افضل نہ مانتا، میرے لیے یہی گناہ کیا کم ہے کہ میں ان کی محبت کرتے ہوئے ان کی مخالفت کروں۔ ("الصواعق المحرقۃ"، ۱/۱۸۰)۔

✲ علامہ ذہبی سیر اعلام النبلاء ۹/۵۷۳ پر سند کے ساتھ محدث عبد الرزاق کا قول نقل کیا ہے۔

حَدثنِي سَلمَة بن شبيب قَالَ سَمِعت عبد الرَزَّاق يَقُول وَالله مَا انْشَرَحَ صَدْرِي قط أَن

حضرت آپ نے لاثانی وہو کا کہایا اتنا عظیم تو بار اُٹھایا اور کچھ پنایا کوہ ہر نافتی وکا ہے نیافتی،
ایسے ہی پایہ کی ہمت ملی تھی تو عبارت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ میں سنیت عبد الرزاق کے جگہ
سنیت عبد المذاق نقل کرنی تھی (۱۱۱)

أفضل عليا على أبي بكر وعمر ورحم الله أبَا بكر ورحم الله عمر ورحم الله عثمان ورحم الله عليا وَمن لم يُحِبهُم فَمَا هُوَ بمؤمن وَإن أوثق عَملي حبي إيَاهم۔

ترجمہ: ”سلمۃ بن شیب کہتے ہیں میں نے عبد الرزاق سے سنا ہے فرماتے تھے بخدا میرا دل اس بات پر کبھی راضی نہیں ہوا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر افضلیت دوں۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکر صدیق وحضرت عمر اور حضرت عثمان پر رحم فرمائے جو ان سے محبت نہیں کرتا وہ مؤمن نہیں ہے۔ اور وہ فرماتے تھے کہ میرے اعمال میں سب سے زیادہ وزنی عمل ان کی محبت ہے۔ ("کتاب العلل" امام احمد بن حنبل، ر:۱۵۴۶، و"میزان الاعتدال" ر:۴۶۹۸) یہ کلام تاریخ دمشق ۱۹۰/۳۶، تہذیب التہذیب ۲۸۰/۶، تہذیب الکمال ۶۰/۱۸ معانی الاخیار ۲۵۴/۳، میزان الاعتدال رقم: ۵۰۴۴ میں بھی درج ہے۔

یعنی بہ خدا! میرا دل اس بات پر کبھی راضی نہیں ہوا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابو بکر پر فضیلت دوں۔

(۱۱۱)۔ امام بیہقی لکھتے ہیں:

أَخبرَنا أبو عَبدِ اللهِ الحَافِظُ, قَالَ: سَمِعتُ أَبَا زَكَرِيَّا يَحيَى بنَ مُحَمَّدٍ العَنبَرِيَّ, يَقُولُ: سَمِعتُ عِمرَانَ بنَ موسَى الجُرجَانِيَّ, بِنَيسَابُورَ يَقُولُ: سَمِعتُ سُوَيدَ بنَ سَعِيدٍ, يَقُولُ: سَمِعتُ مَالِكَ بنَ أَنَسٍ, وَحَمَّادَ بنَ زَيدٍ, وَسُفيَانَ بنَ عُيَينَةَ, وَالفُضَيلَ بنَ عِيَاضٍ, وَشَرِيكَ بنَ عَبدِ اللهِ, وَيَحيَى بنَ سُلَيمٍ, وَمُسلِمَ بنَ خَالِدٍ, وَهِشَامَ بنَ سُلَيمَانَ المَخزُومِيَّ, وَجَرِيرَ بنَ عَبدِ الحَمِيدِ, وَعَلِيَّ بنَ مُسهِرٍ, وَعَبدَةَ, وَعَبدَ اللهِ بنَ إِدرِيسَ, وَحَفصَ بنَ غِيَاثٍ, وَوَكِيعًا, وَمُحَمَّدَ بنَ فُضَيلٍ, وَعَبدَ الرَّحِيمِ بنَ سُلَيمَانَ, وَعَبدَ العَزِيزِ بنَ أَبِي حَازِمٍ, وَالدَّرَاوَردِيَّ, وَإِسمَاعِيلَ بنَ جَعفَرٍ, وَحَاتِمَ بنَ إِسمَاعِيلَ, وَعَبدَ اللهِ بنَ يَزِيدَ المُقرِئَ, وَجَمِيعَ مَن حَمَلتُ عَنهُمُ العِلمَ, يَقُولُونَ: الإِيمَانُ قَولٌ وَعَمَلٌ, وَيَزِيدُ وَيَنقُصُ, وَالقُرآنُ كَلَامُ اللهِ تَعَالَى, وَصِفَةُ ذَاتِهِ غَيرُ مَخلُوقٍ, مَن قَالَ: إِنَّهُ مَخلُوقٌ, فَهُوَ كَافِرٌ بِاللهِ العَظِيمِ, وَأَفضَلُ أَصحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ

آپ اور آپ کے خواجہ تاشوں کے کام آتی: ع

اے شک ڈوب مر تری تاثیر دیکھ لی　　　الٹا مذاق اور اترے سوتے کو جھیل کا

سینتیسواں افتراء:

دفعہ (۳۷) حافظ معراج الدین صاحب کی اس عبارت پر بعضے لوگ جو ظاہر میں سنی اور در حقیقت رافضی ہیں ، صرف دُنیا حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو صوفی مرید خاندان برکاتی اور سنی بے تعصب کہتے ہیں ۔ علم تعزیوں کے ساتھ برہنہ سر، برہنہ پاہانہ میں خاک شفاء کا کھنٹاہر علم اسلام پر تعزیہ بر فاتحہ خوانی، کربلا فرضی میں نشانوں کا طواف ان کے رافضی ہونے کی نشانی۔

اقول: نہایت غصہ فرمایا۔ بات واقعی تھی جواب بن نہ آیا۔ جھنجھلاہٹ کی شدت بوکھلاہٹ کی آفت اس وقت کی ادامشتاقوں سے پوچھیے۔ چیتوں کا مزہ خوش مذاقوں سے پوچھیے۔ گال ٹمٹمائے ہوئے آنسو ڈبڈبائے ہوئے، پھولوں میں بل ماتھے پر شکن زیر لب کچھ محبوبانہ سخن، پلکوں کا جھکنا، نتھنوں کا پھڑکنا، اپنے سایہ سے آپ ہی بھڑکنا۔ بلکہ

وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ. قَالَ عِمْرَانُ: وَبِذَلِكَ أَقُولُ، وَبِهِ أَدِينُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَمَا رَأَيْتُ مُحَمَّدِيًّا قَطُّ إِلَّا وَهُوَ يَقُولُهُ. (الأسماء والصفات للبيهقي ص ۶۰۶ ،رقم ۱۳۴۵)

ترجمہ :امام سوید بن سعید فرماتے ہیں کہ میں نے **امام مالک، امام حماد بن زید، امام سفیان بن عینیہ، امام فضیل بن عیاض، قاضی شریک بن عبد اللہ، یحیی بن سلیم، مسلم بن خالد، ہشام بن سلیمان المخزومی، جریر بن عبد الحمید، امام علی بن مسھر، امام عبدۃ، امام عبد اللہ بن ادریس، محدث حفص بن غیاث، امام وکیع بن الجراح، محمد بن فضیل، محدث عبد الرحیم بن سلیمان، محدث عبد العزیز بن ابی حازم، محدث الدراوردی، محدث اسماعیل بن جعفر، حاتم بن اسماعیل، محدث عبد اللہ بن یزید المقری** اور دیگر جید محدثین کرام سے سنا۔۔۔۔۔اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے سب سے افضل حضرت ابو بکر t پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی المرتضی ہیں۔

تاے زلفوں میں ناگن کی لہر ترچھی نگاہوں میں ستم کا زہر ؎

وہ پریزاد منانے سے خفا ہوتا ہے　　　جن چڑھا ہے اسے دیکھئے کیا ہوتا ہے

مگر خدا نے خیر کر لی کہ اُن لجائی انکھڑیوں کی قدیمی سہیلیاں حیاء و دیانت خبر پا کر بیتابانہ دوڑتی آئیں، قدموں پر گر کر عرض کی حضور اتنا غصہ نہ فرمائیں، بدلہ لینا ہمارا ذمہ، حضور کے ایک ایک خصم کو مزہ چکھادیں تو سہی، آخر حیاء نے ساعد نازنیں پر آپ ۔۔۔ دیانت نے کمر نازک پر دامن باندھا، ہوس انتقام میں ان افعال بد مذاق کا بعض اکابر علماء و۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یقین غل پڑ گیا، محل کے سوتے سب جاگ اُٹھے، چار طرف سے صدائے تحسین ہے کہ دوپٹہ ۔۔۔۔۔۔ کار مردان کرید۔۔۔ (ء) حیرت ہے کہ اس شوخ کی نازک کمر ایسی۔۔۔۔۔ بہتان لوٹہانے۔۔۔۔۔

[مسودہ کتاب صفحہ ۱۵]

بہتان فظیع کا جواب ہوا اس آیت کریمہ کی تلاوت کہ کیا ہو۔

﴿وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾[۱۱۲]

اور پھر ڈھیٹ پن اتنا کہ جسے دیکھنے والے ابھی تک کثرت سے بریلی رام پور میں موجود ہیں، میں کہتا ہوں کہ عالم مثال کے رامپور بریلی جو کسی عیار کی زنبیل میں پوشیدہ ملیں۔ لاتاید ایسے ہشود و عدیم الوجود انہیں بلاد میں آرمید۔ لیکن افسوس بہتان اٹھایا مگر برائے عیاری آئو۔ ہضم کہیے تو گلے کا کنٹھا کس بھیڑ میں گمایا اور اس مصرع کا ٹیکا کس

---

(۱۱۲) پ۵، النسآء: ۱۱۲. ترجمۂ کنز الایمان: اور جو کوئی خطا یا گناہ کمائے، پھر اسے کسی بے گناہ پر تھوپ دے، اس نے ضرور بہتان اور کھلا گناہ اُٹھایا۔

پانی سے چھڑایا۔ (ء) میں شیعی بے تبراء ہوں، میں سنی بے تعصب ہوں، ذرا قانون دیکھ کر کہنا یہ اقبالی ڈگری تو نہیں؟ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اڑتیسواں افتراء:

دفعہ (۳۸): رسالہ "عسل مصفٰے" بقول حضرت مولنا مولوی عبد القادر صاحب -دام فیوضہم- بالکل اجماعی اور مطابق مذہب جمہور علمائے اعلام وصوفیہ عظام کے ہے۔

اقول:

بل بے عیاری عبارت، حضرت مولنا تاج المحققین مد ظلہ میں لفظ (بالکل اجماعی) اپنی طرف سے زیادہ کر دیا تاکہ اعتراض پیدا ہو کہ "عسل مصفٰے" میں بعض مسائل ایسے بھی ہیں جن کے خلاف پر کوئی شاذ قول بھی وارد، پھر بالکل اجماعی کیوں کر قرار دیا؟ حالانکہ تصدیق حضرت ممدوح دام بالفیض والفتوح میں ہر گز اس لفظ کا نشان نہیں۔

انتالیسواں افتراء:

(دفعہ ۳۹): جناب میاں صاحب قبلہ کو معلوم ہو گیا کہ مولا علی -کرم اللہ وجہہ- کو واسطے لفظ خیر کہیں وارد ہوا جس سے استدلال کیا جائے کاملیت پر۔

اقول:

یہاں وکیل صاحب اپنی بحث میں حضرت نور العارفین سیدنا ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ -دامت برکاتہم العالیہ- کو -معاذ اللہ- کاملیت حضرت مولی المسلمین علی مرتضی -کرم اللہ تعالیٰ وجہہ- سے منکر بتاتے ہیں۔ اس افتراء عظیم کا جواب تو محکمہ بالا عدالت حقہ حضرت حق تعالیٰ سے پائیں گے۔ مگر ہم کو اتنی عرض ہے کہ دور نہ جائیں حضرت ممدوح -دام ظلہم- کا یہی رسالہ "سوال وجواب" جس کی عبارت پر یہاں آپ

زہر کھائے ہوئے ہیں مطالعہ فرمائیں۔

ارشاد ہوتا ہے: "فیضان وھدایتے کہ از مرتبہ ولایت بخلق رسید و مرسید و خوامد رسید پیشواء و مقتدائے آں فیضان و ہدایت نزد جمہور مشائخ جناب سیدنا علی مرتضیٰ است -کرم اللہ تعالیٰ وجہہ- کہ اکثر بتوسط شریف اور سید وے رسد وخواھد رسید وابن مرتبہ را مرتبہ تکمیل ولایت متعدیہ مے گویند کہ خود بکمال رسید ودیگران رابہ تکمیل رسانید وے رساند و خواھد رسانید الی آخر ما افادھم"(۱۱۳)۔

تمہارے حال پر افسوس کرتے ہیں کہ سینڈرس کہ یہاں سے بدلی ہو گئی خیر کسی اور ہی سے آنکھیں بنوا کر لفظ مبارک خود بکمال رسید کو سوجی ہو گی۔ افضلیت مرتضوی باعتبار تکمیل کی نسبت ارشاد ہوتا ہے:

"مراد ازیں تنزل است بعد ترقی از مقام قربت برا تکمیل ناقصاں"(۱۱۴)۔

---

(۱۱۳) جو فیضان وہدایت مرتبہ ولایت سے مخلوق کو پہنچا یا پہنچتا ہے یا پہنچے گا جمہور مشائخ کے نزدیک اس فیضان وہدایت کے پیشوا و مقتداء جناب سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں اکثر لوگ حضرت علی المرتضیٰ کے واسطہ سے پہنچے پہنچتے ہیں اور پہنچیں گے اس مرتبہ کو تکمیل ولایت متعدیہ کہتے ہیں کہ خود کمال کو پہنچے اور دوسروں کو مرتبہ کمال تک پہنچایا پہنچاتے ہیں پہنچائیں گے (آخر تک جو انہیں افادہ فرمایا)

(۱۱۴) اس سے مراد ناقصوں کی تکمیل کے لئے ترقی کے بعد مقام قربت سے تنزل ہے۔ مراد یہ ہے کہ کامل شخص مرتبہ کمال پر پہنچ کر ناقصوں کو کمال کی طرف لے جانے کیلئے اپنے مقام سے نیچے آتا ہے۔ جیسے معراج کے بعد پھر زمین کی طرف تشریف آوری۔

ذرا لفظ ترقی دیکھ کر آنکھیں نہ چراؤ آگے نفحات سے نقل فرماتے ہیں : "این طائفہ کاملان مکمل اند کیوں"۔

اب بھی دیدے نہ کھلے ؟ مگر میں سمجھا جو اس افتراء کی وجہ ہے، یہ بدلا لیا ہے اپنے اشیاخ نسب تفضیل کا جنہوں نے خلافت خلفائے ثلاثہ علیہم الرضوان کو ناقص بتایا تھا۔ (دیکھو شرح ایکٹ ہذا دفعہ۔۲۷) اب ان افراخ نے یوں بانگ بے ہنگام سنائی کہ تم بھی تو۔معاذ اللہ۔کاملیت حضرت مولا سے منکر اور عیاذ باللہ ان کے نقصان ولایت کے مقر ہو۔

الٰہی خات بداں مفتریاں ذرا تم بھی کہہ دو۔ آمین

چالیسواں افتراء:

دفعہ (۴۰) اس سے کچھ پہلے کہا جناب میاں قبلہ نے رسالہ "سوال وجواب" میں لکھا کاملیت اس ترقی کا نام ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔

اقول: محض افتراء (دیکھو جنبش دوم شرح سرکلر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

اکتالیسواں افتراء:

دفعہ (۴۱) حد کا ظلم یہ ہے کہ زیر حدیث لان یھدی اللہ فضل مکملیت حضرت مولی۔کرم اللہ وجہہ۔کے لیے ثابت (ہے)۔

اقول:

فضل عظیم و خیریت کلی ذات مولی۔کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔سے کس طرح مسلوب ہوگئی اور خیریت مکملیت کیوں کر زائل (ہوگئی)۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس کے کچھ قدر نہیں ہو سکتی کہ "نہج البلاغہ" کے خاص متن میں داخل کر دیا جائے۔ حضرت نور العارفین کی (عبارات)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حضرت مولا - کرم اللہ وجہہ - سے اختصاص بیان فرماتے ہیں جن کا انکار منکر آفتاب ہی زیب دیتا ہے۔ ا بھی

[مسودہ کتاب صفحہ ۱۶]

شرح دفعہ سابق میں جو عبارت گزری اسی کو دیکھئے اور پھر افضل مکملیت کے سبب کو بیٹھ کر رو دیے۔

بیالیسواں افتراء:

دفعہ: (۴۲) سب سے زیادہ ظلم عظیم کہ زیر دستخط مولوی عبد القیوم صاحب لکھا میاں صاحب قبلہ مرتضوی مناقب فضائل کو اول تو موضوع فرماتے ہیں پھر جو دو چار بچ رہیں ان کو لاعمل کئے دیتے ہیں۔

اقول: عبارت حضرت نور العارفین یہ ہے کہ:

"احادیث تفضیل شیخین در اعلیٰ درجہ وتفسیر واقع شدہ است بخلاف اخلاف احادیث مصرحہ بہ تفضیل جناب مرتضوی کہ از اکثر آں ھا موضوعہ یا ضعفہ بضعف شدید است واگر بعضے گونہ قوتے باشد خالی از ۔۔۔ احتمالات شے وتاویلات عدیدہ نیست"[115]۔

للہ اہل اسلام سے انصاف طلب کہ حضرت نور العارفین کا یہ کلام ان حدیثوں میں

---

(۱۱۵) ترجمہ: "تفضیلِ شیخین کی احادیث اعلیٰ درجہ پر اور مفسر آئی ہیں بخلاف بعد کی احادیث جن میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی تفضیل مصرح ہے ان میں سے اکثر موضوع ہیں یا ضعفِ شدید پر مبنی ہیں اور اگر بعض میں کچھ قوت بھی ہے تو چند احتمالات اور متعدد تاویلات سے خالی نہیں۔"

جن سے حضرت مولیٰ -کرم اللہ وجہہ- کا تمام اُمت حتیٰ کہ شیخین سے افضل ہونا نکلے یا-معاذاللہ- فضائل و مناقب مرتضوی -کرم اللہ وجہہ- میں حضرت نورالعارفین نے فصل سوم دلیل الیقین میں جو فضائل و مناقب مولیٰ المسلمین -کرم اللہ وجہہ- تلخیص فرمائے۔ ذرا انہیں سوجھو اور ملا شوستری کی ایجادی وید کے شاستری نہ بنو۔

تینتالیسواں افتراء:

دفعہ (۴۳) گمنام سیاہ نامہ علامۃ الدہر حیرت فہامہ میں بار بار حضرت ممدوح -مدظلہ العالی- پر افتراء کیا ہے کہ ان کے کلام ہدایت نظام میں -عیاذاباللہ- جابجا تنقیص شان حضرت اسد اللہ المنان -کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم- واقع ہوئی ہے مگر اس گمنام تحریر کا ایک ایک گوشہ جھاڑ دیکھئے سوا چند مہمل باتوں عنادی مکابروں کے کہیں اس بدمذاق دعوے کا ثبوت اصلا نہ پائے۔ ان خرافات سبائیہ کی کامل خدمتگاری -ان شاء اللہ تعالیٰ- شرح سر کلر تنقیص میں معروض ہوگی۔ یہاں بطور امام علامہ ابن حجر اس قدر گذارش ہے کہ: "وأحسن ما يقال في هذا المحل ألا لعنة الله على الكاذبين"[۱۱۶].

﴿افضلیت شیخین کی مخالف روایات پر حکم شرعی﴾

چوالیسواں افتراء:

دفعہ (۴۴) مولوی عبدالقیوم صاحب نے احادیث فضائل شیخین کے سوا اور حضرات کے فضائل کی احادیث کو ماؤل قرار دیا ہے۔

اقول: ولی از مفتری نتواں بر آمد کہ اواز خود سخن مے آفریند

ص ۹، ۱۰ تنبیہ الاشرار پر مولوی عبدالقیوم صاحب کی عبارت یہ ہے کہ "جس

---

(۱۱۶) "الصواعق المحرقة" ۱/۱۷۸.

طرح بعض احادیث صحیحہ متفق علیہ سے تفضیل حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مثلاً یا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی جناب سیّد المرسلین ﷺ سے ثابت ہو سکتی ہے، مگران کو جمہور اہلسنّت نے ماول ٹھہرایا ہے اسی طرح جن احادیث سے برتقدیر صحت افضلیت حضرت فاروق جناب حضرت صدیق اکبر پر یا افضلیت حضرات ختنین جناب شیخین پر یا افضلیت سبطین کریمین میں خلفائے راشدین علیہم الرضوان پر ثابت ہو سکتی ہو، جمہور اہلسنّت نے ماول وغیر ماول قابل اعتقاد ٹھہرایا ہے۔

ملحضاً پچھری تفضیل کے حکام بالا سے انصاف طلب کہ ذرا اس مقدمہ میں نظر ثانی ہو، اصل مبحث نزاع تفضیل میں اسی بنا پر آپ کو کاوشیں اسی کی، تحقیق میں رسائل تیار اسی کے بارہ میں، تنبیہ الاشرار عبارت مولوی عبدالقیوم صاحب میں اوّل سے آخر تک اسی کا ذکر اسی میں اوہام مفضلہ کے قلع قمع کی فکر صاف صریح مفاد عبارت اس قدر کہ اقوال شاذ روایات آحاد مخالف جمہور غیر قابل اعتماد نہ ان کی رُو سے عقیدہ مقررہ کی تضعیف ممکن بلکہ خود انہیں کو دیکھنا چاہیے اگر درجہ صحت سے نازل ہیں مردود ورنہ ماول نہ کہ ان کی بنا پر ترک عقیدہ کریں دیکھو تفضیل مطلق سیّد المرسلین۔ صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علیہم اجمعین۔ معتقد مسلمین پر ظاہر بعض احادیث صحاح تفضیل خلیل و کلیم ۔علیہما الصلوٰۃ والتسلیم۔ کی طرف ناظر مگر اس سے ارکان اعتقاد متزلزل نہیں ہوتے یو نہیں اس بارے صحابہ مذہب جمہور اہلسنت یوں مقرر ہو لیا کہ صدیق فاروق اور شیخین ختنین اور خلفائے اربعہ سبطین کریمین علیہم الرضوان سے افضل پھر اگر بعض احادیث آحاد بفرض صحت ان میں کسی بات کے خلاف پر میل کریں تو (جمہور اہلسنت کو) نہ چھوڑا جائے گا لہذا علماء دین جو روش وہاں چلے کہ ان کی تاویل فرمائی یہی یہاں بھی اختیار کرتے (ہیں مگر) ہاں گمراہوں کو یہ مرض ہوا کہ شاذ و جمہور مقبول و مہجور کا فرق انہیں

(معلوم نہیں اور اس بناپر) "(۱۱۷)

---

(۱۱۷) سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ مسئلہ افضلیت میں استدلال کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

فائدہ: نفیسہ جلیلہ (فضیلت و افضلیت میں فرق ہے دربارہ تفضیل حدیث ضعیف ہرگز مقبول نہیں) فضیلت و افضلیت میں زمین آسمان کا فرق ہے وہ اسی باب سے ہے جس میں ضعاف باالاتفاق قابلِ قبول اور یہاں باالاجماع مردود ونامقبول۔

اَقول: جس نے قبول ضعاف فی الفضائل کا منشا کہ افاداتِ سابقہ میں روشن بیانوں سے گزرا ذہن نشین کرلیا ہے وہ اس فرق کو بنگاہِ اولین سمجھ سکتا ہے قبول ضعاف صرف محل نفع بے ضرر میں ہے جہاں اُن کے ماننے سے کسی تحلیل یا تحریم یا اضاعتِ حق غیر غرض مخالفت شرع کا بوجہ من الاجوہ اندیشہ نہ ہو فضائل رجال مثل فضائل اعمال ایسے ہی ہیں جن بندگانِ خدا کا فضل تفصیلی خواہ صرف اجمالی دلائل صحیحہ سے ثابت ہے اُن کی کوئی منقبت خاصہ جسے صحاح وثوابت سے معارضت نہ ہو اگر حدیث ضعیف میں آئے اُس کا قبول تو آپ ہی ظاہر کہ اُن کا فضل تو خود صحاح سے ثابت، یہ ضعیف اُسے مانے ہی ہوئے مسئلہ میں تو فائدہ زائدہ عطا کرے گی اور اگر تنہا ضعیف ہی فضل میں آئے اور کسی صحیح کی مخالفت نہ ہو وہ بھی مقبول ہو گی کہ صحاح میں تائید نہ سہی خلاف بھی تو نہیں۔ بخالف افضلیت کے کہ اس کے معنی ایک کو دوسرے سے عند اللہ بہتر و افضل ماننا ہے یہ جب ہی جائز ہو گا کہ ہمیں خدا اور رسول ☐ وصلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے خوب ثابت و محقق ہو جائے، ورنہ بے ثبوت حکم لگادینے میں محتمل کہ عند اللہ امر بالعکس ہو تو افضل کو مفضول بنایا۔ یہ تصریح تنقیص شان ہے اور وہ حرام تو مفسدہ تحلیل حرام و تضیع حق غیر دونوں درپیش کہ افضل کہنا حق اس کا تھا اور کہہ دیا اس کو۔ یہ اس صورت میں تھا کہ دلائل شرعیہ سے ایک کی افضلیت معلوم نہ ہو۔ پھر وہاں کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ جہاں عقائدِ حقہ میں ایک جانب کی تفصیلی محقق ہو اور اس کے خلاف احادیث مقام وضعاف سے استناد کیا جائے، جس طرح آج کل کے جہال حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تفضیل حضرت مولیٰ علی -کرم اللہ وجہہ الکریم- میں کرتے ہیں۔ یہ تصریح مضادتِ شریعت و معندتِ سنت ہے و لہٰذا ائمہ دین نے تفضیلیہ کو روافض سے شمار کیا۔

كما بيناه في كتابنا المبارك "مطلع القمرين في إبانة سبقة العمرين" (۱۲۹۷ھ) (جیسا کہ

ہم نے اسے اپنی مبارک کتاب "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں بیان کیا ہے) بلکہ انصافاً اگر تفضیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بفرضِ باطل صالح تاویل نہ ہو واجب الرد کہ تفضیل شیخین متواتر و اجماعی ہے کہ أثبتنا علیہ عرش التحقیق في کتابنا المذکور (جیسا کہ ہم نے اپنی اس مذکورہ کتاب میں اس مسئلہ کی خوب تحقیق کی ہے۔) اور متواتر و اجماع کے مقابل اعاد ہرگز نہ سُنے جائیں گے، ولہذا امام احمد قسطلانی "ارشاد الساری شرح صحیح بخاری" میں زیر حدیث: عرض عليّ عمر بن الخطاب وعليه قيمص يجره قالو فما أولت ذلك يا رسول الله ﷺ قال: الدين. مجھ پر عمر بن الخطاب کو پیش کیا گیا اور وہ اپنی قمیص گھسیٹ کر چل رہے ہیں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ فرمایا دین۔

فرماتے ہیں: لئن سلمنا التخصيص به (أي: بالفاروق رضى الله عنه) فهو معارض بالأحاديث الكثيرة البالغة درجة التواتر المعنوي الدالة على أفضلية الصديق رضى الله عنه فلا يعارضها الآحاد، ولئن سلمنا التساوي بين الدليلين لكن إجماع أهل السنة والجماعة على أفضلته وهو قطعي فلا يعارضه ظني.

اگر ہم یہ تخصیص ان (یعنی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مان لیں تو یہ ان اکثر (جاری۔۔۔) ۔۔۔ احادیث کے منافی ہے جو تواتر معنوی کے درجہ پر ہیں اور افضلیت صدیق رضی اللہ عنہ پر دال ہیں اور احاد کا ان کے ساتھ تعارض ممکن ہی نہیں اور اگر ہم ان دونوں دلیلوں کے درمیان مساوات مان لیں لیکن اجماعِ اہلسنت و جماعت افضلیت صدیق اکبر پر دال ہے اور وہ قطعی ہے، تو ظن اس کا معارض کیسے ہو سکتا ہے!

بالجملہ مسئلہ افضلیت ہرگز باب فضائل سے نہیں جس میں ضعاف سن سکیں بلکہ "مواقف" و "شرح مواقف" میں تو تصریح کی کہ بابِ عقائد سے ہے اور اس میں احاد صحاح بھی نا مسموع۔

حيث قال ليست هذه المسألة يتعلق بها عمل فيلتفى فيها بالظن الذي هو كاف في الأحكام العلمية بل هي مسألة علمية يطلب فيها اليقين.

ان دونوں نے کہا کہ یہ مسئلہ عمل سے متعلق نہیں کہ اس میں دلیل ظنی کافی ہو جائے جو احکام میں کافی ہوتی ہے بلکہ یہ معاملہ تو عقائد میں سے ہے اس کے لئے دلیل قطعی کا ہونا ضروری ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا﴾[۱۱۸] کا لقب پایا۔

اب حضرت وکیل عدالت کی عیاری ملاحظہ ہو کہ اس سارے افتراء کو دیدہ نادیدہ شنیدہ ناشنیدہ کر کے بغاوت جرأت کیسا کھلا سچ بولتے ہیں کہ اُنہوں نے تو حضرات شیخین کے سوا اوروں کی احادیث فضائل کو ماول ٹھہرایا تاکہ ناواقف بیچارہ کو دھوکہ دیں کہ معاذاللہ حضرات ختنین و سبطین کریمین کے مناقب ہی سے انکار کیا۔ کیوں صاحب اگر آپ سچے ہیں تو ائمہ اہلسنت نے جو احادیث تفضیل کلیم و خلیل کو ماول و مصروف قرار دیا معاذاللہ وہاں یہ معنی ہوں گے کہ خلیل و کلیم جمیل کے فضائل ہی سے انکار کیا۔ مولوی القیوم صاحب نے پہلے ہی۔۔۔۔۔۔۔۔ غباوت مخالف ہو چکر نہایت اطغاب و توضیع سے کام لیا تھا جابجا لفظ تفضیل و افضلیت کو مکرر کہا تھا، افضلیت فاروق، افضلیت ختنین، افضلیت سبطین، مگر افسوس کہ اب یہی حضرات مخالفین کا علاج نہ ہوا اور لون دینا آنکھیں پھوڑنا ٹھہرا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جزوی فضائل اجماع کے مخالف نہیں!

پینتالیسواں افتراء:

دفعہ: (۴۵) اب یہ حضرات مدعی ہوئے ہیں کہ فضائل جزئیہ بطور احادیث، آحاد روایت کئے گئے ہیں اس سے بمقابلہ اجماع قابل العمل نہیں۔

اقول: یہاں تو چہرہ وکالت پر نقاب حیا کا تار بھی نہ کہا عیاری کے پیچ سے یہ مطلب

("فتاویٰ رضویہ" ۵/ ۵۸۰-۵۸۲)

(۱۱۸) پ۸، الأنعام: ۱۵۹.

نکالتے ہیں کہ معاذاللہ اہلسنت کسی طرح کی خوبی مولی علی میں نہیں مانتے اور ان کے انکار پر اجماع رکھتے ہیں ۔ اے خشمگیں نازنیں تجھے اپنے دین و مذہب کی قسم، ذرا ایمان سے کہنا یہ تیرے خصم و طرف مقابل کی کون سی عبارت کا مطلب ہے؟

چھیالیسواں افتراء:

دفعہ (۴۶) مولوی عبدالمقتدر صاحب کی طرف ایک قول کی نسبت کیا جس کا ان کے کلام میں کہیں نشان نہیں۔

اقول: (دیکھو، ایکٹ ۵، دفعہ ۴۵)

سینتالیسواں افتراء:

دفعہ (۴۷) تحقیق فضائل ورجحان و تفاوت باہمی اس وقت تک نہیں ہوسکتے تھے اب مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس کام کو اپنے ذمہ ہمت پر لیا ہے۔

اقول: ممیض افترا (دیکھو ایکٹ ۷ دفعہ ۱۳)

اڑتالیسواں افتراء:

دفعہ (۴۸): آخر رسالہ میں فرمایا لفظ افضل و خیر جناب مولی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں وارد ہوئے ہیں جیسا کہ سابقہ بیان کر چکے۔

اقول: سنا کرتے تھے القاسم محروم، مگر یہاں غلط اور سراسر سرکار حیرت ہے جو افتراء کا حصہ بنا ہے تو بچی بچائی گھر چن خود بھی چکرا گئے۔ یہ خاص اپنے اوپر افتراء ہے۔ ایمان سے کہنا لفظ خیر میں تو خیر آپ نے شر عیاری کو کچھ دخل بھی دیا مگر لفظ افضل کا بیان بعنایت الہی سابقا لاحقا کہیں نصیب نہ ہوا۔ خیر ابینہم بر علم گنتے گنتے بھول گئے پھر سے گن لیجئے، اب لفظ افضل الامۃ کا ورد ثابت (کریں)۔

بات کے پکے ہو جب تو مذاق ہے ۔۔۔۔۔ ورنہ ایسی کچی عیاری پر طلاق ہے[۱۱۹]۔

یزید پلید -علیہ ما علیہ - کے متعلق افکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ

انچاسواں افتراء:

دفعہ (۴۹) افسوس ہے اُن مریدان قدسی نژاد پر کہ حضرت سیّد الشہداء رضی اللہ عنہ کے معمرو مستبشر بالقتل یزید پلید -علیہ ما یستحقہ- کی تو اتنی رعایت مد نظر رکھیں کہ اس نسبت کلمہ بدزبان سے نکالنا گناہ اور خلاف سنیت بلکہ غفر اللہ کہتے ہیں ۔

اقول:

اچھے کسی ساقی کا پیالہ پیا تھا وہ کچے گھڑے کی چڑھی کہ زور بہتان میں خوب پکے ہو گئے۔ تنبیہ الاشرار پیش نظر ہے مگر مطلق تنبیہ نہ ہو گی کہ مریدانِ نور العارفین -دام ظلہم الاقدس- جا بجا مصرحا لکھتے ہیں کہ ہم عقائد میں پیر و مرشد بر حق کے موافق ہیں اور حضرت والا نے "عسل مصفے" میں تصریحا ارشاد فرمایا اسی سے ٹھیک بات یہی ہے کہ یزید پلید پر لعنت میں سکوت انسب و امن و اسلم ہے۔ اور یہی مذہب حنفیہ کا اور مانعین و مجوزین لعن بھی داخل اہلسنت ہیں ، ہم اسے کافر کہیں نہ مسلمان اتنا جانتے ہیں کہ حد پھر کا خبیث، مفسد، بددین، ظالم تھا۔ ہر مسلمان کو اس سے نفرت چاہئے تھی۔ انتہی بلفظ الشریف۔

کیا آپ کے نزدیک (یہ) الفاظ کلمہ بد میں داخل نہیں اور تاوقتیکہ تکفیر نہ ہو برا نہ کہا۔ اگر ایسا ہی ہے تو جو لوگ آپ کے مذاق مذہب پر اعتراض کرتے ہیں (اور آپ کو گمراہ) جاہل و مصداق خسر الدنیا والآخرہ بتاتے ہیں آپ ان پر ناحق عتاب فرمائیں کہ

---

(۱۱۹) یہ اور اس کے مابعد ابتدائی سیاہ نامہ گمنام میں مذکور

آخر کافر نہ کہا جو برا کہنا (تھا ویسا نہ کہا، ہو سکتا ہے کہ یزید پلید) کی نسبت غفر اللہ تعالیٰ لہ تک کہتے ہیں شاید آپ کے یہاں کسی سر کلر میں آ گیا ہو گا ورنہ حاشا کہ اہلسنت (کانہ اس سے رشتہ اور نہ) اس کے نفس اسلام میں مقال تو۔ عیاذاً باللہ۔ روش اُلفت و دعائے مغفرت کا کون احتمال مگر

[مسودہ کتاب صفحہ ۱۸]

آپ نے اپنے اسی کمنام سیاہ نامہ میں زیر مبحث امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ضرور فرمایا "حضرت یزید بن معاویہ رحمتہ اللہ علیہ"۔ اب اسے کیا کہیے۔۔۔۔۔۔۔ع۔۔۔۔ ترا اودانہ چیزے کہ در آوند تست۔۔۔۔۔۔

تو آخر حضرات شیعہ کی قدیما و حدیثا اہلسنت کرام سے عداوت معلوم اور یہ امر یزید وغیرہ اعدائے ائمہ سے اُلفت و محبت کا ملزوم پھر ایک رحمتہ اللہ علیہ کیا علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھ جاؤ تو کچھ تعجب نہیں (۱۲۰)۔

---

(۱۲۰) سیدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یزید پلید علیہ مایستحقہ من العزیز الجید قطعاً یقیناً باجماع اہلسنت فاسق وفاجر وجری علی الکبائر تھا، اس قدر پر ائمہ اہل سنت کا اطباق واتفاق ہے، صرف اس کی تکفیر ولعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے اتباع وموافقین اسے کافر کہتے، اور بہ تخصیص نام اس پر لعن کرتے ہیں اور اس آیۂ کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں:

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾﴾ (پ ۲۶، محمد ۲۲، ۲۳)

(جاری۔۔۔۔)۔۔۔۔ ترجمہ: کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو، یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی تو انہیں بہرا کر دیا اور اُن کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

پچاسواں تاباونواں افتراء:

دفعہ (۵۰، ۵۱، ۵۲) اور انہیں شہید سعید علیہ الرحمۃ کے پوتے اور سجادہ نشین

شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا۔ حرمین طیبین وخود کعبہ معظمہ و روضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے، ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دِن مسجد نبی ﷺ بے اذان و نماز رہی، مکہ و مدینہ وحجاز میں ہزاروں صحابہ تابعین بے گناہ شہید کئے، کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا۔ مدینہ طیبہ کی پاکدامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ کے جگر پارے کو تین دِن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا۔ مصطفی ﷺ کے گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہو گئے۔ سرانور کہ محمد ﷺ کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا۔ حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید قرآن عظیم میں صراحۃً اس پر لعنہم اللہ (ان پر اللہ کی لعنت ہے) فرمایا۔

لہٰذا امام احمد اور ان کے موافقین ان پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت فرمایا کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں، اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں لقولہ تعالیٰ: ﴿فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿٥٩﴾ إِلَّا مَنْ تَابَ﴾ (تو عنقریب دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے مگر جو تائب ہو گئے۔) اور توبہ تادمِ غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط و اسلم ہے، مگر اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت و بدمذہبی صاف ہے، بلکہ انصافایہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم ﷺ کا شمّہ ہو۔ ("فتاویٰ رضویہ" ۱۴/۵۹۱)

سیدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یزید بے شک پلید تھا، اسے پلید کہنا اور لکھنا جائز ہے اور اسے -رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ- نہ کہے گا مگر ناصبی کہ اہل بیت رسالت کا دُشمن ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ ("فتاویٰ رضویہ" ۱۴/۶۰۳)

دورِ حاضر میں افکارِ رضا کا منکر کیوں گمراہ وبے دین ہوتا ہے۔

حضرت میاں صاحب قبلہ کے ساتھ یہ شدت اعتقاد کہ ان کے ساتھ اُمور دین میں مباحثہ کرنے والا کافر، ان کے کلام پر نکتہ چینی کرنے والا کافر، ان کو کوئی نیک صلاح بتانے والا کافر۔

اقول:

یہ سب افترائے بے مزہ بدمذاق ہے۔ ہاں مرید ان حضرت نور العارفین مدظلہ کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت ممدوح دام بالفتوح اس زمانہ فتن میں ایک عمدہ حامی سنت و کبرائے اہلسنت وجماعت سے ہیں۔ عقائد میں ان کا مخالف اپنے مقدار خلاف پر مستحق حکم تضلیل و تکفیر مگر نہ اس وجہ سے کہ اس نے حضرت نور العارفین کا خلاف کیا بلکہ اس لیے کہ ان کا خلاف بوجہ موافقت عقائد اہلسنت سے انحراف واتباع اجماع وسواد اعظم سے انحراف اور ((من شذّ شذّ فی النار))[۱۲۱] کا مصداق صاف۔

ترپنواں افتراء:

دفعہ (۵۳) سلام کے مقابلہ میں گالی دینا اور تعریف کے مقابلہ میں جوتا مارنا اس سے پہلے کئی مرتبہ کے تجربہ سے ثابت ہے۔

اقول: وکیل صاحب جلد ثابت فرمائیں کہ آپ کے خصوم نے کب آپ کے سلام پر گالی دی؟ تعریف کے بدلے جوتا مارا؟ ورنہ بحکم تعزیرات ہند سزائے نالش دروغ کے مستحق ٹھہرے گا۔ (بعض لقیة أکاذیبکم)

چون پچپن افتراء:

دفعہ (۵۴، ۵۵) حضرت ام المؤمنین صدیقہ حمیرا رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ

(۱۲۱) "شرح أصول اعتقاد أهل السنّة والجماعة" ر: ۱۵۴، ۱/۱۱۸.

الخیر اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما اپنے اِرادوں سے باز آئے بلکہ تجدید بیعت کی۔

اقول:

اتنا سچ ہے کہ ندامت فرمائی اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے تجدید بیعت بھی کی [۱۲۲]۔

مگر اُم المؤمنین و اسد الا شجعین کی طرف تجدید بیعت غلط، اُم المؤمنین سے اتنا مروی (كانت تبكي حتّى تبل خمارها) یہاں تک روتیں کہ دوپٹہ بھیگ جاتا۔ اللهمّ أرض عنها وأرضها يا ربّ العالمين، وأضحكها على الفردوس في وجه سيّد المرسلين صلّى الله تعالى عليه وعليها وبارك وسلّم. آمين

اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تو میدان ہی سے پلٹ گئے اور راہ میں شہادت پائی [۱۲۳]۔

---

(۱۲۲) حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

"ثمّ شهد طلحة بن عبيد الله يوم الجمل محارباً لعلي، فزعم بعض أهل العلم أنّ علياً دعاه فذكره أشياء من سوابقه وفضله، فرجع طلحة عن قتاله على نحو ما صنع الزبير، واعتزل في بعض الصفوف ـــ مى بسهم، فقطع من رجله عرق النساء، فلم يزل دمه ينزف حتّى مات". ("الاستيعاب في معرفة الأصحاب" ٧٦٦/٢)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

"الذی كان منه في حق عثمان تمغفل وتاليت، فعله باجتهاد، ثمّ تغير عند ما شاهد مصرع عثمان، فندم على ترك نصرته رضى الله عنه. وكان طلحة أوّل من بايع علياً، أرهقه قتلة عثمان، وأحضروه حتّى بايع". ("سير أعلام النبلاء" ٣٥/١)

(۱۲۳) حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

مگر میں اس غلط گوئی کی کوئی وجہ نہیں پاتا سوا اس کے کہ عادت سے لاچار ہیں۔ حضرت مولیٰ علی -کرم اللہ وجہہ الکریم الاسنیٰ- کو ان صاحبوں کی تجدید بیعت کی حاجت بھی نہ تھی نہ استغفر اللہ بے تجدید خلافت حقہ راشدہ مرتضویہ میں کچھ نقصان رہتا۔ سبحان اللہ جب یہ سب اکابر برسر خلاف تھے اس وقت خلافت کو کیا ضرر تھا جواب ان کے ترک وندامت کے بعد عدم تجدید سے ناشی سمجھا۔ ہمارے مذہب میں صاف تصریح ہے کہ ایک شخص کی بیعت انعقاد امامت کو کافی (*) یہاں تو اعاظم ائمہ اہل و عقد جماہیر مہاجرین و انصار ہمراہ رکاب جناب مرتضوی تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

چھپنواں افتراء:

دفعہ (۵۶) جناب میاں صاحب قبلہ رسالہ "دلیل الیقین" میں ارشاد فرماتے ہیں:

اور بندہ عاجز نے اپنی آنکھوں سے اصل مسودہ میں دیکھا ہے وکفے باللہ شھیدا، حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان نہ معویہ بن یزید قطب الوقت سید الاولیاء لسند الاصفیاء تھے۔

اقول: بندہ عاجز نے وہ دیکھا مگر اس بندہ قادر ذوالجلال نے خود حضرت نور العارفین -مدظلہ- کے قلم خاص سے لکھا دیکھا وکفی باللہ شھیدا۔

ستاونواں افتراء:

دفعہ (۵۷): ہزار مہینے تک حضرات بنی اُمیہ کا تسلط رہا جو ابتدائے امر سے مدعی

"مسيرها يوم الجمل، فإنها ندمت ندامة كلية، وتابت من ذلك، على أنها ما فعلت ذلك إلا متاولة، قاصدة للخير، كما اجتهد طلحة بن عبيد الله، والزبير بن العوام، وجماعة من الكبار رضي الله عن الجميع". ("سير أعلام النبلاء" ۲/۱۹۳)

تھے کہ ہم سیرت شیخین پر کاربند ہیں۔

اقول: بلکہ صاف صریح ترک ماھنالک جو کچھ ۔۔۔۔۔۔۔۔ وزمانہ شیخین میں تھا ترک کیا گیا کمافی "صحیح مسلم".

اٹھاونواں، انسٹھواں افتراء:

دفعہ (۵۹،۵۸): اس تفضیل میں اثر جناب مولیٰ -کرم اللہ وجہہ -بفرض ۔۔۔۔ ۔۔۔۔بطور خبر واحد روایت کیا گیا ہے۔

اقول: دوہرا جھوٹ، اولا بلفظ فرض اشارہ فرماتے ہیں کہ تفضیل شیخین (رضی اللہ عنہما، حضرت) علی -کرم اللہ وجہہ -سے درجہ صحت کو نہ پہنچے۔

ثانیاً ہے بھی تو بطور خبر واحد بھلا آپ نے وکالت چھوڑنے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ناحق ضرب اُٹھائی کہیے تو حضرت نے حدیث کے کتابیں دیکھی ہیں کتنے متون واسانید پر احاطہ (کرلیا اور اُس کے علاوہ)

[مسودہ کتاب صفحہ ۱۹]

بحث شواہد محض متابعات میں کہاتک مہارت پیدا کی ہے یا یوں ہی گھر کی چاردیواری میں بیٹھے صحاح وسقام و آحادو متواتر میں تمیز و ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا ادعا فرما رہے ہو۔ وکیل صاحب یہ ہائی کورٹ کے نظائر نہیں جن پر سورج ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہر کس وناکس کو اطلاع ہو سکے۔ یہاں ۔۔۔۔ ع

چہ شبہا صبح گرادو تاب ہمنی مہر تابانے
جگرہا خون شود تا لعل مانے شود پیدا

جان برادر منطق فلسفہ کی اُلٹی سیدھی دو چار کتابیں پڑھ لینا اور ہے اور ان علوم الھیہ ورثہ نبویہ کی تحصیل میں جان وجہان وہر ایں وآن کو نج دینا اور ع

عمر باید کہ یار آید یکتار
این دولت سرمد پر کس

---ہند---

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے افضلیت شیخین تواتر سے منقول

اس امر میں آپ کو مخاطب بنانا بیکار کہ حضرت کا مبلغ علم ومنتہائے فہم طشت ازبام وعالم آشکار مگر ذرا اپنے معاذ وبلاذ استاذ والا استاذ وسیع الفطن سنبھلی وطن مجتہد الزمن مولوی محمد حسن حفظہ اللہ من شرور تلامذتہ ورزقہ التوفیق بخدمۃ اساتذہ ہی کو بر سر میدان لایئے اور انہیں ان معارک جان فرساد مرد آزما میں جلوہ فرمانے کی ہمت بندھایئے۔ اس وقت ظاہر ہو کہ از دعویٰ تا حقیقت چندیں سالہ راہ است خیر۔ اس قدر آپ سے بھی عرض کرتا ہوں کہ امام ابوعبداللہ شمس الدین ذہبی کہ سلطان الشان وجبل حفظ وکوہ اتقا نہیں تصریحا ارشاد فرماتے ہیں کہ تفضیل شیخین رضی اللہ عنہما سیّدنا علی -کرم اللہ وجہہ- سے ان کے عہد خلافت وکرسی مملکت میں علی روس الاشہاد متواتر ہے۔ پھر اس بارہ میں اسانید صیحہ کا بسط کر کے فرماتے ہیں کہا جاتا ہے کہ اسی (۸۰) سے زیادہ صحابہ وتابعین نے اسے جناب مولیٰ سے روایت کیا پھر ایک جماعت رواۃ کا شمار کر کے فرماتے ہیں اللہ رافضیوں کا برا کرے کتنے جاہل ہیں۔

فی "الصواعق المحرقۃ" للعلّامۃ ابن حجر: "قال الذہبی وقد تواتر ذلک عنہ فی خلافتہ وکرسی مملکتہ وبین الجم الغفیر من شیعتہ ثمّ بسط الأسانید الصحیحۃ فی ذلک فی ویقال رواہ عن علی نیف وثمانون نفساً وعدد منہم جماعۃ، ثمّ قال: فقبح

الله الرافضة ما أجهلهم" انتھی[۱۲۴].

اگر آپ صاحبوں کا وفور علم وسعت نظر جس کی ابھی امام ذہبی سے عادل گواہ شہادت دے چکے ان کتابوں تک رسائی سے مانع ہو ہاتھ کے دواؤں، شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ کی "تکمیل الایمان" موجود اس میں ملاحظہ ہو: " ذہبی از ہشتاد و چند نفر باسانید صحیحہ اثبات آں کردہ است"[۱۲۵]۔

پھر بخاری و امام مالک و دار قطنی وغیر ہم کے احادیث موجود ہیں ، جن میں مولی۔ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔ نے تفضیل شیخین بعنایت ایضاح ارشاد کی اور اس کے خلاف پر

---

(۱۲۴) "الصواعق المحرقة" ۱/۱۷۶.

ترجمہ: امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کی "الصواعق المحرقہ" میں ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے عہدِ خلافت و دورِ اقتدار میں اور آپ کے حبدار شیعوں کے جم غفیر کے درمیان یہ حقیقت (یعنی مسئلہ تفضیلِ شیخین) آپ سے تواتر کے ساتھ مروی ہے۔ پھر امام ذہبی نے اس مسئلہ میں آپ سے مروی اسانید کو بسط سے لکھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اس کو اسی (۸۰) سے زیادہ راویوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ان میں سے ایک گروہ رواۃ کا شمار کیا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ روافض کو رسوا کرے کس قدر جاہل ہیں!" انتہی

حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

"وَقد روى عَن عَليّ من نَحو ثَمَانِينَ وَجها أنه قَالَ على منبره خير هَذِه الْأمة بعد نبيها أَبُو بكر وَعمر". ("المنتقى من منهاج" ص۴۹۵).

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی ۸۰ وجوہ سے منبر پر یہ فرمانا ثابت ہے کہ اس امت میں سے نبی ﷺ کے بعد سب سے بہتر حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

(۱۲۵) ترجمہ: ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی (۸۰) سے زیادہ حضرات سے صحیح سندوں کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ ("تکمیل الایمان" صفحہ ۱۶۶)

انکار بلیغ فرمایا نقل کر کے لکھتے ہیں : "امثال ایں اخبار و آثار در غایت شیوع واشتہار آمدہ بلکہ بسر حد تواتر رسیدہ است"[۱۲۶]۔

وکیل صاحب فرمائیے؟ آپ کے دونوں دعوے کیسے ڈِس مس ہوئے۔

ساٹھواں افتراء:

دفعہ (۶۰) مفتی محمد شریف علی صاحب نے جو عبارت تحریر فرمائی محضر میں ایک یہی عبارت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب میاں صاحب قبلہ کے عقائد مطابق عقائد آبائے کرام -قدس اللہ اسرارہم- کے ہیں۔

اقول: دروغ گوئی برروئے من یاشاع۔۔۔۔۔۔

وکیل صاحب نے سوتے میں یہ سیاہ نامہ تحریر فرمایا ہے، خواب میں اس کی سیاہی نے ایسا دبایا کہ تبراء اوتھے یا ساغر ساقی انہیں باساغر ساقی تفضیل نے کچھ ایسا لال باغ دِکھایا کہ غرفہائی چشم پر ڈوروں کی جگہ لال پردے پڑگئے۔

اولاً: عموماً محضر کی وہ عبارتیں جن میں۔ان عقائد سلف (صالحین) اولیاء سے مطابقت مذکور سب علی الاطلاق اس مطابقت کے شاہد ہیں کہ حضرت نور العارفین مدظلہ کے آبائے کرام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بالنور التام شہدائے محضر و ہر سنی نیک محضر کے نزدیک بقایائے سلف و حجت خلف و اعاظم علماء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تو عموم الفاظ میں وہ بھی داخل لہٰذا ان کے عقائد کا عقائد سلف سے مطابق (ہیں) ۔۔۔۔۔۔۔۔ مساوات یہ مطابقت بھی حاصل، کان تقول عقائد نور العارفین مطابقۃ العقائد السلف بہ۔۔۔۔۔۔۔۔ مطابقۃ العقائد آبئہ الکرام۔ یہ واضح و بین بعنایت ظہور ہے نہ مطابق مطابق لشئ مطابق۔۔۔۔۔۔ لذالک

---

(۱۲۶) ترجمہ: اسی قسم کی بہت سی احادیث ہیں جو تواتر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہنچیں۔("تکمیل الایمان" صفحہ ۱۶۷)

کذلک الشیء فعقائد نور العارفین مطابقة لعقائد آبائه الکرام. کوئی سخت ہی جاہل یا بے ادب ہو گا جو عقائد سلف صالح سے مطابقت کے بعد عقائد اولیائے کرام برکاتیہ سے مخالفت کا احتمال پیدا کرے۔

ثانیاً: یہ سب جانے دیجئے تاہم تحریر مفتی صاحب کی۔ بینوا محضر میں بہت شہادتیں ہیں جن میں یہ مطابقت مصرح مولوی انوار الحق صاحب مجیدی، مولوی فضل مجید صاحب مجیدی (۱۲۷) و شیخ رضی الدین صاحب آل رسول و مولوی غلام قنبر صاحب آل رسولی (۱۲۸) و مولوی اعجاز احمد صاحب آل رسولی (۱۲۹)، و مولوی سدید الدین صاحب آل رسولی، و مولوی سادات صاحب آل رسولی، و حافظ سراج الدین آل رسولی، وحضرت گورے میاں صاحب آل رسولی (۱۳۰)، وحضرت سعید ظہور حیدر میاں صاحب آل رسولی (۱۳۱)، وحضرت سید ابن حسن میاں صاحب آل رسولی (۱۳۲)، حضرت سید ابن حسین صاحب آل رسولی (۱۳۳) و مولوی محمد عمر صاحب آل احمدی (۱۳۴) کے

---

(۱۲۷) تنبیہ الاشرار ص ۳۱۱

(۱۲۸) تنبیہ الاشرار ص ۳۲۲

(۱۲۹) تنبیہ الاشرار ص ۳۲۲

(۱۳۰) تنبیہ الاشرار ص ص ۳۳۹

(۱۳۱) تنبیہ الاشرار ص ۳۴۰

(۱۳۲) تنبیہ الاشرار ص ۳۳۹

(۱۳۳) تنبیہ الاشرار ص ۳۴۰

(۱۳۴) تنبیہ الاشرار ص ۳۴۰۔ یہ رسالہ رسائل نوریہ بر فرقہ تفضیلیہ کے مجموعہ رسائل میں شامل ہے، جو ادارہ کی طرف سے جلد شائع ہو گی۔

عبارت پڑھو اور اپنے گریبان میں منہ ڈالو (۱۳۵)۔

اکساٹھواں افتراء:

دفعہ (۶۱): کتاب "آئین محمدی" کے جواب میں مولوی غلام صدیق صاحب فرماتے ہیں کہ یہ خاص عقیدہ نہیں ہے استطرادا و تبعا نقل کیا گیا ہے۔

اقول: مفت کا جھوٹ ہے جسے گناہ بے لذت کہتے ہیں مولوی صاحب موصوف کی عبارت موجود یہ الفاظ شاید اسمیں اس وقت نظر پڑتے ہوں جب کوئی پوستی اپنی جنگ میں آسمانوں کی سیر کرے غرض ع جعل مزہ جھوٹ غذا ہو گیا۔۔۔۔۔۔ ہائے دیانت تجھے کیا ہو گیا۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

﴿ایکٹ دوم قانون تناقص﴾

از انجا ہمیشہ ایک بات پر جمے رہنا بنا دلیل کاہلی و جمود طبیعت اور بحکم کل جدید لذیذ ہر گھڑی نے رنگ بدلنا نئی چال چلنا قرین مصلحت لہٰذا حسب دفعات ذیل حکم ہوتا ہے:

پہلا تناقص:

دفعہ (۱) مناسب ہے کہ یہ ایکٹ بنام ایکٹ دوم قانون استقامت مجریہ ۴۱۰ سنبھلی یاد کیا جائے۔

شرح صدق ربنا تعالیٰ: ﴿وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ (۱۳۶). اگر غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے۔

---

(۱۳۵) زیر دستخط حافظ سراج الدین صاحب

(۱۳۶) پ۵، النسآء: ۸۲.

اہلسنت وجماعت کی حقانیت جانچنے کا طریقہ

اہلسنت صراط مستقیم پر ہیں:

اس لیے اہلسنت کا سلفا و خلفا و شرقا و غربا ایک ہی کلمہ ایک ہی عقیدہ، ایک سنی مطلع شمس پر رہتا ہو دوسرا مغرب شمس پر۔ کسی ایک نے دوسرے کا نام سنا نہ خواب میں دیکھا، متعلق عقائد ہزار سوال کیجئے حرف بحرف دونوں کا ایک ہی جواب ہو گا کہ بحمد للہ صراط مستقیم پر ہیں اور صراط مستقیم میں تعدد محال جس طرح خطوط واصلہ بین النقطین میں خط مستقیم ایک سے زیادہ ممکن نہیں۔ ہاں طرفین افراط و تفریط میں بے شمار وسعت جیسے دو نقطوں میں مخفی لکیریں غیر متناہی نکلتی پائیں وللہذا ہمیشہ اہل بدعت کا کلمہ مختلف رہا۔ ایک ایک فرقہ میں سو سو طائفے پیدا ہوئے اور ہر ایک نے اپنا نیا راگ چھیڑا۔ پھر جسے ایک طائفہ ٹھہرایئے، اس میں بھی ہر گز اتفاق نہ پایئے یہاں تک کہ ان کے متکلم جو تصنیف فرماتے ہیں جا بجا اپنے ہی کلام میں ٹھوکریں کھاتے ہیں، کسی ایک شاخ پر تھمتے نہ سُنا۔ ایک پایہ پر جمتے نہ سُنا تو وجہ کیا وہی ہے بے اصلی مذہب کی شامت غیر مستقیم راہ پر استقامت، دامن، ہادی تو ہانہ میں نہیں کہ پاؤں میں لغزش نہ آئے۔ کہیں اپنی خودی سے آپ ہی چلتے ہیں، اُٹھتے کرتے ڈوبتے اچھلتے ہیں، جس طرف جان بچتی سمجھے اندھے باؤلے ادھر ہی ہو لیے، جب وہاں بھی شیر کا نعرہ پہنچا لرزتے کانپتے اور ڈنڈا پکڑا ------ مستنفرۃ فرّت من قوسرۃ. سبحان اللہ

گرگان باران دیدہ گرم و سرو زمانہ چشیدہ یعنی اکابر اہل بدعت یوں مبتلائے مصیبت و آفت دِل کھول کر دیکھئے اس کم بخت کا جس نے ایک صاحبزادے نو پرواز سایہ پروردہ دولت و ناز کو یوں شیروں کے بن میں اکیلا چھوڑ دیا کیونکر کلیجہ پر پتھر رکھ لیا۔ اُف ظالم عیا------

ستم کارہ اپنی جان یوں بچا جانا، بچے کی جان کو کوڑا جانا، اب صاحبزادے جس جس

قدر گھبرائیں جتنی جتنی سکندر بان کہلائیں۔۔۔۔۔۔۔۔

فرار کے ماتھے جو آپ بچتے بچتے کو پھانسے آخر حضرت کی کروٹیں دیکھئے، بالے پن کی تلملاہٹیں دیکھئے، اتنا ملحوظ خاطر رہے کہ۔۔۔۔۔۔۔

صرف صاحبزادے کی حرکات مذبوحی ظاہر اور ان کے اقوال میں باہم صریح خانہ جنگی ثابت کرنا مقصد۔۔۔۔۔۔۔

[مسودہ کتاب صفحہ ۲۱]

ہمارے نزدیک کوئی مقبول وماخوذ بھی ہے یا نہیں کہ ان کی رد خرافات کا تکفل ابحاث آئندہ کے ذمہ ہے۔ وباللہ التوفیق

دوسرا تناقض:

(۲) حضرت صاحبزادے نے نہایت عرق ریزی سے یہ مذہب جدید اختراع کیا کہ متبع سلف ہوئی ہے جو چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم پر برابر لفظ افضل کو بغیر کمی بیشی کے صادق جانتا ہے۔ اس سے کچھ پہلے فرماتے ہیں لفظ افضل سب پر بغیر کسی کمی زیادتی کے صادق ہے۔ دو ۲ ورق بعد ارشاد ہوتا ہے: " کبھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ کون سا کم ہے اور کون سا زیادہ؟" یہاں تک تو صریح تساوی مطلق کے قائل تساوی ہوئے کہ چاروں کے فضائل کانٹے کی تول برابر ہیں ایک کو دوسرے اصلا کمی بیشی نہیں، آگے چل کر پھر رگ تفضیل جنبش میں آئی، عبارت حضرت صاحب البرکات رحمہ اللہ تعالیٰ نقل کر کے فرماتے ہیں : "انصاف کیا جائے تو لفظ مبارک وجود علم در جلوہ آمدہ سے کچھ مزید خصوصیات حضرت مولیٰ -کرم اللہ وجہہ- ہی پیدا ہوتی ہے اس سبب سے کہ اور سب صفات جو بیان فرمائی گئیں ہیں فرع وجود وعلم کی ہیں "۔

دیکھیے کیسا کھلا اقرار کمی بیشی کا ہے اور پھر وہ بھی اس زور و شور سے کہ خلفائے ثلاثہ جن صفات و کمالات کے مظہر ہیں وہ فرعی باتیں ہیں اور مولی علی اصلی فضائل و

اصل کمالات کے مظہر۔ کیوں مدہوش یہی کہا تھا؟ کہ کبھی خیال بھی نہیں ہوتا کہ کون سا کم ہے کون سا زیادہ غنیمت ہے کہ خلفائے ثلثہ کو فرعی طفیلی باتوں کا مظہر مان لیا اگر بالکل انکار کر جاتے تو کوئی تمہارا منہ بند کر دیتا۔

تیسرا تناقض:

دفعہ (۳) عبارت "سبع سنابل شریف" متذکرہ ایک دفعہ (۷) کے رد کو "فتوح الغیب شریف" کی عبارت نقل کی جس سے کامل پر مکمل تفصیل نکالی اور بہت بغلیں بجا کر فرمایا اب یہ امر کہ "سبع سنابل شریف" میں کیا لکھا ہے میں کہتا ہوں بمقابلہ "فتوح الغیب شریف" کے ان کو ترجیح دیتے ہو تو تم جانو مگر میں کبھی اس کی تجویز نہیں کروں گا۔ حالانکہ ان دونوں پاک عبارتوں میں تخالف ہر گز نہیں ہو سکتا جب تک عبارت "فتوح الغیب شریف" کو تفضیل مطلق حضرت مولیٰ -کرم اللہ تعالیٰ وجہہ- کا مثبت نہ مان لیجئے کہ مقصود "سبع سنابل شریف" صرف اتنی ہی بات کا انکار ہے وبس کما مر تو اب اگر آپ براہ خوش فہمی یہ ڈنڈا پکڑتے ہیں بہت اچھا مگر وہ تصویر جدیدہ کا منتہا سا کلیجہ جو دھڑ کتا رہ گیا، اتنی رکھائی بھی کس نے مانی (۱۳۷)۔

---

(۱۳۷)(میر عبد الواحد بلگرامی رحمہ اللہ نے) فرمایا کہ:
اسی پر اجماع ہے کہ انبیاء کے بعد تمام انسانوں میں افضل ابو بکر صدیق ان کے بعد عمر فاروق ان کے بعد عثمان ذون النورین اور ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔("سبع سنابل" سنبلہ اول در عقائد و مذاہب، ص ۷ مطبوعہ النوریہ الرضویہ لاہور)

انہوں نے فرمایا:
امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مذہب اہل سنت و جماعت کی نشانی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "وتفضيل الشيخين وتحب الختنين وترى المسح على الخفين". "شیخین کو افضل جاننا، ختنین کے ساتھ محبت رکھنی، اور موزوں پر مسح کو جائز سمجھنا"۔ ("سبع

چوتھا تناقض:

دفعہ (۴) اسی مذہب جدید کی تلخیص میں فرماتے ہیں:

" متبع سلف وہی ہے جو افضل بغیر کمی بیشی کے جانتا ہے نہ وہ جو افضل من اور افضلہم کا قائل ہو"۔

آگے حکم ہوتا ہے:

"باہم خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم افضلہم اور افضل من سے قطع نظر کر کے الافضل کو حق جان لیا جائے"۔ پھر اور ترقی ہوتی ہے:

"باہم خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے افضل من یا افضلہم کہنا بہت خوفناک قول ہے بلکہ جہاں ایسا استعمال کیا گیا ہے بمقابلہ اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ہے اور ابتدائے رسالہ جہاں کاملیت شیخین و مکملیت مولیٰ علیہم الرضوان پر بحث فرمائی ہے۔ زیر حدیث: «لأن یھدی اللہ بھداك»، مرتبہ مکملیت کو باتفاق مخالف و موافق جناب مولیٰ کے ساتھ خاص مانا۔ چشم ماروشن دِل ماشاد، مگر اس بنا پر دِن دہاڑے چادر تقیہ پھینک کر اظہار تفضیل کو جی بھر بھرایا، نہایت طمطراق سے ارشاد ہوتا ہے: جب نبوت نبی، ولایت نبی سے افضل ثابت کی گئی ہے کہ نہایت ذات حق ہر حال میں جمیع مراتب سے افضل و اعلیٰ ہونا چاہیے تو مرتبہ مکملیت جو حقیقۃً پرتو ہے، مرتبہ نبوت نبی کیوں افضل نہ ہو گا مرتبہ کاملیت سے جو پرَتو ہے مرتبہ ولایت نبی کا"۔

ایک ورق بعد فرماتے ہیں: "ضرورۃً ثابت ہوتا ہے کہ مکملیت کاملیت مع زیادۃ کا نام ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا تو اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے اور وہ میاں صاحب قبلہ کے مفید مدعا ہے یا نہیں۔ یعنی صاف اس کا نتیجہ یہی نکلا کہ فضل راجح جناب مولیٰ کی جانب ہے۔۔

مقصود حضرت نور العارفین کے خلاف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اب کہاں گئے وہ

سنابل"، ص ۱۰،۹ مکتبہ النوریہ الرضویہ لاہور)

جان بچانے کے دعوے کہ کمی بیشی اصلاً اصلا نہیں اور کیوں کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

باتفاق کل ذات پاک مرتضوی سے مخصوص کاملیت محضہ سے کہ شیخین کو حاصل

زائد ٹھہرا اور زیادت بھی ایسی نہیں جس کا جانب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نقصان ہو سکے کہ اس کا تو ہر حال میں جمیع مراتب سے افضل و اعلیٰ ہونا چاہیے۔ یہی کہا تھا کہ متبع سلف وہی ہے جو چاروں (خلفاء پر افضل بغیر کمی بیشی) کے صادق جانتا ہے اور یہ جو ان عبارات میں کھلم کھلا جابجا سے افضل سے افضل۔ آپ فرمارہے ہیں اس کا

[مسودہ کتاب صفحہ ۲۲]

ترجمہ: افضل من ہوگا، یا کچھ اور یہی کہا تھا کہ افضل ون بہت خوفناک قول ہے۔ دیکھئے دعویٰ تو کیا تھا اپنے مستویہ ہونے کا۔ ہم سب کو مساوی جانتے ہیں، صبر نہ ہو سکا تو پھر دِن دیہاڑے تفضیلیوں کے ساتھ ہو لیے اور فرمادیا: إنّما نحن معكم إنّما نحن مستهزؤن. مگر حضرات ناظرین یہ نہ جانیں کہ صاحبزادے اپنی اس بولاہٹ میں فقط تفضیلیوں ہی کے لہو رہیں نہیں ہیں گھبراہٹ سلامت رہے کہ ان شاء اللہ ایک دِن وہ آنے والا ہے کہ تسویہ و تفضیل دونوں پر لات مار کر ان کی بول اُٹھیں اور سنیوں کی طرح صدیق اکبر کو بعد انبیاء تمام عالم سے بہتر مان لیں، وہ دِن کون سا؟ وہ یہ جو دفعہ آیندہ میں دیکھے گئے۔

چھٹا تناقض:

دفعہ (۶) سب میں پہلے یہی عبارت کہ ابھی منقول ہوئی۔ صریح تفضیل شیخین پر دال (دیکھو ایکٹ، دفعہ ۱۳)

ساتواں تناقض:

﴿حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام سے اوپر صرف مقام نبوت ہے﴾

دفعہ (۷) مولوی غلام صدیق صاحب نے حضرت اسد العارفین سیّدنا شاہ حمزہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت فص الکلمات شریف سے استدلال کیا تھا کہ حضور فرماتے ہیں :

"ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیخ الاسلام و بعد از انبیاء خیر الانام خلیفہ پیغمبر و امام و سید اہل تجرید و جانشار ارباب تفرید ویرا کامات است مشہور مشائخ ویرا مقدم ارباب مشاہدہ دانستہ اند"۔ (۱۳۸)

یہ عبارت نص صریح تھی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بعد انبیاء تمام جہاں سے افضل اور اعلیٰ مقامات ولایت میں سب اولیائے اقدم واکمل اور آگے چل کر یہ ہی ارشاد فرمایا کہ مرتبہ صدیق سے زیادہ بس نبوت کا درجہ ہے۔ ہائے رے بچپن کی نزاکت، صاحبزادے صاحب کا دِل ہی کتنا اس عبارت کو سُن کر چار چار رہا نہ کلیجہ اُچھلنے لگا اور پھر آفت بر آفت یہ کہ مقام ہر اس اور کوئی اس میں نہ پائیں جن کے سیکھے سکھائے پڑھائے تھے وہ استادی کر کے پہلے ہی چلتے ہوئے ادھر پیٹھ پھیر کر بھی یہی کہا آخر بے چارے گھبراہٹ کے مارے بولنا بول اُٹھے کہ: با لتحقیق جیسے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فضائل حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں اسی طرح ہم بھی بیان و اعتقاد کرتے ہیں ۔ کیوں صاحب آپ تو الافضل کے قائل تھے اور اضافت ــــــ پر نہایت نفریں کرتے تھے، یہ خیر الانام پر کیوں کر ایمان لا بیٹھے ؟ کیا یہاں صریح ہیں تمام عالم کی طرف اضافت نہیں یا اب بھی کہہ دوگے کہ یہ استعمال بمقابلہ اور صحابہ علیہم الرضوان کے ہے (۱۳۹)۔

---

(۱۳۸)ــــــ؟

(۱۳۹) مفسر قرآن شیخ احمد بن محمد صاوی-قدس سرہ السامی-متوفی ۱۲۴۱ھ اس آیت کریمہ

آٹھواں تناقض:

دفعہ (۸) اور بڑھ کر سنئے مولوی اعجاز احمد صاحب نے جناب مولانا شیخ العلماء مفتی

﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "لأنَ الصديقية مرتبة تحت مرتبة النبوة".
"اس لیے کہ صدیقیت نبوت کے نیچے مرتبہ ہے"۔("صاوی علی الجلالین" ۲/۲۰۹
مطبوعہ دار الفکر بیروت، و"حاشیہ تفسیر جلالین" الارشاد حسین رامپوری، ص ۵۱۷
مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)۔

علامہ زین الدین حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام صدیقیت کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "لم يبق على وجه الأرض أكمل من درجة الصديقية وأبو بكر رأس الصديقين، فلهذا استحق خلافة الرسول والقيام مقامه". ("لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف" المجلس الثالث ص ۱۰۴، بیروت)۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد روئے زمین پر درجہ صدیقیت سے افضل و اکمل کوئی باقی نہ رہا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ چونکہ صدیقین کے سردار تھے اس لیے وہ نبی کریم ﷺ کی خلافت و نیابت کے مستحق اور قائم مقام ہوئے۔

ذکر کردہ عبارات سے واضح ہوا اگرچہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صدیقین تھے اور سب صدیقین کے سردار و تاجدار اور "صدیق اکبر" حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔

سید المکاشفین شیخ اکبر حضرت سیدنا شیخ محی الدین ابن عربی-قدس سرہ القوی- متوفی ۶۳۸ھ کی تحریر ملاحظہ فرمائیں: "بالسر الذي وقر في صدر أبي بكر، فحصل به الصديقين إذ حصل له ما لبس في شرط الصديقة ولا من لوازمها، فليس بين أبي بكر وبين رسول الله ﷺ رجل، لأنه صاحب الصديقة وصاحب سر". (اس کی طرف اس راز سے اشارہ ہے) جو سینہ صدیق میں متمکن ہوا، جس کے باعث وہ تمام صدیقوں سے افضل قرار پائے، ان کے قلوب میں راز بھی حاصل ہوا، جو نہ صدیقیت کی شرط ہے نہ اس کے لوازم کی، تو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کوئی شخص نہیں، وہ تو صدیق میں سے ہیں اور صاحب راز بھی۔
("الفتوحات المکیہ" ۱/۲۵، بیروت، و"فتاویٰ رضویہ" ۱۵/۶۸۱ مطبوعہ لاہور)

مکہ معظمہ سیّدی سیّد احمد زین دحلان -نفعنا اللہ بعلومہ وبرکاتہ- کی عبارت سیرت نبویہ سے استدلال کیا تھا جس کا خلاصہ مقصود یہ ہے کہ:

اس حدیث میں دلیل روشن ہے، صدیق کے فضل بزرگ و علم بارع و زیادت عرفان اور اس امر پر کہ وہ ان سب باتوں میں اپنے غیر سے زائد و راسخ ہیں [۱۴۰]۔

خدا کا دہرا سر پر صاحبزادے اس کے جواب میں بھی یوں سکندری لیتے ہیں کہ عبارت سیرۃ نبویہ بالکل راست و درست ہے اس میں کسی بے ایمان ہی کو کلام ہو تو ہو۔ افسوس لکھتے تو لکھ گئے مگر دِل پر جو کچھ گزری خدا ہی خبر ہو گا۔ صاحبزادے آپ کے نزدیک تو اہل حق کا مذہب تساوی مطلق تھا کہ اصلا کمی بیشی نہیں اور الفاظ مفیدہ تفاوت کا اطلاق نہایت خوفناک بات تھی۔ اب اتنا بڑا جگر شگاف قول جس میں علم و عرفان و عظمت شان میں صدیق کا سب سے زائد ہو تا بیان کرتے ہیں جسے سن کر منکر دشمنوں کے مشتے سے کلیجے تک دہل پہنچی ہو گی۔ کیوں کر سرکار کے نزدیک راست درست ہو

---

(۱۴۰) علامہ سید احمد بن زینی دحلان مکی -قدس سرہ القوی- متوفی ۱۳۰۴ھ فرماتے ہیں:

"قال العلماء: هذا الحديث أوضح دلالة على أنَ الصديق أفضل الصحابة على الاطلاق، وأعلمهم وأحقهم بالخلافة وأولاهم بالإمامة".

"یعنی علما نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث زیادہ واضح طور پر دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ بے شک صدیق اکبر تمام صحابہ کرام سے علی الاطلاق افضل اور اعلم اور خلافت کے زیادہ حق دار اور امام کے زیادہ لائق ہیں"۔ ("الفتح المبين في فضائل الخلفاء الراشدين" ص ٦٠).

علامہ سید احمد دعلان مکی ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"واعلم أنَ شرط محبة أهل البيت النافعة محبة أصحاب النبي ﷺ وعدم الطعن في أحد منهم". ("الفتح المبين" ص-۳۱۹. دار الفكر بيروت).

"جاننا چاہیے کہ اہل بیت اطہار کی صحیح محبت کے لیے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے ساتھ محبت کرنا اور ان میں سے کسی ایک میں بھی طعن نہ کرنا ضروری و شرط ہے"۔

گیا۔ اور وہ بھی اس درجہ کا اس میں کلام ہو تو کسی بے ایمان ہی کو۔ خدا نہ کرے کہ آپ کو کہیں اپنی وہ عبارتیں یاد آجائیں جو دفعہ (۳، ۴) میں مذکور ہوئیں کہ آپ کو کھل جائے کہ وہ بے ایمان جو اس کا صریح رد کرتا ہے کون ہے لیکن میں تو پھر بھی یہی کہوں گا کہ صبر تمہارا اس فرار کی جان پر۔ ع

تن آسامی گزبند خویش تن گذارد طفل نادان را بسختی

نواں تناقض:

دفعہ (۹) چلئے سب جھگڑا ہی مٹا، ذکر حدیث: «أقیلونی» میں صاف لکھ دیا۔ افضل الصحابۃ اولہم بالتصدیق ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔ پوستی صاحب دِن بہت چڑھ گیا آفتاب حق نصف النہار پر آیا۔ ذرا آنکھیں تو کھولیے یہ کیسا خوفناک قول خلاف اہل حق مخالف سلف صالح۔۔۔۔۔ افضلہم آپ بول گئے اور صریح تنقیص۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کرم اللہ وجہہ سے اپنا نصب خفی کھول گئے، مگر شاید مولی علی داخل صحابہ نہیں یا الا علی زبان سے کہہ لیا تھا گو لکھا نہیں، جائیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہوتی ہے بڑے بڑے عیار اندھے ہو جاتے ہیں کہ اپنا ہی لکھا نہیں سوجھتا۔۔۔۔۔ وللہ الحمد

دسواں تناقض:

دفعہ (۱۰) دو ۲ ورق پہلے فرمایا۔۔۔۔۔۔۔۔

نظر کر کے الافضل کو حق نہ جان لیا جائے گا بالضرور بیان تفضیل حضرت صدیق میں تنقیص شان حضرت مرتضوی کرم اللہ وجہہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

[مسودہ کتاب صفحہ ۲۳]

اب عبارت فصل الکلمات شریف کی نسبت جس میں ہو بہو وہی افضلہم کی ترکیب

واقع یوں ارشاد ہوتا ہے: حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان مناقب کے ذکر میں کوئی تنقیص حضرت مولیٰ علی۔ کرم اللہ وجہہ۔ نہیں فرمائی۔ خیر غنیمت ہے کہ آپ حضرت اسد الواصلین قدس سرہ العزیز کو تو دفعہ تنقیص کے حکم سے مستثنیٰ رکھا، اگرچہ اسی دفعہ کے رُو سے ان کے جگر پارے حضرت نور العارفین مد ظلہ کو جو چاہا کہا،

ع عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت است

افضلیت شیخین رضی اللہ عنہما پر اجماع اُمت ہے

گیارہواں تناقض:

دفعہ (۱۱) مولوی عبد القیوم صاحب نے فرمایا تھا:

اجماع ائمہ دین کا دربارہ افضلیت شیخین رضی اللہ عنہما پر کتب حدیث وفقہ وعقائد میں جابجا تحقیق فرمایا ہے۔ صاحبزادے کو جو غصہ آئے تو بے سوچے سمجھے فرما بیٹھے بعض صحابہ کو دربارہ افضلیت حضرت صدیق بالتحقیق کلام تھا اور بعد قرن اول کے بھی یہ اختلاف چلا آیا تو محدثوں میں بھی بعض اسی طریقہ پر اعتقاد رکھتے تھے اور یہ سب اہلسنت ہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب تو سر کلر اجماع میں عرض کروں گا۔ یہاں آپ کی خاطر سے مانے لیتا ہوں کہ آپ نے بزار وکالت مولوی عبد القیوم صاحب کا دعوے قائم نہ رکھا مگر اپنی تو خبر لیجئے کہ گھر کا گھر وندا ہو گیا۔ آپ افضلہم اور افضل من سے انکار کر کے سلف صالح کا مذہب الافضل بتاتے تھے اگر افضل کے یہ معنی کہ اوروں سے بزرگ تر جب تو وہی افضلہم ہوا جاتا ہے ضرور ہے کہ اضافت سے قطع کر کے الافضل کے معنے صرف صاحب فضل عظیم ٹھہریں گے۔ جس کا حاصل فقط علوشان و رفعت مکان اب بھلا فرمان صحابہ و دیگر سلف میں جو آپ کے نزدیک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر نزاع رہی وہاں الافضل میں جھگڑا تھا یعنی ایک فریق تو حضرت صدیق علیہ الرضوان کو عالیشان بلند مکان بالا منزلت ولا مرتبت مانتا اور دوسرا گروہ اس

سے منکر تھا اگرچہ آپ کو ایسا کہنے میں باک نہیں مگر حاشا کہ کسی صحابی کو علو شان حضرت سید الصحابہ رضی اللہ عنہ میں کلام ہو سکے تو بالضرور یہ اختلاف اسی میں تھا کہ جمہور و سلف صالحین صدق اکبر رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل و اکمل مانتے اور بعض اس میں اختلاف کر کے سیدنا علی -کرم اللہ وجہہ- کو اکرم الجمیع و خیر الکل جانتے اور فی الواقع بفرض اختلاف اگر منشاء نزاع تھا تو یہی افضلہم و افضل من جیسا کہ ایکٹ ۴ دفعہ ۲ میں معروض ہو گا، نہ الافضل بمعنے عالیشان و صاحب فضل عظیم جیسا تم نے اختراع کیا سوا روافض و خوارج و اشقیائے نواصب خذلہم اللہ جمیعا کے اس میں منازعت کیے مومن، عاقل سے معقول نہیں، پس خود آپ نے اپنی اس نقل سے اپنے مذہب کو مضحکہ بنایا اور کالشمس علی کبار السماء روشن و آشکار فرمایا کہ تمام صحابہ و سلف صالحین کا اجماع تام تھا کہ باہم خلفائے کرام -رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین- میں بھی کمی و بیشی مراتب ہے اور فریقین کا اتفاق کامل تھا کہ ان میں ایک افضلہم و افضل من جمیع الباقیین ہے اگرچہ اس کے مصداق میں دو قول ہوں۔ اب رویئے بیٹھ کر اپنے ان دعوؤں کو کہ تمبع سلف وہی ہے۔ کیوں پھر کبھی مردان میدان کے سامنے آؤ گے؟[۱۴۱]

---

(۱۴۱) امام المحدثین حضرت ملا علی قاری -رحمہ اللہ الباری- متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

"فهو أفضل الأولياء من الأوّلين والآخرين، وقد حكى الإجماع على ذلك ولا عبرة بمخالفة الروافض هنالك".

"حضرت صدیق اکبر تمام اولین و آخرین اولیاء سے افضل اس پر پوری اُمت کا اجماع ہے اور یہاں روافض کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں"۔ ("شرح فقہ اکبر"، ص ۶۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور)۔

امام المناطقہ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اہل سنت کے تمام اسلاف و اخلاف کا اس پر اتفاق ہے کہ: حضرات شیخین یعنی سیدنا صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما، انبیاء کرام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں۔

("امتناع النظیر" ص ۳۱۶)۔

ن عیاری کی لے ظالم علاج بد مذاقی ہیں
دوائے خویشتن کردہ سے زنبیلیں بھی کالی ہیں

بارواں تناقض:

دفعہ (۱۲) صرح واجہ لیجئے زیر دستخط مولوی اعجاز احمد صاحب ارشاد ہوا:
اجماع صحابہ تفضیل شیخین پر کیوں کر ہو سکتا ہے کہ بعض اہل حل وعقد افضلیت حضرت مولیٰ - کرم اللہ تعالیٰ وجہہ - کے قائل تھے۔ کیوں حضرت کدھر گیا وہ تسویہ کا مذہب سلف ہونا الافضل والا فضل میں تنافی ہی کب ہے جو صحبہ میں نزاع قائم کر کے اجماع کو محال ٹھہرایئے لاجرم نقض اجماع کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ جمہور صحابہ صدیق اکبر کو سب سے افضل مانتے ہوں اور یہ بعض مولی علی کو، میں کہتا ہوں اتنے بولائے ہوئے کو مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔

تیرھواں تناقض:

دفعہ (۱۳): اس سب سے قطع نظر جب آپ کے نزدیک تسویہ مذہب سلف و اہل حق اور تفضیل تنقیص وخوفناک قول تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پر اجماع نہیں یوں کہونا۔
۔ کہ عدم تفضیل پر اجماع ہے۔

چودھواں تناقض:

دفعہ (۱۴): آخر رسالہ میں قطعیت تفضیل سے انکار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
کی جس میں اُنہوں نے ظنیت کو راجح مانا۔ سبحن اللہ۔ اگر تم سچے تھے تفضیل قطعی کیسی اور ظنی کہاں کی بلکہ۔۔۔[۔۔۔۔۔۔ تسویہ قطعی ہونا لازم تھا۔

[مسودہ کتاب صفحہ ۲۴]

پندرہواں تناقض:

دفعہ (۱۵): زیر دستخط مولوی جمیل الدین صاحب فرماتے ہیں کہ: افضلیت حضرت صدیق بالتحقیق رضی اللہ عنہ ضروریات اہلسنت وجماعت سے بھی نہیں، ورنہ فلاں فلاں صحابہ کا ضروریات سے منکر ہونالازم آئے گا۔ معلوم ہوا کہ تمہارے نزدیک بھی افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے چند صحابی منکر تھے۔ معاذ اللہ اوائل میں تنقیص مرتضوی تھی اور مذہب سلف صرف تسویہ تو کیوں نہ کہا کہ ورنہ تمام صحابہ وتمام اہلسنت کا ضروریات سے منکر ہونالازم آئے گا؟

سولہواں تناقض:

دفعہ (۱۶): سب سے بڑھ کر سنیے جس سطر میں دعوے فرمایا کہ یہ تسویہ محض عصر۔ سلف ہے اسی سطر میں صاف اعتراف کر دیا کہ سلف تفاوت مراتب کے قائل تھے۔ (دیکھو ایکٹ ؟ دفعہ ۱۶)

سترہواں تناقض:

دفعہ (۱۷): انکار افضلیت صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے آخر رسالہ میں فرمایا:

لفظ افضل جو حضرت صدیق بالتحقیق رضی اللہ عنہ کی شان میں بعض احادیث میں وارد ہوا ہے وہ حدیث نہ متواتر ہیں نہ حد شہرت کو پہنچی ہیں اور اعتقادیات میں احادیث آحاد پر لحاظ ہو نہیں سکتا۔

اول کلام میں اپنا مذہب جدید ثابت کرنے کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت: «أفضل لست بخير كم وعلي فيكم»

نقل کر کے یوں گلفشان ہوئے... ہم صراط مستقیم کے چلنے والے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل تھے اور ہیں علی رضی اللہ عنہ بھی افضل ہیں یہی ہم کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ہدایت فرمائی۔

کیوں حضرت اس مفترے کی موضوعیت سے قطع نظر کیجئے تو کیا قول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے متوارد تھا جو آپ نے مقام اعتقادیات میں کافی سمجھا اور اس اپنے طبع زاد نتیجہ پر طغیان لذت میں ایسا ریجئے کہ علی ھذہ الشھادۃ نحی ونبوت سبحان اللہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلّم کی احادیث کثیرہ بتبصرہ صحیحہ صریحہ جو کمال نظافت بسند و صراحت افادہ میں کتان ہی ہوں بجرم آحادیث میں رد کی جائیں اور ایک قول بے زمام و خطام جس کے راوی کا بتانہ مخرج کا کھوج سند میں لا کر یوں بغلیں بجائیں۔

ع آدمیان گم اللہ ندملک گرفت اضطراب.......

اٹھارہوں تناقض:

دفعہ (۱۸): ی ہیں فرماتے ہیں :... یہی مولا علی -کرم اللہ وجہہ- نے ہدایت فرمائی۔ حالانکہ زیر دستخط مولوی محب احمد صاحب فرمادیا کہ اثر جناب مولی علی -کرم اللہ وجہہ- بفرض صحت متن بطور خبر واحد روایت کیا گیا۔ کیوں حضرت جب وہ اثر کرامت اثر آپ کے نزدیک متواتر کجا مشہور کہاں صحیح بھی نہ تھا تو ایسے ہیچ و پوچ کو یہاں کیوں اعتقاد ٹھہرایا اور نحیی و نمیت کا ذخیر ابنایا۔

نے فروعت بحسکم آمدنے اصول شرم باوت از خدا اور سول ﷺ

انیسواں تناقض:

دفعہ (۱۹): غصہ تو یہ ہے کہ وہاں قول مبارک سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی نسبت تصریحا جبکہ فرمادیا تھا ہر گز اس لائق نہیں کہ اعتقادیات میں قابل قبول ہو اور یہاں اسی

قول پر جیتے مرتے ہیں ۔

بیسواں تناقض:

دفعہ (۲۰): سب سے بڑھ کر قیامت یہ ہے کہ کی ہیں اپنے مذہب مخترع کی نسبت فرماتے ہیں: یہی ہم کو ہمارے شیخ نے ہدایت کی یہی ہمارے استاد نے سکھایا۔

اللہ اللہ اسد اللہ الجبار حیدر کرار مولی المسلمین علی مرتضی -کرم اللہ تعالیٰ وجہہ- کی نسبت یہ جزیہ کہ ان کا ارشاد واجب الانقیاد اگرچہ بسند صحیح ثابت ہو صرف اس خطاپر کہ ان محدث کے نزدیک متواتر نہ ہوگا ہرگز قبول نہیں اور اپنے پیر واستاد سے یہ حسن عقیدت کہ ان کے سکھائے پر مٹے جاتے ہیں جو انہوں نے بتایا بس وہی گاتے ہیں ۔ سبحان اللہ ان کی تفہیم ان کی تعلیم ضرور مفید قطع ویقین تھی۔ ان پر ایمان نہ لاتے تو گزرتی کیسے۔۔۔۔۔۔ع

علی امام علی ملتجا علی مولیٰ — سقر میں جائے جو چھوڑے شہا ترا دامن

عجب مذاق ہے شیعی پکڑنے دوڑتے — علی کو چھوڑ کے استاد و شیخ کا دامن

اکیسواں تناقض:

دفعہ (۲۱): عبارت فص الکلمات شریف مذکورہ دفعہ ۷ کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے۔ حضرت -رحمہ اللہ- کوئی کتاب عقائد کلام تحریر نہیں فرماتے۔

ایک ہی صفحہ پہلے اپنے مذہب مخترع کی سند میں فرمایا جاتا ہے۔ حضرت صاحب البرکات قدس سرہ العزیز اپنی "مثنوی شریف" میں ارشاد فرماتے ہیں ۔ابی بکر وعمرو عثمان ۔۔۔۔صاحبزادے یہ "مثنوی شریف" حضرت والا -قدس سرہ الاعلی- نے ضرور علم کلام میں تصنیف فرمائی ہوگی اس ہٹ دھرمی کی کوئی حد ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔ہے سو ہے تم کو جو ہے سو ہے۔۔ خدا جانے ان عیاروں کو یجوز للتفضیلی مالا یجوز لغیرہ کا فتویٰ کس نے دے دیا ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت حکم ہوا یہ عقیدہ اجماعی کون سا ضروریات دین میں سے ہے کہ اس جد و کد کے ساتھ یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

[مسودہ کتاب صفحہ ۲۵]

نام گمنام میں " غسل مصفٰے شریف " کی نسبت فرمایا جاتا ہے کہ اس کی نسبت تصدیقات کی جاتی ہیں تو ضرور ہوا کہ پانو اہائے عجیبہ اور صراط مستقیم ظاہر کر دوں اور افواج مریدین ارادتمند کے شور و شغب کا کچھ اندیشہ نہ کروں۔ میں کہتا ہوں کہ امر کون سا ضروریات دین سے تھا جسے آپ نے اتنا ضروری سمجھا اور اس قدر جد و کد کے ساتھ اپنے مبلغ علم و۔۔۔۔ فطانت وبطاعت اوسادپایہ دیانت کی تفصیل فرمائی کہ چھہ جز کاغذ پر اپنے نامہ اعمال کی رنگت چڑھائی۔

تئیسواں تناقض:

دفعہ (۲۳): حضرت نو العارفین پر تہمت کی کہ انہیں معاذاللہ کاملیت حضرت مولیٰ - کرم اللہ وجہہ - سے انکار ہے۔ (دیکھو ایکٹ ۱، دفعہ ۳۹) اور آغاز رسالہ بحث کاملیت و مکملیت میں عبارت حضرت نور العارفین کی نسبت فرماتے ہیں : اس کا خلاصہ یہ ہے وہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی کاملیت حضرت مولیٰ کرم اللہ وجہہ کی کاملیت سے زیادہ ہے۔ اور بعینہٖ یہی تقریر آخر رسالہ لکھی ہے۔ صاحبزادے یہ علت کیسے آپ کے پیچھے لگی کہ خود ہی فرمائی خود ہی جھوٹے ہو جائے۔ ذرا آنکھیں کھول کر تو دیکھیے یہاں صریحا اقرار کر لیا یا نہیں کہ حضرت نور العارفین کاملیت حضرت مولی المسلمین - کرم اللہ تعالیٰ وجہہ - کے قطعاً مقر ہیں ، مگر کاملیت حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو اس سے زیادہ بتاتے ہیں ۔ اے بھولے مکھڑے کمی بیشی وہیں کہہ سکتے ہیں جہاں اصل شے دونوں

جگہ متحقق ہو۔ سبحان اللہ۔ تصرف اولیاء کے صدقے جایئے ان کا طاعن خود ہی ان مطاعن کا جواب دے لیتا ہے۔

چوبیسواں تناقض:

دفعہ (۲۴) زیر دستخط مولوی عبدالقیوم صاحب فرمایا: مراتب اجماع قابل غور ہیں، اول اجماع صحابہ کسی امر شرعی پر یہ اجماع بمنزلہ آیت اور خبر متواتر کے ہے اس کے منکر کی تکفیر کی جاتی ہے جبکہ منقول ہو بطور متواتر پر اجماع تابعین ایسے امر میں جس میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے خلاف نہ مروی ہو یہ اجماع بمنزلہ خبر مشہور کے ہے یعنی مفید علم طمانیت ہوتا ہے جبکہ متواتر یا بشہرت نقل کیا جائے اس کے منکر کی تضلیل کی جاتی ہے۔

اور زیر دستخط مولوی غلام شبر صاحب فرمایا جاتا ہے:

یعنی اجماعی کے یہ معنی ہیں کہ اجماع صحابہ منعقد ہو وہ قطعی الدلالۃ ہوتا ہے بعلم یقینی اگر بتواتر منقول کیا جائے اور بعلم طمانیت اگر بشہرت فنقول ہو یا اجماع تابعین امر الفاحی صحابہ پر اور وہ قطعی الدالۃ ہوتا ہے بعلم یقینی اگر بتواتر منقول ہے اور بعلم طمانیت اگر بشہرت روایت کیا گیا ہو۔

تقریر اول میں اجماع صحابہ و اجماع تابعین میں فرق کیا کہ وہ بشرط تواتر موثر علم یقین یہاں تک کہ منکر کی تکفیر ہوتی ہے اور اس میں بعد تواتر بھی درجہ مشہور سے تجاوز نہیں نہ علم طمانیت سے زیادہ افادہ۔ اب اس تقریر میں وہ تفرقہ بالکل اُلٹا دیا جو حکم اجماع صحابہ پر لکھا حرف بحرف وہی اجماع تابعین کے لئے ثابت کیا اور تصریح کر دی کہ اگر بتواتر منقول ہو تو مورث یقین نہ صرف طمانیت کہ ظن غالب درائے اکبر کا نام ہے۔

صاحبزادے جب آدمی بیگانہ فن میں کلام کرتا ہے ایسے ہی عجائب اس سے صادر ہوتے ہیں۔ ع

رو بخور یسودہ یونیاں توچہ دانی حکمت ایمانیاں

پچیسواں تناقض:

دفعہ (۲۵): عبارت "فتوح الغیب شریف" نقل کر کے مدعی ہوئے کہ کملیت بنفسہا ترقی ہے اور عبارت اقدس کا یہی مفاد اور صوفیہ کرام نے کہ اس کا نام تنزل رکھا مقبول نہیں حالانکہ چند سطر پہلے فرما چکے تھے: عبارت پاک سے بالضرور ثابت ہے کہ کملیت فرع کاملیت ہے۔

سبحان اللہ کہیں قول بالتفریح کہیں دعویٰ اتحاد اور اس بضاعت پر محبوبان خدا کار دارشاد (دیکھو ایکٹ ا دفعہ ۲۴)

چھبیسواں تناقض:

دفعہ (۲۶): بنی اُمیہ مخذولین نے اخفائے فضائل مرتضوی میں کوشش کی وہ احادیث بمقتضائے الحق یعلو ولا یعلی ظاہر ہو گئیں اور ان مردودین کی کوششیں سب ہبار منور ٹھہریں لیکن سو میں پانچ۔

سبحان اللہ۔ کہاں ان مردودین کی سب کوششیں ہبا منثور ہونا اور کہاں احادیث مخفیہ سو میں سے پانچ ۵ کا ظہور ہونا اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو تو ان مخذولین کا نفس کوشش نہایت۔۔۔۔۔۔ ہوا اور معاذ اللہ حق واضح نے باطل فاضح پر کچھ غلبہ پنایا واہ کیا اچھا غلبہ ہے کہ ادھر پچانوے ادھر پانچ اور کیا خوب ہبار منثور ہوتا ہے کہ بیس انیس۔ ۔۔۔۔۔۔ وہ کامیاب صاحبز ادے بات کہنے کا سلیقہ پیدا کرو معارک علمیہ زنبیلوں کے تلسمی میدان نہیں جہاں عیاری سے کام۔۔۔۔۔ جمیع محققین فن کلام و مؤرخین اعلام متفق ہیں کہ امیر معاویہ کا کوئی۔۔۔۔۔۔ نیک نیتی پر مبنی نہ تھا یہ خطا میں ان سے ۔۔۔۔ نبی ﷺ اور خود ہی فرماتے ہیں کہ: متبعین صراط مستقیم کا یہ عقیدہ نہیں کہ

کسی صحابی کو برا کہنا[۱۴۲] ----- --- ختم شد۔ [کل ۲۷ تناقص تھے۔]

(۱۴۲) امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان اہل سنت کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "جنگ جمل و صفین میں حق بدست حق پرست امیر المؤمنین علی - کرم اللہ وجہہ - تھا، مگر حضرات صحابہ کرام مخالفین کی خطا خطائے اجتہادی تھی، جس کی وجہ سے ان پر طعن سخت حرام، ان کی نسبت کوئی کلمہ اس سے زائد گستاخی کا نکالنا بے شک رفض ہے، اور خروج از دائرہ اہل سنت، جو کسی صحابی کی شان میں کلمہ طعن و وہین کہے، انہیں بُرا جانے، فاسق مانے، ان میں سے کسی سے بغض رکھے، مطلقاً رافضی ہے"۔
("الفتاوی الرضویہ" ۲۹ /۶۱۵ رضا فاؤنڈیشن لاہور)۔

بہر حال حق حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ساتھ تھا، اور اس چیز کا اقرار جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی تھا جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا:
"والله إني لا أعلم أنَ علياً أفضل مني و أحق بالأمر".
قسم بخدا! میں خوب جانتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل ہیں اور خلافت کے مجھ سے زیادہ حقدار ہیں۔
("البدائية والنهائية" تحت ر: معاوية رضی اللہ عنہ، ۱۶۱/۸. دار الغد الجديد قاهره)
لیکن اس کے ساتھ ہی آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی ارشاد فرمادیا: "ولكن ألستم تعلمون أنَ عثمان قتل مظلوماً و أنا ابن عمه و أنا أطلب بدمه و أمره إلي انتهى".
لیکن کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلوماً شہید کر دیے گئے، اور میں ان کے چچا کا بیٹا ہوں، اور اُن کے قصاص کا مطالبہ کرنا اور اُن (کے قصاص کا معاملہ) میرے سپرد ہے۔ انتھی۔ ("البدائيه والنهائيه" ۱۶۱/۸. طبع قاهره)
آپ رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے آپ کی حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ طلب اقتدار اور حصول خلافت کی خاطر نہیں تھی، بلکہ قصاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مسئلہ تھا۔

جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

"ما قاتلت علياً إلا في أمر عثمان". "میرا حضرت علی سے قتال صرف (قصاص) حضرت عثمان کے معاملہ میں ہوا"۔

("المصنف ابن أبي شيبة"، ۹۲/۱۱، کتاب الامراء طبع بیروت).

اسی بات کو ائمہ محدثین نے شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ حجۃ الاسلام امام غزالی۔ قدس سرہ النورانی۔ متوفی ۵۰۵ھ ارشاد فرماتے ہیں:

"وما جرى بين معاوية وعلي رضى الله عنهما كان مبنياً على الاجتهاد، لا منازعة من معاوية في الإمامة". انتهى.

"حضرت علی رضی اللہ عنہ ومعاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین جو نزاع ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے خلافت میں نزاع نہیں تھا"۔

("إحياء علوم الدين"، الركن الرابع في السمعيات، ۱/۱۵۴، دار الحديث، قاهره).

شارح ہدایہ علامہ کمال الدین المعروف بہ ابن الہمام حنفی۔ قدس سرہ القوی۔ نے بعینہ یہ عبارت نقل کی ہے۔ ("المسايره"، ص ۳۱۴ طبع لاهور)

امام شعرانی، حضرت مجدد الف ثانی نے اسی طرح ارشاد فرمایا ہے۔

("اليواقيت والجواهر" المبحث الرابع والاربعون، ۲/۷۷، و"مكتوبات امام ربانی"، مکتوب نمبر ۲۰۱، و"نسم الرياض"، ۳/۴۲۱، طبع ملتان)

اس گفتگو کا ماحصل یہ ہوا حضرت علی کے ساتھ حضرت امیر معاویہ کا قتال قصاص حضرت عثمان کی وجہ سے تھا، جو کہ آپ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطا ہوئی۔ اسی بنا پر بھی آپ ماجور ومثاب ٹھہرے۔

القول الاظہر فی مصداق الصدیق الاکبر

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لقب صدیق اکبر پر شکوک کا ناقدانہ جائزہ۔

اول اسلام لانے پر ایک غیر جانبدارانہ تحقیق

صدیق اکبر کون؟

(لقب صدیق اکبر کا مصداق)

قاری ظہور احمد فیضی اور وجاہت حسین الحنفی کے دلائل کا ناقدانہ جائزہ

تالیف

علامہ محمد نعیم حیات قادری

دار التحقیق
پبلشرز
Pakistan